کتاب الفرائض

آسان سراجی

امالی و افادات

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصورپوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

جمع وضبط ومراجعت :

(مفتی) محمد اسامہ عظیم شاہجہاں پوری

وشرکا تکمیل افتاء ۴۳-۱۴۴۴ھ دار العلوم دیوبند

ناشر

المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ الفرائض

(آسان سراجی)

اَمالی واِفادات

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

جمع وضبط ومراجعت:

(مفتی) محمد اُسامہ عظیم شاہجہاں پوری

وشرکاءِ تکمیل اِفتاء (۴۳-۱۴۴۴ھ) دارالعلوم دیوبند

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

- نام کتاب : کتاب الفرائض (آسان سراجی)
- اَمالی واِفادات : حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری
- جمع وضبط : (مفتی) محمد اُسامہ عظیم شاہجہاں پوری
- کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
- ناشر : المركز العلمي للنشر والتحقيق، لال باغ مرادآباد

9412635154 - 9058602750

- تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

- اشاعتِ اول : جمادی الثانیہ ۱۴۴۴ھ مطابق جنوری ۲۰۲۳ء
- صفحات : ۳۴۴
- قیمت : ۳۰۰/روپئے

ملنے کے پتے:

- مکتبہ صدیق نزد دارالطلبہ لالباغ مرادآباد
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
- المنشورات المدنیۃ دیوبند

فرائض کی تعلیم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ؛ فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ، وَهُوَ يُنْسٰى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي.

(سنن ابن ماجة، كتاب الفرائض / باب الحث على تعليم الفرائض رقم: ۲۷۱۹)

ترجمہ:- فرائض کو سیکھو اور اُسے سکھلاؤ، اِس لئے کہ وہ نصف علم ہے، اور وہ بھلا دیا جائے گا، اور میری اُمت میں سب سے پہلے اُسی کو اُٹھایا جائے گا) (یعنی فرائض کے جاننے والوں کی تعداد کم سے کم ہوجائے گی، اور اِس فن کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے گی)

مستحقین کے لئے حقوق کی تعیین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَلا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

(سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في تظمين العارية رقم: ۳۵٦۵)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق عطا فرمادیا ہے (یعنی ہر مستحق وراثت کے لئے حصہ متعین کردیا ہے) پس وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے)

فریضہ عادلہ

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ.

(سنن أبي داؤد، كتاب الفرائض / باب ما جاء في تعليم الفرائض رقم: ۲۸۸۵)

ترجمہ:- (اصل) علم تین ہیں، اور اُن کے علاوہ علوم فضل (زوائد میں سے) ہیں: (۱) آیتِ محکمہ (قرآن کی غیر منسوخ آیات) (۲) سنتِ قائمہ (صحیح اَحادیث) (۳) فریضہ عادلہ (عادلانہ حصہ میراث کا علم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

اِسلام کے اَہم امتیازات میں سے ایک اہم اِمتیاز ''علم فرائض'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میت کے متروکہ مال کے وارثین اور اُن کے حصے واضح طور پر متعین فرمادئے ہیں، اور اپنی حکمتِ بالغہ سے اُن میں ایسا بہترین توازن رکھا ہے جو بےنظیر ہے۔ اور جو شخص بھی اِنصاف کی نظر سے غور کرے گا، وہ یہ گواہی دینے پر مجبور ہوگا کہ اِنسانی معاشرہ کے لئے تقسیم وراثت کا اِس سے مضبوط اور بہتر کوئی نظام متصور نہیں ہوسکتا۔ **واللّٰہ ھو الولي الحمید۔**

علم فرائض کی ضرورت اور اَہمیت کی بنا پر سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو باقاعدہ اُسے پڑھنے اور پڑھانے کی تلقین فرمائی، اور اِس جانب بھی اِشارہ فرمایا کہ یہی علم دنیا سے سب سے پہلے اُٹھایا جائے گا، یعنی اِس کے جاننے والے کم ہوتے چلے جائیں گے۔ تاہم علماء نے ہر دور میں اِس فن کو زندہ رکھنے پر محنتیں فرمائی ہیں۔ درس وتدریس کے علاوہ تحریری شکل میں بھی کافی مواد موجود ہے؛ لیکن اُن میں علامہ سراج الدین السجاوندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **''السراجي في المیراث''** کو جو قبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔ یہی کتاب اِس موضوع پر دارالعلوم دیوبند اور اُس سے ملحق اِداروں میں داخل نصاب ہے، اور درجہ ہفتم عربی اور تکمیل اِفتاء میں پڑھائی جاتی ہے۔

احقر کو اَولاً حضرت الاستاذ مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی دامت برکاتہم اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور ثانیاً حضرت الاستاذ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند سے یہ کتاب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بعد اَزاں جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد میں خدمت (۱۴۱۰ھ-۱۴۴۳ھ) کے دوران وراثت کے متعلق بہت سے طویل اور تفصیلی فتاویٰ لکھنے کا تو موقع ملا؛ لیکن مکمل سراجی پڑھانے کی نوبت نہیں آئی۔

تا آں کہ شوال ۱۴۴۳ھ میں جب مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس کی سعادت حاصل ہوئی، تو دیگر کتب کے ساتھ تکمیل اِفتاء کی ''سراجی'' بھی احقر کے حصہ میں آئی۔ احقر نے اپنی نااہلی اور کمزوری کے احساس کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے توکلاً علی اللہ کتاب شروع کی، اور اپنی دانست میں آسان اَلفاظ میں اُردو میں املاء کرانے کا طرز اَپنایا۔

درس کی تیاری میں خصوصاً حضرت ملا نظام الدین صاحب کیرانویؒ کا حاشیہ (جو سراجی کے ساتھ شائع شدہ ہے) اور سید شریف جرجانیؒ کی شاہ کار عربی شرح ''شریفیہ'' اور اُردو کی جامع اور مفید ترین شرح ''طرازی شرح سراجی'' پیش نظر رہی، جو حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی نظر فرمودہ اور محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب دربھنگوی عمت فیوضہم اُستاذ دارالعلوم دیوبند کی مرتب کردہ ہے۔ نیز بعض عرب علماء کی مرتب فرمودہ کتابوں سے بھی اِستفادہ کیا گیا، جیسے: **الفرائض والمواريث (للشيخ محمد الزحيليؒ) المواريث (للشيخ محمد علي الصابونيؒ) أَحكام التركات والمواريث (للشيخ محمد أبوزهرةؒ) الفوائد البهية في المواريث الشرعية (للشيخ قاسم بن نعيم الطائيؒ)** وغیرہ۔ **فجزاهم اللّٰه تعالىٰ أحسن الجزاء۔**

بحمدہ تعالیٰ ماہ صفر ۱۴۴۴ھ کے اَواخر میں ''سراجی'' کا درس مکمل ہوگیا، احقر نے - اِس نیت سے کہ ممکن ہے کہ بعض طالبین کے لئے یہ اِملائی تحریر کسی درجہ میں مفید ہو- عزیزم مولوی مفتی محمد اُسامہ عظیم شاہ جہاں پوری سلمہ شریک تکمیل اِفتاء دارالعلوم دیوبند (جو ایک محنتی، ذی استعداد اور ہونہار فاضل ہیں، اور جنہوں نے دیگر شرکاءِ درس کے ساتھ اہتمام سے سبھی دروس اپنی کاپی میں مکمل نوٹ کئے تھے) کو مکلّف کیا تھا کہ وہ اِس کاپی کی کمپیوٹر پر کتابت کراتے رہیں؛

چناں چہ مختصر مدت میں کتابت کی تکمیل کے بعد اِس پر نظر ثانی اور تصحیح کی گئی، اور کچھ ضروری بحثوں اور ایک جامع مقدمہ کا اِضافہ بھی کیا گیا۔ اور سراجی کی عربی عبارت کو بھی ہر بحث کے ساتھ ملحق کر دیا گیا، نیز کتاب میں مذکور مثالوں کو بھی نقشے بنا کر منطبق کرنے کی کوشش کی گئی وغیرہ، فالحمد کلہ للہ۔

اِس مرحلے میں عزیزم مفتی محمد اُسامہ عظیم سلمہ کے ساتھ اُن کے رفقاء بالخصوص عزیزم مولوی مفتی محمد ساعد اللہ آسامی سلمہ نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ ہر بحث کو منقح کیا، اور مفید مشورے دئے۔ نیز عزیزم مولوی محمد اسجد قاسمی مظفرنگری سلمہ نے بڑی دل جمعی اور توجہ سے کمپیوٹر کتابت اور سیٹنگ کا کام انجام دیا، **فجزاهم اللّٰه تعالیٰ أحسن الجزاء**۔

اَب یہ حقیر محنت قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مسائل کی تشریح یا نقشہ جات کی تشکیل میں کوئی غلطی یا کمی رہ گئی ہو، اگر کوئی ایسی بات نظر پڑے تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں؛ تاکہ اُس کی تصحیح کی جاسکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس محنت کو قبولیت سے نوازیں، شائقین کے لئے نفع بخش بنائیں اور حضرات والدین ماجدین، اَساتذۂ عظام اور جن شروحات اور کتابوں سے اِستفادہ کیا گیا ہے، اُن کے مؤلفین کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
٢٦/ جمادی الاولیٰ ١٤٤٤ھ
مطابق ٢١/ دسمبر ٢٠٢٢ء بروز بدھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

حامدًا و مصليًا و مسلمًا، أما بعد!

اِنسانی زندگی میں پروردگار عالم کی عطا کردہ اَن گنت نعمتوں میں سے علم دین ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے، اِسی لئے قرآن کریم نے دیگر نعمتوں سے بہرہ مند اوران سے محروم انسانوں کے درمیان تقابل کے لئے کوئی خط امتیاز قائم نہیں کیا، البتہ علم وعمل کی دولت سے بہرہ ور انسان اوراس دولت سے محروم انسان کے درمیان ایک خط امتیاز قائم کیا ہے کہ: ''غیر اہل علم اہل علم کے ہم مرتبہ کبھی نہیں ہوسکتے'' خواہ اُن کو دنیا جہان کی ساری نعمتیں کیوں نہ میسر آجائیں۔

راقم السطور کو اپنی بے مائیگی اور ناقدری کے باوجود رب العالمین نے علم جیسی عظیم الشان دولت سے جو اشتغال عطا فرما رکھا ہے، وہ محض اُس کے فضل وکرم اور بندہ نوازی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

نیز اُس ذاتِ بے نیاز کا ایک بہت بڑا احسان وکرم یہ بھی ہے کہ اُس نے اِس بے مایہ کو طالبِ علمی کے زمانے سے ہی اپنے اَساتذہ اور مشائخ کی مخصوص توجہات وعنایات کے سایہ میں رکھا، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

علوم وفنون کے گہوارے مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور اُس کے رجال ساز ماحول نے جب اِس راہ کی آبلہ پائی کے شوقین اَفراد کی فہرست میں خود کو شامل کرانے کے جذبے کو مہمیز کیا تو دل میں ایک اُمنگ پیدا ہوئی کہ کاش علمی دنیا کی مایۂ ناز اور اپنے آپ میں سند کا درجہ رکھنے والی چنندہ علمی ہستیوں سے اکتسابِ فیض کا موقع مل جائے، توفیق الٰہی سے یہ حسین وبابرکت مواقع بھی میسر آتے چلے گئے، فالحمد کلہ للہ۔

اُنہی مبارک شخصیات میں فقہ وفتاویٰ کی دنیا کا ایک معتبر ومستند نام حضرت الاستاذ مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہم اُستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند کا بھی ہے، جن سے علمی استفادے اور اکتسابِ فیض کی راقم الحروف کی دیرینہ تمنا اور آرزو تھی؛ چنانچہ دورۂ حدیث شریف سے فراغت اور شعبۂ تکمیل اَدب وتخصص فی الحدیث کی تکمیل کے بعد ۱۴۴۳ھ -۱۴۴۴ھ میں جب شعبۂ تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، تو اُس وقت حضرت الاستاذ سے دیگر کتابوں کے ساتھ فن فرائض کی مشہور کتاب ''سراجی'' پڑھنے کی سعادت بھی میسر آئی۔

یہ کتاب اپنے فن کی نہایت مقبول ترین اور معرکۃ الآرا کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے طبقے میں قدرے مشکل سمجھی جاتی رہی ہے، اِس لئے حضرت الاستاذ مدظلہم نے اِس بات کی تاکید فرمائی کہ تمام طلبہ اہتمام کے ساتھ اِس کتاب کے درسی اِفادات کو ہر روز قلم بند کرتے رہیں؛ تاکہ اِس کو یاد رکھنے میں آسانی ہو؛ چناں چہ اُن سعادت مند لوگوں میں سے اِس ناچیز کو بھی یہ توفیق عطا ہوئی کہ اُس نے پہلے ہی دن سے بلا ناغہ ہر سبق کو قلم بند کرنے کی کوشش کی، چوں کہ حضرت والا کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مشکل سے مشکل مباحث کو نہایت آسان اور مرتب ومدلل اَنداز میں پیش فرمانے کا ہنر اور بے مثال ذوقِ لطیف عطا فرمایا ہے، جس سے بحث کو سمجھنے میں کمزور طلبہ کو بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی، اِس لئے مذکورہ طرز پر محفوظ کئے ہوئے یہ درسی اِفادات الحمدللہ کتاب فہمی میں انتہائی ممد ومعاون ثابت ہوئے۔

ذی الحجہ کے اَوائل میں سفر حج پر جاتے وقت خُردوں کی حوصلہ اَفزائی اور ذرہ نوازی کے طور پر حضرت الاستاذ نے ناچیز کو مکلّف کیا کہ اِن درسی اِفادات کی کمپیوٹر کتابت کرواتے رہیں۔

احقر نے اِس فن سے زیادہ دلچسپی نہ ہونے کے باوجود فائدہ کی اُمید پر حکم کی تعمیل میں سعادت مندی سمجھی؛ تاآں کہ ماہِ صفر میں کتاب کے اختتام تک اِن درسی اِفادات کی کتابت مکمل ہوگئی، اُس کے بعد حضرت الاستاذ کا اِرادہ یہ ہوا کہ اِس کو کتابی شکل میں ترتیب دے دیا جائے؛ تاکہ دیگر طلباء کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور اِفادہ عام ہوسکے۔

زیرِنظر کتاب بظاہر ''سراجی'' کی شرح کے طور پر ہی مرتب کی گئی ہے؛ لیکن حضرت والا کے املائی دروس کے دوران ہر بحث سے متعلق حسبِ ضرورت فرائض کے مزید مسائل بھی شامل ہوگئے ہیں، جس کی وجہ سے کتاب کی اِفادیت دوچند ہوگئی ہے، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

تکمیل کے بعد متعدد رفقاء نے مسودہ پر نظر فرما کر مفید مشوروں سے نوازا، بالخصوص رفیق گرامی قدر مفتی ساعداللہ صاحب آسامی زید کرمہم شریک تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند کا احقر شکر گذار ہے کہ اُنھوں نے بہت محنت اور عرق ریزی سے کتاب کا مطالعہ فرما کر اہم باتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی، رب العالمین ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

کتاب کی ترتیب مکمل ہونے کے بعد حضرت الاستاذ نے اپنے نفیس تصنیفی مزاج کے موافق مسودے پر گہری نظر فرمائی اور اصلاحات فرمائیں، جس کے نتیجے میں املاء کی بعض فروگزاشتیں بھی درست ہوگئیں۔ نیز کتاب کے آغاز میں ایک جامع اور مفید مقدمہ تحریر فرمایا، جس میں موضوع سے متعلق بہت سی اہم باتیں جمع ہوگئی ہیں، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

ربُ العالمین حضرت الاستاذ کی اِس ذرہ نوازی پر انہیں ہماری طرف سے اپنی شایانِ شان نعم البدل عطا فرمائیں اور اُن کے سایۂ عاطفت کو ہم سب پر دراز فرمائیں، آمین۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

پروردگارِ عالم سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائیں، اور تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

فقط واللہ الموفق

احقر اُسامہ عظیم شاہجہاں پوری عفی عنہ

متعلم تکمیل اِفتاء دارالعلوم دیوبند

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰/ دسمبر ۲۰۲۲ء بروز منگل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسنِ ترتیب

وارث عورتوں کے اَحوال ۹۴

عصبات کا بیان ۱۲۱

جحب کا بیان ۱۳۸

وراثت کے مسائل بنانے کے قواعد ۱۴۶

ذوی الارحام کی صنفِ ثالث کا بیان ۲۸۰

ذوی الارحام کی صنفِ رابع کا بیان ۲۸۸

صنف رابع کی اَولاد کا بیان ۲۹۳

خنثیٰ کا بیان ۳۰۴

کلماتِ عالیہ:

جگر گوشۂ شیخ الاسلام، مخدومِ مکرم، اُستاذِ معظم، اَمیر الہند، حضرت اَقدس

مولانا سید اَرشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

اُستاذ حدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى اٰله وأصحابه أجمعين، وبعد!

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ تْ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، قُتِلَ أَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، قَالَ: "يَقْضِي اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ" فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيْرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلىٰ عَمِّهِمَا، فَقَالَ: أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ، وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ. (سنن الترمذي، أبواب الفرائض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم / باب ما جاء في ميراث البنات رقم: ۲۰۹۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن الربیعؓ کی اہلیہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں اور کہا کہ یہ دونوں حضرت سعد بن الربیعؓ کی بیٹیاں ہیں، اِن کے والد آپ کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے احد کے میدان میں شہید ہوگئے، اور ان کے چچا نے ان کا سارا مال لے لیا، ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور بغیر مال کے ان کی شادی بیاہ نہیں ہوگی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اِس سلسلے میں اللہ کوئی فیصلہ فرمائیں گے'' اِسی واقعہ پر میراث کی آیت اُتری، تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچیوں کے چچا کے پاس آدمی بھیجا اور فرمایا کہ ''اِن بچیوں کو دو تہائی اور اِن کی ماں کو آٹھواں حصہ سعد کے مال سے دے دو، پھر جو بچ جائے وہ تمہارا ہے''۔

اِس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ میراث کی آیت ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] اُترنے سے پہلے بچیوں اور بیوی کا مرنے والے کے مال میں سے کوئی حق یا حصہ نہیں ہوتا تھا، مذکورہ واقعہ کے بعد اِسلام نے سب سے پہلے مرد و عورت، ماں باپ، دادا دادی، بیوی، بہن، بھائی اور بعض صورتوں میں اعزاء اور اَقرباء کو میراث کا حق دار بنایا ہے۔

پھر چوں کہ میراث کا مسئلہ ایسا معاملہ ہے کہ ہر مرد اور عورت کو اپنے مورث کی موت کے بعد اپنے حصہ شرعی کے مطابق مال حاصل کرنا ہے، اِس لئے اِسلام نے اِس پر خاص توجہ کی ہے، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میراث سے متعلق علم کو خاص طور پر پڑھنے پڑھانے کی تاکید فرمائی ہے، اور علم میراث کو آدھا علم قرار دیا ہے، اور چوں کہ روپیہ پیسہ، سونا چاندی، زمین اور جائیداد کی محبت آدمی کو آخرت سے غافل بنا دیتی ہے، اور جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی، اور زمانہ مشکوٰۃِ نبوت سے دور ہوتا چلا جائے گا، لوگ قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے دور ہوتے چلے جائیں گے، اِس لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آخرت سے غفلت اور دنیا کی محبت کی وجہ سے ''سب سے پہلے میری اُمت کے سینہ سے علم میراث کو اُٹھایا جائے گا''۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ، وَهُوَ يُنْسٰى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي. (سنن ابن ماجة، کتاب الفرائض / باب الحث علی تعلیم الفرائض رقم: ۲۷۱۹)

اِس زمانہ کے حالات ایسے ہی ہیں کہ علم نبوت کے ہر پہلو کی بے قدری ہے؛ لیکن ''علم

میراث'' سے خاص طور پر بہت زیادہ غفلت ہے، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ''**حَتّٰی یَخْتَلِفَ اِثْنَانِ فِيْ الْفَرِیْضَةِ لَا یَجِدَانِ مَنْ یَّفْصِلُ بَیْنَهُمَا**'' کا زمانہ آ گیا ہے۔

عزیز گرامی قدر مفتی محمد سلمان منصور پوری سلمہ جو اِس سال (۴۳-۱۴۴۴ھ) اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں آئے ہیں، اور ''سراجی'' کا سبق اُن سے متعلق تھا، اُنہوں نے جماعت کے کچھ ہونہار طلبہ کی تربیت کی اور اپنے اَسباق کو اُن سے لکھوایا، جو ''سراجی'' کی شرح کی صورت میں سامنے آ گئی، یہ چیز اگر علم میراث میں اُستاذ کی مہارت اور طلبہ کی تربیت کے سلیقہ پر دلالت کرتی ہے، تو دوسری طرف تخصص فی الفقہ کے طلبہ کی لیاقت اور حصولِ علم کی سچی طلب پر بھی دلالت کرتی ہے۔

یہ فقیر اپنی بے بضاعتی کے باوجود بارگاہ رب العزۃ والجلال میں دعا گو ہے کہ اللہ موصوف کی اِس محنت کو قبول فرمائے، اُن کے علم میں برکت عطا فرمائے اور طالبانِ علوم نبوت کے لئے مفید سے مفید تر بنائے، آمین۔

(حضرت مولانا سید) ارشد مدنی (صاحب مدظلہم)

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

۲۰/ دسمبر ۲۰۲۲ء بروز منگل

تأثرات اور دعائیں:

مخدومِ گرامی قدر، نمونۂ اَسلاف حضرت مولانا

مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

علم الفرائض کو علومِ شرعیہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اِس علم کا تعلق حقوق العباد کی اَدائیگی سے ہے، جس میں کوتاہی کا اِرتکاب جرمِ عظیم اور موجبِ غضبِ الٰہی ہے، کسی بھی عالم دین اور بالخصوص مفتیانِ کرام کے لئے علم المیراث سے واقفیت انتہائی ضروری ہے۔ اِدھر درسِ نظامی میں ''علم الفرائض'' سے متعلق ''السراجی فی المیراث'' وہ اکلوتی کتاب ہے جو شامل نصاب ہے، اور تقسیم میراث سے متعلق تمام اُصول اور قواعد کو حاوی ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ اگر کتاب سمجھ کر پڑھی جائے اور طالب علم کو اِس فن سے مناسبت ہوجائے، تو انتہائی دلچسپ فن ہے، اور اگر گرفت میں نہ آسکے تو خالی ہاتھ، یہاں درمیان کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

پیش نظر کتاب مکرمی جناب مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری اُستاذ فقہ وحدیث دارالعلوم دیوبند کے درسی اِفادات کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے موصوف کو جس طرح تفہیم کی اعلیٰ صلاحیت سے نوازا ہے، اُس کا نمونہ اِس کتاب میں موجود ہے۔ اِس کتاب میں سراجی کے مضامین کو اِس قدر سہل کر دیا گیا ہے کہ اگر طالب علم اَب بھی نہ سمجھے تو اُسے خدا ہی سمجھے۔

حیرت اِس بات پر ہے کہ چار ماہ کی مختصر مدت میں مکمل سراجی کی تشریح، ترتیب اور کتابت کے مراحل سے گذرتے ہوئے اَب کتاب طباعت کے قریب ہے، اِس عمل میں جہاں مفتی صاحب زید مجدہم کی محنت وتوجہات کا بنیادی حصہ ہے، وہیں اُن کے تلامذہ میں مفتی محمد اُسامہ عظیم شاہجہاں پوری اور اُن کے رفقاءِ درس کی کاوش بھی قابلِ ستائش ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس محنت کو قبول فرمائے، اور طلبہ علوم کے لئے نافع بنائے، آمین۔

(حضرت مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی غفرلہ (صاحب)
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۱/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

تقریظ:

محترم المقام، مخدومِ معظم، حضرت الاستاذ

مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

عزیز محترم مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری اطال اللہ حیاتہ، سراجی پڑھاتے وقت آپ نے طلبہ کو جو اَمالی اور اِفادات لکھوائے ہیں، جن کو عزیزم اُسامہ عظیم شاہ جہاں پوری متعلم تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند نے یکجا کیا ہے، آپ نے مجھ ناچیز کو دیکھنے کے لئے دیا، آپ کے حکم کی تعمیل میں میں نے اول سے اخیر تک دیکھا، ماشاء اللہ آپ نے سراجی کو سمجھنا طلبہ کے لئے سہل بنادیا ہے۔

علم فرائض بلاشبہ بہت اہم علم ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے پڑھنے پڑھانے کی تاکید فرمائی ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ ''دنیا کے علوم میں سب سے پہلے یہ علم اُٹھایا جائے گا''۔ اور ایک دوسری حدیث میں یوں اِرشاد فرمایا کہ ''علم فرائض کو سیکھو؛ کیوں کہ یہ تمام علوم میں نصف علم کی حیثیت رکھتا ہے''۔ اِس لئے علماء نے اِس علم کے پڑھنے پڑھانے پر ہمیشہ لوگوں کو توجہ دلائی اور اس کے لئے محنتیں بھی کیں۔ الحمد للہ آج چودھویں صدی تک برابر اِس کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی کہ آپ کو سراجی کے املاء کرانے اور اِفادات کے

لکھوانے کے ذریعہ اُنہیں شہسواروں کے لشکر میں داخل فرمادیا، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت، کاوش اور عرق ریزی کو قبول فرمائے اور آپ کو اور عزیزم اُسامہ عظیم سلمہ کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور دونوں کے لئے ذریعہ آخرت بنائے، آمین۔

(حضرت مولانا) حبیب الرحمٰن خیرآبادی (صاحب) عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۸/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

تقریظ:

محترم المقام، محقق العصر

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی زید مجدہم

مفتی ومحدث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم، أما بعد!

دارمی شریف میں ایک جامع ترین روایت ہے، جونہایت اَہمیت کی حامل ہے، جس میں ہر قسم کے علومِ شرعیہ کی اَہمیت بیان کی گئی ہے، اورعلم فرائض اور میراث سے متعلق بہت ہی واضح اَلفاظ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کے دلوں سے علم میراث کی اَہمیت ختم ہوتی جائے گی؛ تا آں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس میں میراث کے مسائل بنانے والے نہیں ملیں گے؛ حتیٰ کہ جب دو وارث کے درمیان میراث کے حصوں سے متعلق اختلاف واقع ہوجائے تو اُن کے درمیان میراث کے صحیح مسائل بنا کر فیصلہ کرنے کے لئے کوئی عالم اور مفتی نہیں ملے گا، اختلاف جوں کا توں باقی رہ جائے گا۔ حدیث شریف حسبِ ذیل ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ، تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ؛ فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوْضٌ وَالْعِلْمُ سَيُقْبَضُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، حَتّٰى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِيْ فَرِيْضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا.

(أخرجه الدارمي في مسنده ۲۹۸/۱ رقم: ۲۲۷ دار المغني الرياض)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس اِرشاد کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں علم میراث کے ماہرین پیدا ہونے کے لئے ترغیب دی ہے؛ چناں چہ آج کے زمانے میں سند یافتہ مفتیانِ کرام بے شمار پیدا ہورہے ہیں؛ لیکن اگر میراث کا کوئی اہم مسئلہ سامنے آجائے، تو اُن کا حل کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اِسی لئے اِس دور میں اِس فن کو ترقی دینے کے لئے ہر ذمہ دار مفتیانِ کرام کو آگے بڑھنا چاہئے، اور رجال سازی کی کوشش کرنی چاہئے۔

ہمارے مولانا مفتی محمد سلمان صاحب قاسمی منصور پوری دامت برکاتہم العالیہ احقر کے ساتھ لگ بھگ ۳۳ رسال تک دارالعلوم ثانی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے دارالافتاء کی ذمہ داری اَدا کرچکے ہیں، اور اِس اثناء میں اُن کے اندر الحمدللہ رجال سازی کی بہترین مہارت پیدا ہوچکی ہے، اور اِسی سال شوال (۱۴۴۳ھ) سے اُم المدارس دارالعلوم دیوبند میں اُن کا تقرر عمل میں آیا ہے، اور اُن کو ترمذی شریف کا ایک حصہ اور ہدایہ آخرین کے ساتھ ساتھ سراجی اور رسم المفتی پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اور اُنہوں نے شروع ہی سے سراجی کا درس اِس انداز سے دیا ہے کہ الحمدللہ درس پورا ہونے کے ساتھ ساتھ حل کتاب کے لئے ایک عمدہ ترین شرح بھی اللہ کے فضل سے تیار ہوگئی ہے۔

یہ مفتی صاحب کی طرف سے بہترین مہارت اور رجال سازی کا نمایاں نمونہ ہے، جب مفتی صاحب کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں ہوا، تو احقر نے دارالعلوم دیوبند کے بعض اَساتذہ اور بعض ہم درس ساتھیوں سے کہا تھا کہ ’’دارالعلوم دیوبند کو ماشاءاللہ ایک بہتر اور مناسب آدمی میسر ہوگیا ہے‘‘۔ الحمدللہ ابھی چھ مہینے نہیں گذرے ہیں کہ اِس کا ایک نمونہ ’’سراجی‘‘ کی شرح کی شکل میں جلدی ہی ظاہر ہوگیا ہے۔

احقر نے اِس شرح کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے، ماشاءاللہ نفس کتاب کے حل کرنے میں کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اور مفتی صاحب میں ایک خوبی اللہ نے نمایاں طور پر یہ رکھی ہے کہ وہ کوئی بھی علمی کام اور قیمتی باتوں کو وقتی طور پر بیان کر کے ضائع ہونے نہیں دیتے؛ بلکہ ہر بات کو کاپی یا موبائل میں فوری طور پر محفوظ کر لیتے ہیں، اور اِس طریقے سے اُن کی کئی کتابیں خود بخود تیار ہوگئی ہیں۔

احقر اُمید کرتا ہے کہ مفتی صاحب کی سراجی پر یہ کاوش ناظرین کے لئے میراث کے مسائل حل کرنے کے واسطے ایک مقبول ترین گلدستہ کی شکل میں نمایاں ہوگی۔

احقر دل کی گہرائیوں سے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو مبارک باد پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اِس محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اور اپنی شایانِ شان جزائے خیر سے مالا مال فرمائے، اور اِس کتاب کو مفتی صاحب اور اُن کے والدین واَساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے، آمین۔ والسلام

(حضرت مولانا مفتی) شبیر احمد قاسمی (صاحب)

خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۸ر ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۵ر اکتوبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدِّمة

اِسلام کا عادلانہ نظامِ وراثت

تحریر:

(مفتی) محمد سلمان منصورپوری

اُستاذِ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ ''اِسلام'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا نازل کردہ ''دین برحق'' ہے، اُس کے تمام بنیادی اَحکام وہدایات دائمی، مستحکم اور نا قابلِ ترمیم ہیں۔ یہ دین کسی مخلوق کی جانب سے جاری نہیں کیا گیا کہ جب چاہیں حسبِ ضرورت تبدیلی کرلی جائے، اورنئی بات طے کرلی جائے؛ بلکہ ہما شما تو دُور رہے۔ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنی طرف سے دین میں تبدیلی کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اِرشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآئَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ. (یونس: ۱۵)

''اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے (یعنی دوبارہ زندگی کے قائل نہیں ہیں) وہ کہتے ہیں کہ اِس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آیئے، یا اِس میں اپنی طرف سے تبدیلی کردیجئے، تو اے پیغمبر علیہ السلام! آپ اُن کو جواب دے دیجئے کہ اِس میں مجھے اپنی جانب سے تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں ہے، میں تو صرف اُسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے، اور اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے عظیم دن (قیامت) کے عذاب کا ڈر ہے''۔

اَب بہت سے اَحکام تو وہ ہیں جن کا اُصولی طور پر اِجمالاً قرآنِ کریم میں ذکر کردیا گیا، اور اُن کی تفصیلات اَحادیثِ شریفہ میں بیان کی گئی ہیں؛ جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے مسائل ہیں، یا مالی معاملات وغیرہ سے متعلق ہدایات ہیں۔

لیکن جس معاملے میں نزاکت زیادہ تھی، اور معاشرہ میں انتشار اور اختلاف کا اَندیشہ تھا اور جس کے بارے میں دورِ جاہلیت میں حق تلفیاں بہت عام تھیں، یعنی آدمی کے انتقال کے بعد اُس کے چھوڑے ہوئے مال (ترکہ) کی تقسیم کا معاملہ، تو اُس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مکمل تفصیلات نہایت جامع اور مانع انداز میں قرآنِ کریم کی آیات میں ذکر فرمائی ہیں؛ تاکہ ترکہ کے سبھی حق داروں کو بلا کم وکاست اُن کا حق پہنچے اور رشتہ داروں میں باہم تعلقات اُستوار رہیں۔

چناں چہ قرآنِ کریم میں پوری تفصیل کے ساتھ وراثت سے متعلق مسائل واَحکام بیان کئے گئے ہیں، اور وہ اتنے واضح ہیں کہ اُن میں قیاس واجتہاد کی ضرورت بھی نہیں، اور اُن میں دو چار مسائل کے علاوہ سبھی مسائلِ میراث قرآنی آیات سے ماخوذ ہیں؛ تاکہ کسی خود غرض کو کسی بھی سطح پر کسی مستحق کی حق تلفی کا موقع ہی نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ وراثت کے مسائل میں اُمت کے درمیان زیادہ تر اتفاق پایا جاتا ہے، اور جن مسائل میں قدرے اختلاف ہے، وہ بہت ہی قلیل ہیں، جنہیں اُنگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔

اِس کے برخلاف دنیا کے دیگر مذاہب اور تہذیبوں میں وراثت کے متعلق جو صراحتیں موجود ہیں، وہ اکثر نامکمل اور غیر منصفانہ ہیں، جن کے کچھ نمونے ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

فراعنہ مصر کے دور میں نظامِ وراثت

مصر میں ایک لمبے عرصہ تک فرعونیوں کا اقتدار رہا، اُن کے زمانے میں توریث کا نظام کچھ اِس طرح تھا:

الف:- مذکر اور مؤنث سب کو برابر حصے دیئے جاتے تھے، اور کوئی بھی مذکر کسی مؤنث کے لئے حاجب نہیں بنتا تھا۔

ب:- وہ اُن پوتوں کو وراثت میں سے حصہ دینے کے قائل تھے جن کے باپ کا دادا

کی حیات میں انتقال ہوجاتا۔

ج:- وہ وراثت میں میت کی فروع یعنی اَولاد در اَولاد کو مقدم رکھتے تھے، اُن کی موجودگی میں باپ دادا کا حصہ نہ تھا۔

د:- وہ میاں بیوی کے آپس میں وارث بنانے کے قائل نہ تھے۔

ہ:- اُن کے نظام میں ہر شخص کو اپنے کل یا بعض مال میں وصیت کرنے کا مطلق اختیار حاصل تھا۔ (تلخیص: مقدمہ شریفیہ ص: ۸-۹)

ہندومت میں وراثت کا نظام

ہندؤوں کی پرانی مذہبی کتابوں اور ''ویدوں'' میں وراثت کا کوئی باقاعدہ نظام پیش نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ بہت بکھری ہوئی باتیں مختلف ماٰخذ میں پائی جاتی ہیں؛ البتہ متعدد منتروں اور اُشلوکوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت اپنے ماں باپ اور شوہر کی جائیداد میں وراثت کی حق دار نہیں ہے، بس وہ اُسی مال کی حق دار ہے، جو اُسے شادی وغیرہ کے موقع پر تحفہ میں دیا گیا ہو؛ البتہ کنواری لڑکیوں کے لئے حسبِ ضرورت مال دینے کی بات ''رگ وید'' میں لکھی گئی ہے۔

اور ''منوسمرتی'' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ''ماں کے مرنے کے بعد سبھی سگے بھائی اور کنواری بہنیں ماں کے ترکے اور مال کو برابر تقسیم کرلیں''۔ (ماخوذ: اِسلام اور ہندو دھرم کا مطالعہ ص: ۴۲۶-۴۳۰)

چوں کہ ہندؤوں کے مذکورہ نظام میں کوئی توازن اور ترتیب نہ تھی، اِس لئے ۱۹۵۶ء میں انڈین پارلیمنٹ نے ''ہندو قانونِ وراثت'' کے نام سے ایک ایکٹ منظور کیا، جس میں مردوں کے معاملے میں یہ قانون بنایا گیا کہ ''میت کے درجہ اول (اَولاد) کے متعدد ورثہ ہوں، تو اُن کو برابر حق دیا جائے گا، اور جس بیٹے کا انتقال باپ کی زندگی میں ہوگیا ہو، اُس کی بیوہ کو وراثت کا حق نہ ہوگا۔ اور اگر درجہ اول کے ورثہ نہ ہوں، تو بالترتیب ترکہ کی تقسیم درج ذیل ورثہ میں ہوگی: (۱) باپ (۲) پوتی کا بیٹا (۳) پوتی کی بیٹی (۴) بھائی (۵) نواسے کا بیٹا (۶) نواسے کی بیٹی (۷) نواسی کا بیٹا (۸) بھتیجا (۹) پوتا''۔

اورخواتین کے معاملے میں یہ قانون بنایا گیا کہ ''اُس کے چھوڑے ہوئے مال میں اُس کی تمام نرینہ اور مؤنث اَولاد اور شوہر مستحق ہوں گے، اور اگر شوہر نہ ہو تو اُس کے ورثہ مستحق ہوں گے۔ اِسی طرح اگر ماں باپ نہ ہوں تو اُن کے ورثہ مستحق ہوں گے''۔

اِس ایکٹ میں موانع اِرث میں قتل اور اختلافِ دین کو شامل کیا گیا ہے۔

نیز اِس ایکٹ میں ۲۰۰۵ء میں ایک ترمیم اور لائی گئی، جس میں کنواری اور شادی شدہ دونوں طرح کی لڑکیوں کو مورث کے ہر طرح کے ترکہ میں برابر حصے داری کی بات کہی گئی ہے۔

(تلخیص: ہندو قانونِ وراثت/ بحوالہ: ویکی پیڈیا، آزاد دائرۃ المعارف)

اِن نئے قوانین اور ترمیمات کے باوجود ابھی بھی اِس معاملے میں بہت تشنگی پائی جاتی ہے، جو جانکار حضرات سے مخفی نہیں ہے۔

وراثت؛ یہودی معاشرہ میں

یہودی مذہب میں وراثت کا نظام اِس طرح تھا:

الف:- وارثین میں مردوں کو عورتوں پر مطلقاً ترجیح ہوتی تھی، مثلاً: اگر میت کا لڑکا اور لڑکی موجود ہو تو کل وراثت لڑکے کو ملتی تھی، اور لڑکی محروم رہتی تھی۔

ب:- بیوی کا شوہر کے مال میں کوئی حق نہ تھا، جب کہ شوہر اَولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوی کے سارے مال کا اکیلا مستحق ہوتا تھا، اور اَولاد ہونے کی صورت میں بھی اُس کو ترجیح ہوتی تھی۔

ج:- اُن کے نظام میں اَولاً فروع یعنی اَولاد در اَولاد کو وراثت دی جاتی تھی، وہ اگر نہ ہوں تو اُصول یعنی آباء واَجداد کو حق ملتا تھا۔

د:- اَولاد میں بڑے بیٹے کو دوگنا حصہ دیا جاتا تھا۔

ہ:- جن پوتوں کے والد دادا کی حیات میں انتقال کر جاتے تو اُن پوتوں کو بھی دادا کی وراثت میں حق دار مانا جاتا تھا، وغیرہ۔

و:- اُن کی نظر میں وصیت کا نظام نہ تھا۔ (تلخیص: مقدمہ شریفیہ ص: ۱۸-۱۹)

عیسائیوں میں وراثت کا نظام

موجودہ انجیل میں اگر چہ الگ سے وراثت کے متعلق تصریحات نہیں ملتیں؛ لیکن بعد میں خود عیسائی مذہبی اِداروں نے کچھ ضوابط متعین کئے ہیں؛ چناں چہ بازنطینی کلیسائی وراثتی نظام کے چند اہم نکات یہ ہیں:

الف:- اَولاد میں مذکر ومؤنث کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔

ب:- اگر اَولاد ایک سے تین تک ہوں، تو بیوی کو ایک بٹا چار حصہ ملے گا، اور اگر اَولاد کی تعداد چار ہو، تو بیوی کو ایک بٹا پانچ ملے گا، اور اگر اَولاد پانچ ہوں، تو بیوی کو ایک بٹا چھ ملے گا؛ گویا کہ تین سے زائد اَولاد ہونے کی شکل میں بیوی کو اَولاد کے برابر ہی حصہ ملے گا۔

ج:- اگر میت کی کوئی اَولاد نہ ہو؛ لیکن دیگر اَقارب موجود ہوں تو بیوی کو آدھا مال ملے گا۔ اور اگر اَقارب موجود نہ ہوں تو بیوی پورے مال کی مستحق ہوگی۔

د:- اور جو ضابطے بیوی کے بارے میں ہیں وہی شوہر کے بارے میں بھی ہیں۔

ہ:- اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو پورا ترکہ کلیسا کو دے دیا جائے گا۔ اِسی طرح راہبین اور پادریوں کا ترکہ بھی کلیسا کو جائے گا۔

و:- اگر میت نے اپنے وارث یا غیر وارث کے لئے کوئی وصیت کی ہے تو وہ بہر حال معتبر ہوگی، اور اُس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا۔ (تلخیص: الفرائض والمواریث/للشیخ محمد الزحیلی ص: ۲۳-۲۵)

وراثت؛ عرب کے دورِ جاہلیت میں

عرب میں اِسلام سے پہلے کے دور میں وراثت کی بنیاد تین چیزیں تھیں: (۱) نسبی قرابت (اِس سے مراد میت کی طرف منسوب بالغ اَولاد لی جاتی تھی؛ خواہ وہ نکاح سے پیدا شدہ ہو یا بدکاری سے) (۲) تبنی (لے پالک بنانا) (۳) تحالف (یعنی موالات)

الف:- نسب میں صرف مردوں کو حصہ دیا جاتا تھا، اور عورتیں محروم رکھی جاتی تھیں، اور وجہ یہ بیان کی جاتی تھی کہ مرد جنگیں لڑ سکتے ہیں اور عورتیں نہیں لڑ سکتیں۔

ب:- اور جو لڑکا پسند آجاتا اور اُس سے خاندان کو تقویت کی اُمید ہوتی تو اُسے بے تکلف متبنّی بنالیا جاتا، اور حقیقی بیٹے کی طرح اُسے وراثت کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔

ج:- اِسی طرح اُس معاشرہ میں تحالف اور موالاۃ بھی استحقاقِ وراثت کا ایک اہم سبب سمجھا جاتا تھا کہ دولوگ آپس میں یہ عہد کرلیتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے مالی اور جنایتی حقوق کے ذمہ دار ہوں گے، اور باہم وارث بنیں گے۔ (تلخیص: مقدمہ شریفیہ ص: ۲۰-۲۱)

لیکن دورِ جاہلیت میں تقسیم وراثت کے سلسلے میں بڑی بے احتیاطی اور ظلم وتعدی کا دور دورہ تھا، عموماً مورث کی وفات کے بعد اُس کا مال جس رشتہ دار کے ہاتھ لگتا، وہی اُس کو ہڑپ کرجاتا تھا، بالخصوص یتیموں کی حق تلفی بہت عام تھی۔ عموماً بڑا بیٹا یا بڑا بھائی سارے مال پر خود قابض ہوجاتا تھا اور چھوٹوں کو محروم کردیتا تھا۔

اِسلام کا عادلانہ نظام

تو اِسلام نے مذکورہ بالا غیر منصفانہ اور غیر متوازن مروجہ نظاموں کے برخلاف اِنسانیت کے سامنے بتدریج تقسیم ترکہ کا نہایت بہترین عادلانہ نظام پیش کیا۔

اَولاً یہ حکم دیا گیا کہ ہر شخص اپنی وفات سے قبل خود ہی اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے حسبِ صواب دید اپنے مال کی وصیت کرکے جائے۔ اِرشاد ہوا:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا، الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ. (البقرة: ۱۸۰)

تم پر جب کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے، اگر اُس نے مال چھوڑا ہو، تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے پر وصیت کرنا لازم ہے، اور یہ تقویٰ والوں پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اُس کے بعد ''سورۂ نساء'' میں ایک اِجمالی حکم دیا گیا:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَّفْرُوضًا. [النساء: ۷]

مردوں کے لئے حصہ ہے اُس مال میں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں، اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اُس مال میں جو والدین اور قریبی اعزہ چھوڑ کر جائیں، چاہے وہ مال کم ہو یا زیادہ اور وہ حصہ طے شدہ ہے۔

اور اخیر میں ''سورۂ نساء'' کی دو طویل آیتوں میں تمام حصہ داروں کے حصے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کردئے گئے۔ اَب اُن میں اپنے طور پر کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ آیات درج ذیل ہیں:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ، وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ، فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ، آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ، لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا، فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا.

اللہ تعالیٰ تمہاری اَولاد کے حق میں تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے، ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، پھر اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے لئے ترکہ میں دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے۔ اور اگر میت کی اولاد ہے تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے، پھر اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے، اس کی وصیت یا قرض کی ادائیگی کے بعد، تمہارے باپ یا تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہیں زیادہ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ، وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ، وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلَالَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ، فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ، غَيْرَ مُضَارٍّ، وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ. تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (النساء: ۱۱-۱۳)

نفع پہنچانے والے ہیں، اللہ کی طرف سے یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے، بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصہ تمہارا ہے، بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو انہوں نے کی ہو، اور ان کے قرض کی ادائیگی کے بعد تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔ اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ اس کا ایک چوتھائی ان (بیویوں) کا ہے، بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد ان کو تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں، نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن (ماں شریک) زندہ ہو تو اُن میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو اس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس

نے کسی کونقصان نہ پہنچایا ہو یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔ یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ اوراس کے رسول کے حکم پر چلے (اللہ) اسے بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

میراث ہی سے متعلق ایک خاص صورت ''سورۂ نساء'' کی آخری آیت میں بیان کی گئی ہے کہ اگر مورث کے باپ یا اَولاد نہ ہو، مگر اُس کے حقیقی بھائی بہن موجود ہوں، تو میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ تو اِس کی وضاحت اِس طرح کی گئی۔ ملاحظہ ہو:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ، اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ، وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ، وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا، وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (النساء: ١٧٦)

تجھ سے حکم دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مرجائے جس کی اولاد نہ ہو اور اسکی ایک بہن ہو تو اسے اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا، اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا اس صورت میں کہ بہن کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر دو بہنیں ہوں تو انہیں کل ترکہ میں سے دو تہائی ملے گا، اور اگر چند وارث بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ملے گا، اللہ تم سے اس لئے بیان کرتا ہے؛ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اِس تفصیل کے ساتھ وارثین کے حصے بیان کرنا صرف اِسلام ہی کا امتیاز ہے، ورنہ دنیا میں موجود کسی بھی مذہب میں وراثت کے متعلق ایسی تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ اور خاص بات یہ

بھی ہے کہ شریعت کی نظر میں وراثت کے مال میں وارثین کی ملکیت غیر اختیاری طور پر جبراً آ جاتی ہے، اُسے کوئی روک نہیں سکتا، اور یہ کسی کی مرضی پر موقوف نہیں ہے۔

اَولاد کے درمیان برابری کی تاکید

اِسلام کی ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ ماں باپ اپنی اَولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں، اور بلاوجہ اُن کے درمیان تفریق نہ کریں، اور اگر زندگی میں لین دین کا موقع آئے تو سب اَولاد کے ساتھ مساوات کا معاملہ کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی تشریف لائے، اُن کے ایک صاحب زادے دوسری بیوی سے تھے، اُن کی دوسری بیوی نے ان پر دباؤ ڈالا کہ آپ اپنا غلام اُن کے نام کر دیجئے، اُن کی دیگر اَولاد دوسری بیوی سے بھی تھی، بیوی نے کہا کہ میں ایسے نہیں مانوں گی؛ بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں جا کر حضرت کو گواہ بنائیں کہ ہم نے غلام اُس کے نام کر دیا، ان صحابی کا نام بشیرؓ تھا اور بچے کا نام نعمانؓ تھا؛ چناں چہ وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بچے کو لے کر پہنچ گئے، اور عرض کیا کہ حضرت میں اس کے نام غلام کرنا چاہتا ہوں آپ گواہ بن جائیں، حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہاری اور اولاد بھی ہیں؟ کہا کہ: ''ہاں ہے''! تو آپ نے فرمایا کہ: ''کیا تم نے دیگر بچوں کو بھی اِسی طرح ہبہ کیا ہے''؟ تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''نہیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلاَ أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ.

اللہ سے ڈرو! اور اولاد کے درمیان عدل سے کام لو، اور (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ) اور میں ظلم پر گواہ بننا نہیں چاہتا۔

(مسلم شریف ۳۶/۲، رقم: ٤٠٥٩، تکملہ فتح الملهم ٧٤/٢، تفسير ابن كثير ٤٠٦)

اور فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر زندگی میں اپنے مال کو تقسیم کرنا چاہے تو لڑکوں

اور لڑکیوں کو برابر دے، یہ نہیں کہ لڑکوں کو زیادہ اور لڑکیوں کو کم؛ بلکہ دونوں کو برابر دینا چاہئے، مرنے کے بعد تو فرق ہے مگر زندگی میں سب برابر ہیں۔ (تکملہ فتح الملہم ۲/۶۷، فتاویٰ ہندیہ ۴/۳۹۱، قاضی خاں علی الہندیہ ۳/۲۷۹، ردالمحتار ۸/۵۰۲ زکریا، عمدۃ القاری ۶/۱۴۶ بیروت)

نیز مرنے کے بعد جو لوگ وارث بننے والے ہیں، مورث کا اُن میں سے کسی کو قصداً محروم کرنے کا اِرادہ کرنا بھی شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواه ابن ماجة، مشكاة المصابيح ١/٢٧٣)

جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کے حصہ سے محروم فرمادیں گے۔

وارث کو محروم کرنے کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ آدمی اپنی جائیداد زندگی ہی میں فروخت کرکے اُس کا پیسہ دوسری جگہوں پر لگادے، یا کسی اور کو ہبہ کرکے قابض بنادے وغیرہ، تو یہ سب باتیں شریعت میں پسندیدہ نہیں ہیں؛ بلکہ جس کا جو حق شریعت میں بنتا ہے وہ پہنچانے کی فکر ہونی چاہئے۔

تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اگر اَولاد اور وارثین کے درمیان حقوق کی برابر اَدائیگی کی جاتی ہے، تو اُن کے درمیان اِتحاد و اِتفاق اور خیرخواہی کی فضا قائم رہتی ہے، اور جب اس کی رعایت نہیں رکھی جاتی تو والدین کی زندگی ہی سے آپس میں ناچاقی شروع ہوتی ہے، اور والدین کے اِنتقال کے بعد آپسی نزاع کا بڑا سبب بن جاتی ہے۔

اِسی طرح باپ کے ترکہ میں بہنوں کا حق حساب لگاکر دینا چاہئے، جہیز دینے سے بہن کا حق منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد میں سے ساقط نہیں ہوسکتا۔ عام طور پر بھائیوں کی شرما حضوری میں بہنیں اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتیں، تو اس کی وجہ سے ان کا حق ختم نہیں ہوجاتا؛ اس لئے بھائیوں کو خود آگے بڑھ کر ان کے حقوق اَدا کرنے چاہئیں؛ تاکہ آپس میں محبتیں برقرار رہیں اور خاندانوں اور نسلوں میں جوڑ قائم رہے۔

وارثین کے حق میں وصیت معتبر نہ ہونے کی وجہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر برملا یہ اعلان فرمایا کہ: ''إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ قَدْ أَعْطىٰ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر حق کا حق متعین فرمادیا ہے؛ لہٰذا اَب کسی وارث حقیقی کے حق میں کسی وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔ اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وارثین کے حق میں وصیت معتبر ہوگی تو پھر ہر وارث کے جو حصے متعین کئے گئے ہیں، وہ سب بے معنی ہوجائیں گے؛ اِس لئے کہ کوئی بھی بدنیت وارث مورث سے اپنے حق میں وصیت کرالے گا، اور دوسرے ورثہ کے حصوں میں کمی ہوجائے گی۔ اِس لئے اِس بدعنوانی کا دروازہ ہی شریعت نے بند کردیا ہے؛ البتہ اگر دیگر ورثہ بخوشی راضی ہوں، تو اُن کو اختیار ہوتا ہے؛ اِس لئے کہ یہ حکم خاص طور پر دیگر ورثہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہی دیا گیا ہے۔

لاوارث شوہر کی بیوی کے لئے وصیت

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے لئے کل مال کی وصیت کرے اور بیوی کے علاوہ اُس کے دیگر وارثین موجود ہوں، تو بیوی کے حق میں اُس کی وصیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا؛ لیکن اگر بیوی کے علاوہ اُس کا کوئی وارث زندہ موجود نہ ہو، تو یہ وصیت نافذ ہوگی، اور بیوی کو وراثت کا شرعی حق بھی ملے گا، اور جتنے مال کی وصیت کی ہے وہ بھی ملے گا۔

اِسی طرح اگر بیوی شوہر کے لئے وصیت کرے، اور اُس کا شوہر کے علاوہ کوئی وارث زندہ نہ ہو، تو بیوی کا سب مال شوہر کو ملے گا، نصف بطور وراثت اور نصف بطور وصیت؛ اِس لئے کہ اِس وصیت کی تعمیل میں کسی دوسرے وارث کی حق تلفی لازم نہیں آرہی ہے۔

امرأة هلكت وتركت زوجًا لا وارث لها غيره – إلىٰ قوله – فإن كانت

أوصت للزوج بنصف المال، فالمال كله للزوج النصف بحكم الإرث، والنصف بحكم الوصية. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الوصايا / الفصل السادس والثلاثون ١٦٢/٢٠ رقم: ٣٢٨٨٨ زكريا)

قال في الزيادات: في امرأة لا وارث لها إلا زوجها، فأوصت له بنصف مالها؛ فإنه يأخذ النصف بالميراث ثم النصف الباقي بالوصية. (المبسوط للسرخسي، كتاب الوصايا / باب الوصية بأكثر من الثلث لوارث فيجيز ذلك بعد الورثة ٢/٢٩ دار الكتب العلمية)

حتى لو أوصى لزوجته أو هي له ولم يكن ثمة وارث آخر تصح الوصية.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٤٧/١٠ زكريا، ٦٥٦/٦ كراچی)

فن فرائض کی تعریف

ترکہ میں وارثین کے حقوق جاننے کے لئے جن فقہی اورحسابی اُصول وقواعد کی ضرورت پڑتی ہے، اُن کو جاننے کا علم ''علم الفرائض'' ہے۔

(گویا کہ بقدرِ ضرورت حساب (جمع، ضرب، تقسیم وغیرہ) جاننے کے ساتھ ساتھ تقسیم میراث کے فقہی اُصول وضوابط (مثلاً: موانع اِرث، حجب، اَسباب میراث، ذوی الفروض اور اُن کے حالات، عصبات، ذوی الارحام وغیرہ) کو جاننا علم فرائض کہلایا جاتا ہے)

هي العلم بأصول من فقه وحساب تعرف حق كل من التركة (الدر المختار) ولا يخفى أن من تلك الأصول الموصوفة بما ذكر الأصول المتعلقة بالمنع من الميراث والحجب؛ بل هي العمدة في ذلك إذ بدونها لا تعرف الحقوق، ولذا قالوا: من لا مهارة له بها لا يحل له أن يقسم فريضة ودخل فيها معرفة كون الوارث ذا فرض أو عصبة أو ذا رحم، ومعرفة أسباب الميراث والضرب والتصحيح والعول والرد وغير ذلک، فافهم. (رد المحتار مع الدر المختار / كتاب الفرائض ٤٨٩/١٠-٤٩١ زكريا)

''علم الفرائض'' کا موضوع

فن فرائض کا موضوع مورث کا چھوڑا ہوا مال (ترکہ) ہے، یعنی اِس فن میں اَصل بحث کا موضوع یہی ہوتا ہے کہ میت نے کتنا مال چھوڑا اور اُس کا مستحق کون ہے۔

وموضوعه: التركات. (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩١ زكريا)

''علم الفرائض'' کے اُصول (ماٰخذ)

علم الفرائض کے اُصول یعنی ماٰخذ ومصادر تین ہیں:

(۱) کتابُ اللّٰہ:- چناں چہ میراث کے اکثر احکام آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہیں۔

(۲) سنتِ رسول اللّٰہ:- جیسا کہ نانی کے مستحق وارث ہونے کا حکم۔

(۳) اِجماعِ اُمت:- جیسا کہ دادی کے بارے میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسے قبول کیا۔

گویا کہ علم الفرائض کا سارا مدار دلائلِ نقلیہ پر ہے، اُس میں قیاس واجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔

وأصوله ثلاث: الكتاب والسنة في إرث أم الأم بشهادة المغيرة وابن سلمة وإجماع الأمة في إرث أم الأب باجتهاد عمر رضي الله عنه الداخل في عموم الإجماع، وعليه الإجماع، ولا مدخل للقياس هنا. (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩١-٤٩٢ زكريا)

''علم الفرائض'' کی غرض وغایت

علم الفرائض کو باقاعدہ مدون کرنے اور پڑھنے پڑھانے کی غرض وغایت یہ ہے کہ ترکہ کے حق داروں تک اُن کے حقوق کو پہنچایا جائے، اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ ہر ایک وارث کا حصہ متعین طور پر بتایا جائے۔

وغايته: إيصال الحقوق لأربابها. (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٤٩١ زكريا)

''علم الفرائض'' کے اَرکان

علم الفرائض کے اَرکان تین ہیں:

(۱) وارث:- یعنی جو شخص ترکہ کا مستحق بن رہا ہے۔

(۲) موَرِث:- یعنی جس شخص کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۳) موروث:- یعنی وہ ترکہ جسے تقسیم کرنا ہے۔

پورا علم الفرائض اِنہی تین اَرکان کے اِردگرد گھومتا ہے۔

وأرکانه ثلاثة: وارث، مورث، وموروث. (رد المحتار / کتاب الفرائض ۱۰/۴۹۱ زکریا)

''علم الفرائض'' کی شرائط

علم الفرائض میں تقسیم ترکہ کی کارروائی شروع کرنے کے لئے اَولاً تین باتوں کا پایا جانا شرط ہے:

(۱) مورث کی موت (خواہ حقیقی ہو یا حکمی (جیسے مفقود کے متعلق قاضی موت کا فیصلہ کردے) یا تقدیری اور فرضی ہو (جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ کو ماردینا، جس کے بدلے میں ایک غلام جنایت کرنے والے پر لازم ہوتا ہے، پھر وہ غلام اُس بچہ کا ترکہ شمار ہوتا ہے)

(۲) مورث کی وفات کے وقت وارث کا باحیات ہونا، خواہ حقیقی طور پر ہو یا حکمی طور پر (جیسے مورث کی وفات کے وقت اُس کی منکوحہ کے پیٹ میں حمل ہونا وغیرہ)

(۳) وارث کی وراثت کی جہت کو جاننا (یعنی یہ معلوم ہونا کہ کون سا وارث کس رشتہ کی بنیاد پر ترکہ کا مستحق بن رہا ہے)

جب مذکورہ بالا تین شرطیں متحقق ہوں گی، تو ہی تقسیم ترکہ کی کارروائی آگے بڑھے گی۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقة أو حکمًا، کمفقود أو تقدیرًا،

كجنين فيه غرة، ووجود وارثه عند موته حيًا حقيقةً أو تقديرًا، كالحمل، والعلم بجهة إرثه. (رد المحتار / كتاب الفرائض ٤٩١/١٠ زكريا)

وراثت کے اَسباب

شریعت میں وراثت کے اَسباب کل تین ہیں:

(۱) زوجیت:- یعنی میاں بیوی کا ایک دوسرے کا وارث ہونا۔

(۲) قرابت:- یعنی نسبی رشتہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کا وارث بننا، جیسے: باپ، بیٹا وغیرہ۔

(۳) ولاء:- یعنی ولاء عتاقہ (آزاد کرنے) یا ولاء الموالاۃ (آپس میں معاہدہ کرنے) کی بنیاد پر وارث ہونا)۔

اور اگر مذکورہ اَسباب میں سے کوئی سبب والا وارث موجود نہ ہو، تو ترکہ بیت المال (یا ملی تنظیم) کو دیا جاتا ہے، وہ حق وراثت کے طور پر نہیں؛ بلکہ لاوارث ہونے کے اعتبار سے دیا جاتا ہے۔ (أحکام الترکات والمواریث/للشیخ ابوزہرۃ ۷۹-۸۰)

’’ترکہ‘‘ کی تعریف

’’ترکہ‘‘ کے لغوی معنی ’’چھوڑی ہوئی چیز‘‘ کے آتے ہیں۔ اور اِصطلاحی طور پر اِس کا اِطلاق اُس مال پر ہوتا ہے جو میت کسی غیر کے حق سے تعلق کے بغیر چھوڑ کر جاتا ہے۔ اور اِسی کے ضمن میں قتل خطا کی وجہ سے واجب دیت اور قتل عمد سے صلح کے طور پر حاصل شدہ مال وغیرہ کو بھی حکماً ترکہ میں داخل مانا جاتا ہے۔

واصطلاحًا: ما بقي بعد الميت من ماله صافيًا عن تعلق حق الغير بعينه. ويدخل فيها الدية الواجبة بقتل الخطاء وبالصلح عن دم العمد وبانقلاب القصاص مالاً (كما في الذخيرة) فهي تركة حكمًا. (حاشية السراجي / لملا نظام الدين الكيرانوي ص: ٨ مكتبة الاتحاد ديوبند)

ترکہ کے منافع کا حکم

اگر مورث کے انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم سے پہلے وارثین کی آپسی رضامندی سے اُس مال کو کسی کاروبار میں لگایا گیا، تو اُس میں جو بھی نفع حاصل ہوگا وہ سب ترکہ میں شامل ہوکر تمام وارثین کو حسب حصص شرعیہ ملتا رہے گا؛ خواہ وہ وارثین محنت میں عملاً شریک ہوں یا نہ ہوں؛ حتیٰ کہ اُس نفع میں بیٹیاں بھی حق دار ہوں گی؛ کیوں کہ یہ صورت ''شرکت اَملاک'' کی ہے، اِس میں ہر شریک کا بذاتِ خود حصہ لازم نہیں ہوتا۔

وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي. (شامي ٢/٦ ٥٠ زكريا، ٣٢٥/٤ كراچى)

يقع كثيرًا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة، ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره، وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة، ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون الشركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة خلافا لما أفتى به فى زماننا من لا خبرة له بل هي شركة ملك كما حررته فى تنقيح الحامدية، ثم رأيت التصريح به بعينه في فتاوى الحانوتي: فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية، وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابًا كما أفتى به في الخيرية. (شامي ٤٧٧/٦-٤٧٨ زكريا، ٣٠٧/٤ كراچى)

البتہ اگر ترکہ کی تقسیم سے پہلے کوئی ایک وارث دوسروں کی اِجازت کے بغیر متروکہ مال میں سے کچھ مقدار لے کر اپنا کاروبار الگ کرنے لگے، تو ایسی صورت میں نفع ونقصان کا ذمہ دار

وہی وارث ہوگا، دیگر وارثین نہ نفع میں شریک ہوں گے اور نہ نقصان کے ضامن ہوں گے؛ لیکن اُس نے بلا اِجازت جو نفع کمایا ہے، اگر دیگر وارثین اُس پر راضی نہ ہوں تو اُس کا صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ (اِمداد الفتاویٰ جدید مطول حاشیہ ۹/۵۹۰ زکریا)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين، وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح، وكذا لو باشر العمل والسعي وصي القاصر فليس للأم وللورثة الكبار طلب حصتهم من الربح، حامدية: والأصل في هذا أن الغاصب والمستودع إذا تصرف في المغصوب والوديعة فالربح له لا للمالك. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/٦١٠ رقم المادة: ١٠٩٠)

مورث کے جاری کاروبار میں ترکہ کا حکم

جو کاروبار باپ نے اپنے سرمایے سے شروع کیا ہو، اور اَولاد کا ذاتی سرمایہ اُس میں شامل نہ ہو، تو ایسی صورت میں اگرچہ باپ کی زندگی میں کسی ایک بیٹے نے پورا کاروبار سنبھال رکھا ہو، پھر بھی اُس کاروبار پر پوری ملکیت باپ کی قرار دی جائے گی۔ اور اِسی حال میں اگر باپ کا انتقال ہوجائے تو اُس کاروبار اور اُس سے حاصل شدہ منافع کو باپ کا ترکہ قرار دیا جائے گا، جس میں سب وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے، کسی ایک لڑکے کو پورے کاروبار پر ملکیت کے دعویٰ کا حق نہ ہوگا۔

إذا عمل رجل في صنعة هو وابنه الذي في عياله فجميع الكسب لذلك الرجل، وولده يعد معينًا له، فيه قيدان احترازيان كما تشعر عبارة المتن. الأول: أن يكون الابن في عيال الأب. الثاني: أن يعملا معًا في صنعةٍ واحدةٍ إذ لو كان لكل منهما صنعة يعمل فيها وحده فربحه له. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٢/٧٤١ رقم المادة: ١٣٩٨)

أب وابن يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما مالٌ فالكسب كله للأب، إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينًا له. (الفتاویٰ الهندية ۳۲۹/۲ زكريا قديم، شامي ۵۰۲/٦ زكريا، ۳۲۵/٤ كراچی)

طویل مدتی کرایہ داری میں حق وراثت

موجودہ دور میں طویل مدتی کرایہ داری میں کرایہ دار کو قانونی طور پر قبضہ کا حق حاصل ہوجاتا ہے؛ حتیٰ کہ مالک کے لئے اُسے خالی کرانے کا اختیار بھی نہیں رہتا۔ تو اگر کوئی مورِث اِس طرح کی کرایہ داری کا حق رکھتا ہے اور اُس کا انتقال ہوجائے، تو کسی ایک وارث کو اُس کرایہ کی جگہ پر قبضہ کا حق حاصل نہ ہوگا؛ بلکہ سبھی وارثین اِس حق میں مشترک طور پر حصہ دار ہوں گے۔ اِس سلسلے میں اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے نویں فقہی اجتماع (منعقدہ: ۲۱-۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱-۲/جون ۲۰۱۳ء بمقام: شیخ الہند ہال دیوبند) میں درج ذیل تجویز منظور کی گئی:

''طویل مدتی کرایہ داری کی وجہ سے اگرچہ کرایہ دار کو مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں گے؛ لیکن بعض صورتوں میں - جیسے پٹہ دوامی یا اُس کے مشابہ - کرایہ داروں کو حقِ قرار حاصل ہوگا، اور مالک کو بلا کسی عذرِ شرعی کے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں کرایہ دار کو شرعاً کرایہ داری برقرار رکھنے کا استحقاق ہوا، اُن صورتوں میں اُس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کو یہ استحقاق رہے گا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے نام کرایہ داری منتقل کراکے دوسروں کو محروم کردے۔

نیز اِس صورت میں اگر حقِ اجارہ داری سے دست برداری کے بدلہ کوئی معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے، تو اُس میں حسبِ اُصولِ شرع تمام ورثہ حق دار ہوں گے''۔

ورأيت في فتاویٰ الكازروني عن العلامة اللقاني أنه لو مات صاحب الخلو يوفى منه ديونه ويورث عنه وينتقل لبيت المال عند فقد الوارث. (رد المحتار ۳۸/۷ زكريا)

نعم إذا مات شخص وله وارث شرعي يستحق فلو حانوت ورثه عملاً بعرف ما عليه الناس وأما إذا مات شخص وعليه دين ولم يخلف ما بقي دينه، فإنه يوفى من خلو حانوته. (الأشباه والنظائر ٢٨٩ زكريا)

الذين قالوا من المالكية والحنفية والحنابلة أن الخلو يملك ويباع ويرهن ذهبوا كذٰلک إلى أنه يورث ولا يخفى أن الخلو في الأوقاف عند من أفتى بأنه يملک يورث على فرائض اللّٰه تعالىٰ. (الموسوعة الفقهية ٢٩٠/١٩)

خیاراتِ عقد میں حق وراثت

حنفیہ کے نزدیک درج ذیل خیارات میں وراثت جاری ہوتی ہے:

(۱) خیارِ عیب:- اگر مشتری کا انتقال ہو جائے اور اُس کو خیارِ عیب حاصل ہو تو یہ اختیار بالاتفاق اُس کے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور وہ حسبِ قاعدہ فسخ یا رجوع بالنقصان کا بائع سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ (فقہ البیوع/المبحث الثامن ۸۳۷/۲)

(۲) خیارِ صفت:- اگر کسی صفت کی شرط پر مبیع کو خریدا گیا تھا، پھر مشتری کا انتقال ہو گیا، اور یہ معلوم ہوا کہ مبیع اُس صفت سے خالی ہے تو مشتری کے وارث کو حق فسخ حاصل ہوگا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۹۲/۴ دار الفکر بیروت)

(۳) خیارِ تعیین:- اگر مشتری بائع سے مبیعات کے متعدد نمونے لے کر آیا، اور یہ کہا کہ اِس میں سے کسی ایک کو میں خرید رہا ہوں، جس کی تعیین کا مجھے اختیار ہے؛ لیکن تعیین سے قبل ہی اُس مشتری کا انتقال ہو جائے، تو اُس کے وارث کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی ایک مبیع کو متعین کر کے اُس کا ثمن بائع کو اَدا کر دے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۹۴/۴ دار الفکر بیروت)

اور درج ذیل خیارات میں وراثت جاری نہیں ہوتی:

(۱) خیارِ شرط:- اگر خیارِ شرط کے طور پر کوئی چیز خریدی یا بیچی جائے، اور مدت کے اندر خیار لینے والے کا انتقال ہو جائے، تو بیع خود بخود نافذ ہو جاتی ہے، اور وارث کو فسخ کا اختیار

نہیں رہتا۔

(۲) خیارِ قبول:- اگر عاقدین میں سے کسی نے اِیجاب کیا، اورابھی سامنے والے نے قبول نہیں کیا تھا کہ اُس کا انتقال ہوگیا، تو اُس کا وارث اُس کی جگہ قبول نہیں کرسکتا؛ بلکہ اَز سرِ نو معاملہ کرنا ہوگا۔

(۳) خیارِ رویت:- اگر مشتری نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی، اور دیکھنے سے پہلے اُن کا انتقال ہوگیا، تو وارث کے لئے خیارِ رویت ثابت نہ ہوگا۔

(۴) بیع فضولی میں خیارِ اِجازت:- اگر کسی فضولی شخص نے دوسرے کی ملکیت والی چیز فروخت کردی، اور ابھی مالک نے اِجازت نہ دی تھی کہ اُس کا انتقال ہوگیا، تو یہ حق اِجازت اُس کے وارث کی طرف منتقل نہ ہوگا؛ بلکہ فضولی کی بیع فسخ ہوجائے گی۔ (مستفاد: الفقہ الاسلامیہ وادلتہ ۴/۳۰۹ دار الفکر بیروت)

(۵) خیارِ غبن:- اگر مشتری کو دھوکہ دے کر واضح نقصان پہنچایا گیا، تو اُسے حق فسخ حاصل ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ نقصان کی تلافی سے قبل انتقال کرجائے تو راجح قول کے مطابق یہ خیار وارث کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ (الموسوعۃ الفقہیہ، حرف الخاء/ موجب الخیار ۲۰/۱۵۰ الکویت، بحوالہ: مجلۃ الاحکام العدلیۃ/ المادۃ: ۳۵۸-۳۶۰)

(۶) حق شفعہ:- اگر شفیع کے قریب کوئی جائیداد بیچی گئی، اور اُسے شفعہ کا استحقاق حاصل ہوا تھا؛ لیکن کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ہی اُس کا انتقال ہوگیا، تو یہ حق شفعہ اُس کے وارثین کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ (مستفاد: الموسوعۃ الفقہیہ ۲۶/۱۶۶ الکویت)

مقررہ حصے

قرآنِ مقدس میں ذوی الفروض کے جو حصے مقرر کئے گئے ہیں، وہ کل چھ ہیں:

(۱) ثلثان (دو تہائی) (۲) ثلث (ایک تہائی) (۳) سدس (چھٹا) (۴) نصف (آدھا) (۵) ربع (چوتھائی) (۶) ثمن (آٹھواں)

○ پھر اِن میں سے ''ثلثان'' کے مستحق حسبِ شرائط تین طرح کے وارثین ہوتے ہیں:

(۱) ایک سے زائد بیٹیاں (۲) ایک سے زائد حقیقی بہنیں (۳) ایک سے زائد علاتی بہنیں۔

○ اور "ثلث" کے مستحق حسبِ شرائط دو طرح کے وارث ہوتے ہیں:

(۱) ماں (جو اکثر صورتوں میں ثلث الکل (پورے ترکہ کے تہائی) کی مستحق ہوتی ہے، اور بعض صورتوں میں ثلث مابقی (احد الزوجین کو دینے کے بعد مابقی کے ثلث) کی مستحق ہوتی ہے) جب کہ ماں کے ساتھ باپ بھی موجود ہو) (۲) ایک سے زائد اَخیافی بھائی بہن۔

○ اور "سدس" کے مستحق حسبِ شرائط درج ذیل وارثین ہوتے ہیں:

(۱) ماں (۲) باپ (۳) جدات (۴) دادا (۵) پوتیاں (۶) علاتی بہنیں (۷) ایک اَخیافی بہن یا بھائی۔

○ اور "نصف" کا استحقاق پانچ طرح کے وارثین کو ہوتا ہے:

(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن (۵) شوہر۔

○ اور "ربع" کا استحقاق فی الجملہ دو طرح کے وارثین کو ہوتا ہے:

(۱) شوہر (۲) بیویاں۔

○ اور "ثمن" کا استحقاق صرف بیویوں کے لئے ہوتا ہے، جب کہ اُن کی اَولاد موجود ہوں۔ (مستفاد: الفقہ النافع/للشیخ ناصر الدین السمرقندی ۱۴۲۸/۳-۱۴۳۴ امکتبۃ العبیکان)

چند اعتراضات اور اُن کے جوابات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمت ومصلحت سے معاشرت ووراثت سے متعلق جو اَحکامات جاری فرمائے ہیں، وہ بلاشبہ سراپا خیر پر مبنی ہیں؛ لیکن وقتاً فوقتاً دشمنانِ اِسلام یا ناواقف لوگوں کی طرف سے بعض اَحکامات پر اعتراضات وشبہات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اِس لئے ایسے چند مسائل کے متعلق شرعی موقف ذیل میں اِجمالاً پیش کیا جارہا ہے:

متبنّٰی کا مسئلہ

اِسلامی شریعت میں لے پالک بچے کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے، نسبی رشتہ کے بغیر

نہ تو کوئی شخص کسی کا حقیقی باپ بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کے حقیقی بیٹے کے درجہ میں آسکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اِس بارے میں واضح نص موجود ہے۔ اِرشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ [الأحزاب، جزء آیت: ٤] (اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا، یہ سب تمہاری منہ زبانی باتیں ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں بچے کے گود لینے کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، یعنی اس پر حقیقی بیٹے کے احکام ہرگز جاری نہیں ہو سکتے۔

اور غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ گود لینے کی رسم کو جائز قرار دینے سے مورث کے دیگر وارثین کی حق تلفی لازم آتی ہے؛ اِس لئے کہ اگر متبنی کے علاوہ مورث کی دیگر حقیقی اولاد موجود ہوں تو متبنی کے شامل ہونے کی وجہ سے ان کا حصہ کم ہو جائے گا، اور اگر حقیقی اولاد موجود نہ ہو اور متبنی کو حقیقی بیٹے کے درجہ میں رکھا جائے تو بہت سے وارثین سرے سے ہی حق وراثت سے محروم ہو جائیں گے، جو سراسر ظلم ہوگا، اس لئے اسلام متبنی کو حقیقی بیٹے کے درجہ میں رکھ کر کسی وارث کی حق تلفی کی اجازت نہیں دے سکتا۔

واضح ہو کہ متبنی کو حقیقی بیٹے کے درجہ میں نہ رکھنے سے خود متبنی کی کوئی حق تلفی نہیں ہوتی؛ کیوں کہ وہ اپنے حقیقی باپ کا بہرحال وارث بنا ہے، اور کسی کے گود لینے کی وجہ سے اصل باپ سے اس کا رشتہ ختم نہیں ہو جاتا۔

اِس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں متبنی کو قانونی حیثیت دینے سے جو منع کیا گیا ہے، اس کی بنیاد متبنی کی حق تلفی نہیں ہے؛ بلکہ وہ معاشرتی اور سماجی مصالح ہیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔

قال الإمام ابن كثير في تفسيره: يعني تبنيكم لهم قول لا تقتضي أن يكون ابنأ حقيقيًا، فإنه مخلوق من صلب رجل أخر، فما يمكن أن يكون أبوان كما لا يمكن أن يكون للبشر الواحد قلبان.

وقوله تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ هٰذا أمر ناسخ لما كان في ابتداء الإسلام من جواز ادعاء الأبناء الأجانب وهم الأدعياء فأمر تبارک وتعالیٰ برد نسبهم إلیٰ آباء هم في الحقيقة ...... وقد كانوا يعاملونهم معاملة الأبناء من كل وجه في الخلوة بالمحارم وغير ذٰلک. (تفسير ابن كثير / الأحزاب ۱۰۵۱ دار السلام رياض)

یتیموں پر شفقت کی ترغیب

یہ تو اُصولی گفتگو ہے، اَب دوسرا پہلو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم بچے یا مفلوک الحال رشتہ دار کی اولاد کی پرورش کا ذمہ خود لے لے اور ان کی تربیت وتعلیم پر اسی طرح خرچ کرے جیسے اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہے، تو اسلام کی نظر میں یہ عمل نہ صرف یہ کہ جائز؛ بلکہ قابل تعریف اور موجب ثواب ہے، اور ایسے غیر وارث بچوں اور بچیوں کے لئے یہ شخص تہائی مال سے کم میں وصیت بھی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

(۱) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطىٰ وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا. (صحيح البخاري ۸۸۸/۲ رقم: ۶۰۰۵، سنن أبي داؤد ۷۰۱/۲ رقم: ۵۱۵۰، سنن الترمذي ۱۳/۲ رقم: ۱۹۱۸)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اِس طرح دونوں جنت میں ساتھ ہوں گے، پھر آپ نے درمیانی اور شہادت کی اُنگلیاں جدا کر کے اُٹھا کر اِشارہ فرمایا''۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: مَنْ قَبَضَ يَتِيْمًا بَيْنَ مُسْلِمِيْنَ إِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ أَلْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ. (سنن الترمذي ۱۳/۲ رقم: ۱۹۱۷، الترغيب والترهيب مكمل ۵۴۵ رقم: ۳۸۵۹)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ''جو شخص مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کو اپنی نگرانی میں لے کر اُس کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرے، تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے، الا یہ کہ وہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو نا قابل معافی ہو''۔

(۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَبَّ الْبُيُوْتِ إِلَى اللّٰهِ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ مُكْرَمٌ. (رواه الطبراني والأصبهاني في الترغيب رقم: ۱۹۹، كذا في للمنذري الترغيب والترهيب ٥٤٥ رقم: ۳۸٦۳)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ''اللہ کے نزدیک سب گھروں میں وہ گھر سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جس میں یتیم کو عزت کے ساتھ رکھا جاتا ہو''۔

مذکورہ بالا روایات سے اَندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بے سہارا بچوں کے لئے اِسلام نے کس قدر شفقت اور ہمدردی کی تعلیم دی ہے، اِس کو نظر انداز کرکے متبنّیٰ کے معاملے کو دوسرا رنگ دینا اور اِس بہانے سے اِسلام پر طعن وتشنیع کرنا سراسر ناانصافی اور حقیقی صورتِ حال سے روگردانی ہے۔

پوتوں کی وراثت کا مسئلہ

اگر مورث کا کوئی بیٹا اُس کی زندگی میں اَولاد چھوڑ کر وفات پاجائے؛ جب کہ مورث کے دیگر بیٹے حیات ہوں، تو زندگی میں وفات پانے والے بیٹے کی اَولاد مورِث کے مال میں وراثت کی حق دار نہیں ہوتی؛ اِس لئے کہ شریعت میں استحقاقِ وراثت کے لئے فقر یا حاجت کو بنیاد نہیں بنایا گیا؛ (کیوں کہ اُس کو حتمی معیار بنانا مشکل ہے؛ اِس لئے کہ فقر اور حاجت کا پیمانہ الگ الگ ہوسکتا ہے) بلکہ بالترتیب نسبی اَقربیت کو معیار قرار دیا گیا ہے، یعنی اَقرب رشتہ دار کی موجودگی میں قریب رشتہ دار محروم ہوجاتا ہے۔

لٰہذا جب مورث کے حقیقی بیٹے حیات ہیں تو وہ پوتوں کے مقابلے میں یقیناً اقرب ہیں،

پس اُن کے رہتے ہوئے پوتوں کو وراثت میں حصہ دار نہیں بنایا جائے گا۔

لیکن دادا کی ذمہ داری ہے کہ وہ متوفی بیٹے کی اَولاد کے نان ونفقہ اور تعلیم وتربیت کا خیال رکھے؛ بلکہ بہتر ہے کہ اُن کے حق میں کوئی مناسب وصیت کر کے جائے؛ تا کہ وہ محرومی کا احساس نہ کریں۔

اور متوفی بیٹے کی بیوی کا جہاں تک معاملہ ہے تو اولاً اُسے مرحوم بیٹے کی وراثت میں حصہ ملے گا، بعدازاں اس کی کفالت کی ذمہ داری اس کے والد پر ہوگی، خسر شرعاً اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔ (الا یہ کہ وہ اَزخود حسن سلوک کرے تو اجر وثواب کا مستحق ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ. (صحيح البخاري ٩٩٧/٢ رقم: ٦٧٣٥، صحيح مسلم ٣٤/٢ رقم: ١٦١٥)

إن حديث الباب من أقوى الدلائل على أن الحفيد لا يرث مع الابن؛ لأن الابن عند وجوده أولىٰ رجل ذكر فيجوز المال ويحرم الحفيد؛ لكونه أبعد بالنسبة إليه. (تكملة فتح الملهم / مسئلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ١٦/٢)

ولو كان مدار الإرث على اليتم والفقر والحاجة لما ورث أحد من الأقرباء والأغنياء، وذهب الميراث كله إلى اليتامىٰ والمساكين ...... وأن معيار الإرث ليس هو القرابة المحضة ولا اليُتم والمسكنة، وإنما هو الأقربية إلى الميت. (تكملة فتح الملهم ١٧/٢-١٨)

لا نفقة للمتوفى عنها زوجها سواء كانت حاملاً أو حائلاً. (الفتاویٰ الهندية ٥٥٨/١ دار إحياء التراث العربي بيروت)

مردوں اور عورتوں کے حصۂ وراثت میں فرق کی وجہ

قرآنِ کریم میں ایک درجہ کی وراثت میں لڑکی کا حصہ لڑکے کے مقابلے میں نصف قرار

دیا گیا ہے، اور اس فرق کی اصل وجہ یہ ہے کہ شریعت میں نان نفقہ اور اخراجات کی ساری ذمہ داریاں مردوں کے ذمہ رکھی ہیں، اور عورت خواہ وہ غیر منکوحہ بیٹی ہو یا منکوحہ بیوی ہو، یا ماں بہن ہو، اُن کی ساری ضرورتوں کی تکمیل انجام کار مردوں کے ذمہ ہیں۔

چناں چہ نکاح سے پہلے تک باپ ذمہ دار ہے، نکاح کے بعد شوہر ذمہ دار ہے، اور بڑے ہونے پر اولاد ذمہ دار ہے، تو چوں کہ مردوں پر اخراجات کا بوجھ زیادہ ہے، اِس لئے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وراثت میں ان کا حق بھی زائد ہو، اور چوں کہ اس بارے میں قرآنِ کریم میں وضاحت قطعی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس حکم کی تعمیل کرنی لازم ہے۔

مفسر کبیر علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أي يأمركم بالعدل فيهم، فإن أهل الجاهلية كانوا يجعلون جميع الميراث للذكر دون الإناث، فأمر الله تعالىٰ بالتسوية بينهم في أصل الميراث، وفاوت بين الصنفين فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، وذٰلک لاحتياج الرجل إلىٰ مؤنة النفقة والكلفة، ومعاناة التجارة والتكسب، وتحمل المشاق فناسب أن تعطي ضعف ما تأخذه الأنثىٰ. (تفسير ابن كميل مكمل ۲۹۹ دار السلام رياض)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اَولاد کے درمیان عدل کا حکم دیتا ہے؛ اِس لئے کہ جاہلیت کے لوگ مرنے والے کی پوری میراث عورتوں کو چھوڑ کر صرف مذکر وارثین میں تقسیم کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے نفس وراثت کے استحقاق میں دونوں کو برابر قرار دیا؛ البتہ دونوں صنفوں کے درمیان تناسب میں فرق کردیا، اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا، اور یہ اِس لئے ہے کہ مرد کو نان نفقہ، مشقت، تجارت، مال کمانے اور بھاری بوجھ اُٹھانے سے سابقہ پڑتا ہے؛ لہٰذا یہ عین مناسب ہے کہ اُس کو عورت کے حصے سے دوگنا دیا جائے۔

حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور مرد کی برتری عورت پر دو وجہوں سے ہے:

(۱) ایک یہ ہے کہ وہ جنگ کرتا ہے، اور اہل وعیال اور اَموال واَعراض کی حفاظت کرتا ہے۔

(۲) دوسری یہ ہے کہ مردوں پر مصارف کا بار زیادہ ہے، اِس لئے مالِ غنیمت کی طرح بے مشقت اور بے محنت ملنے والی چیز کے مرد ہی زیادہ حق دار ہیں، اور عورتیں نہ جنگ کرتی ہیں اور نہ اُن پر مصارف کا بار ہے۔ نکاح سے پہلے اُن کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے، نکاح کے بعد شوہر کے ذمے اور آخر میں بیٹوں کے ذمے، اِس لئے اُن کو میراث سے حصہ کم دیا گیا ہے۔

اور مرد کی میراث میں برتری اور عورتوں کا بار مردوں پر ہے، اِن دونوں باتوں کی دلیل سورۃ النساء کی آیت: ۳۴ ہے۔ اِرشاد پاک ہے: ''مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں: بایں وجہ کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''۔ یعنی یہ اللہ کا انتظام ہے؛ تاکہ گھریلو زندگی کامیاب ہو، دونوں برابر ہوں گے اور کوئی کسی کی اطاعت نہیں کرے گا تو گھر تباہ ہوگا۔ اور مرد کی برتری کی دوسری وجہ یہ ہے کہ: ''مردوں نے اپنے اَموال خرچ کئے ہیں'' یعنی مہر دیا ہے اور نان ونفقہ برداشت کرتے ہیں، اور ممنونِ احسان ہونا انسان کا امتیاز ہے، پس مرد کی تو عورت پر فوقیت ہوسکتی ہے، اِس کے برعکس نہیں ہوسکتا۔

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا بار مردوں پر ہے۔ اِس آیت سے مردوں کی جو برتری ثابت ہوتی ہے، اُس کا اثر میراث میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

اور میراث میں مرد کی برتری کی دلیل: سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے، آپ نے ثلث باقی کے مسئلہ میں فرمایا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ مجھے ایسی اُلٹی سمجھ نہ دیں کہ میں ماں کو باپ پر ترجیح دوں''۔ (مسند دارمی/ کتاب الفرائض ۲/۳۴۵)

وضاحت:- باپ کو اگر میت کی مذکر اَولاد ہو تو سدس ملتا ہے، اور مؤنث اَولاد ہو تو

سدس بھی ملتا ہے اور عصبہ بھی ہوتا ہے، اور کسی طرح کی اَولاد نہ ہو تو صرف عصبہ بنتا ہے۔ اور ماں کو اگر میت کی کسی طرح کی اَولاد ہو یا کسی طرح کے دو بھائی بہن ہوں، تو سدس ملتا ہے، ورنہ ثلث ملتا ہے؛ البتہ اگر میت نے شوہر یا بیوی اور والدین چھوڑے ہوں، تو ماں کو ثلث باقی ملتا ہے، یعنی شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا، اُس کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔ اِس آخری مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شاذ رائے یہ تھی کہ ماں کو حسب ضابطہ کل ترکہ کا تہائی ملے گا۔ اور جمہور صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ اِس خاص صورت میں ماں کو ثلث باقی ملے گا؛ تاکہ ماں کا حصہ ایک صورت میں باپ سے زیادہ نہ ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ شوہر کے ساتھ والدین ہوں، تو شوہر کو نصف یعنی چھ میں سے تین ملیں گے، اور ماں کو کل مال کا ثلث دیا جائے گا، تو اُس کو دو ملیں گے، اور باپ کے لئے صرف ایک بچے گا۔ اور ثلث باقی دیا جائے گا تو ماں کو ایک ملے گا اور باقی دو باپ کو ملیں گے۔ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اِرشاد اُسی صورت کے بارے میں ہے کہ ماں کو اُس صورت میں کل مال کا ثلث کیسے دیا جا سکتا ہے؟ یہ تو اُلٹی بات ہوگئی، برتری مرد کو حاصل ہے نہ کہ عورت کو۔

سوال:- باپ اور ماں میں مرد کی ترجیح کا ضابطہ کیوں جاری نہیں ہوتا؟ اگر میت کی مذکر اَولاد ہو تو ماں اور باپ دونوں کو سدس ملتا ہے، یہ برابری کیوں ہے؟

جواب:- باپ کی فضیلت ایک مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے، جب میت کی صرف مؤنث اَولاد ہوتی ہے تو ماں کو سدس ملتا ہے، اور باپ کو ذو الفرض ہونے کی حیثیت سے سدس بھی ملتا ہے اور عصبہ ہونے کی وجہ سے بچا ہوا ترکہ بھی ملتا ہے۔ اَب اگر دوبارہ اُس کی فضیلت ظاہر کی جائے گی اور اُس کا حصہ بڑھایا جائے گا تو دیگر ورثہ کا نقصان ہوگا، اِس لئے مذکورہ صورت میں دونوں کو سدس سدس ملتا ہے۔

سوال:- اَخیافی بھائی بہن میں بھی مرد کی برتری کا قاعدہ جاری نہیں ہوتا، وہ تہائی میں شریک ہوتے ہیں، بہن کو بھی بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

جواب:- اَخیافی میں مرد کی برتری دو وجہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ ایک: اَخیافی بھائی میت کے لئے اور اُس کی قابل حفاظت چیزوں کے لئے جنگ نہیں کرتا؛ کیوں کہ وہ کبھی دوسری قوم کا ہوتا ہے، اِس لئے اُس کو بہن پر ترجیح نہیں دی گئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اَخیافی کا رشتہ ماں کے رشتہ کی فرع ہے، پس گویا اَخیافی بھائی بھی عورت ہے، اِس لئے اُس کا حصہ اَخیافی بہن کے مساوی ہے''۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ۴/۴۳۰-۴۴۰ مکتبہ حجاز دیوبند)

اِس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ شریعت نے خاص مصلحت سے بعض صورتوں میں مرد وعورت کے حصے میں فرق رکھا ہے؛ لیکن یہ تمام حالتوں کے لئے مطلق نہیں ہے کہ مرد اور عورت میں تفریق کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا جائے؛ کیوں کہ:

- کئی صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں مردوں اور عورتوں کا حصہ برابر ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) اگر بیٹا موجود ہو تو ماں باپ دونوں کو برابر سدس-سدس حصہ ملتا ہے۔

(۲) اَخیافی بھائی بہنوں میں بھی حصے میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔

(۳) بیٹے کی موجودگی میں دادا اور دادی کو بھی یکساں حصہ ملتا ہے۔

(۴) اگر میت کے وارثین میں ایک بیٹی اور ایک حقیقی بھائی موجود ہو، تو دونوں کو برابر حصہ دیا جاتا ہے۔

- حتیٰ کہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔ مثلاً:

(۱) اگر میت کے وارثین میں بیوی، ماں باپ، بیٹی اور پوتا ہو، تو مسئلہ ۲۴/ سے بنے گا، جس میں سے ثمن یعنی تین بیوی کو ملے گا، سدس یعنی ۴-۴/ ماں باپ کو ملے گا، اور نصف یعنی ۱۲/ بیٹی کو ملے گا، اور ما بقیہ ایک پوتے کو ملے گا۔

(۲) اگر میت نے وارثین میں شوہر، ماں، بیٹی اور بھائی کو چھوڑا، تو مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، ۳/ شوہر کو، ۲/ ماں کو، ۶/ بیٹی کو اور بھائی کو صرف ۱/ ملے گا۔

(۳) اگر میت نے بیوی، ماں باپ اور بیٹی کو چھوڑا، تو مسئلہ ۲۴ر سے بنے گا، ۳ر بیوی کو، ۴ر ماں کو، ۱۲ر بیٹی کو اور ۵ر باپ کو ملیں گے۔ (اِن سب صورتوں میں بیٹی کا حصہ دیگر وارثین مردوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے)

○ بلکہ بعض صورتیں تو ایسی بھی ہیں کہ جن میں عورت وارث بنتی ہے اور مرد وارث ہی نہیں بنتا۔ مثال کے طور پر:

(۱) نانی وارث بنتی ہے اور نانا وارث نہیں بنتا۔

(۲) بیٹی کی موجودگی میں حقیقی بہن وارث بنتی ہے، اور علاتی بھائی محروم ہوجاتا ہے۔

(۳) کئی صورتوں میں پوتی وارث بنتی ہے؛ مگر پوتا وارث نہیں بنتا۔

(۴) کئی حالتوں میں علاتی بہن وارث بنتی ہے، اور علاتی بھائی وارث نہیں بنتا۔

تو درج بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت کے پیشِ نظر محض مرد یا عورت ہونا نہیں ہے؛ بلکہ اصل بنیاد معاشرتی ذمہ داریاں اور رشتوں کی قربت ہے، جو کسی بھی صاحبِ نظر سے مخفی نہیں ہے۔ (مستفاد: الفرائض والمواریث والوصایا/محمد الزحیلی ص: ۴۹-۵۱)

زندگی میں تقسیم وراثت کا مسئلہ

بعض مرتبہ آدمی اپنے بعد کے تنازعات سے بچنے کے لئے اپنی ملکیت زندگی ہی میں وارثین کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ عمل اپنے اندر کئی جہتیں رکھتا ہے:

الف:- اگر رجسٹرڈ تقسیم کے بعد ہر وارث کو اس کا حصہ دے کر قابض و مالک بنادیا جائے اور مورث اس سے خود بے دخل ہوجائے، تو شریعت کی رو سے یہ ہبہ تام ہوکر نافذ ہوجائے گا۔

ب:- اِس کے برخلاف اگر دیوانی یعنی محض کاغذی خانہ پری کے ذریعہ تقسیم کرکے مورث نے اختیارات سب اپنے پاس رکھے ہیں، اور تا زندگی اس کے منافع بھی خود ہی وصول کئے ہیں اور اولاد کو قابض و دخیل نہیں بنایا ہے، تو یہ ہبہ غیر مقبوض ہونے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوگا،

اورمورث کے انتقال کے بعد اس طرح کی ساری جائیداد پرحسب حصص شرعیہ تمام حصہ دار وارثین کا حق ہوگا۔

والـقبض لا بد منه لثبوت الملک لقوله عليه السلام: لا يجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية ٢٦٧/٣، الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٢/١٤ رقم: ٢١٥٣٦ زكريا)

عـن مـعاذ بن جبل وشريح رضي اللّٰه عنهما أنهما كانا لا يجيزانها حتى تقبض" اهـ. (رواه البيهقي ١٧٠/٦، إعلاء السنن ٩١/١٦ رقم: ٥٢٦٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وتتـم الهبة بالقبض الكامل. (الـدر الـمـختار مع الشامي ٤٩٣/٨ زكريا، خانية على الهندية ٢٦١/٣ كوئٹه، شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦١/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٨٣/٧ زكريا)

وحـاصـلـه أن التخلية قبض حكمًا لو مع القدرة عليه بلا كلفة. (شامي / كتاب البيوع ٩٦/٧ زكريا)

والتـخلي: وهو أن يخلى البائع بين المبيع وبين المشتري بدفع الحائل بينهما علىٰ وجه يمكن المشتري من التصرف فيه. (بدائع الصنائع ٢٤٤/٥ رشيدية)

نافرمان اَولاد کو عاق کرنا

بعض لوگ اَولاد کی نافرمانی کی وجہ سے دل برداشتہ ہوکر یہ اعلان کردیتے ہیں کہ وہ اَولاد اُن کی وفات کے بعد اُن کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی۔تو یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت میں اِس طرح کے اعلان - جسے عرف میں عاق کرنا کہتے ہیں - کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔یعنی عاق کرنے سے اَولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ وراثت ایک لازمی حق ہے، جو مورِث کے اِنتقال کے بعد وارث کی طرف منتقل ہوتا ہے؛ لہٰذا اِس حق کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ (مستفاد: اِمداد الفتاویٰ ۳۴/۱۰ جدید زکریا، ۳۶۴/۴ قدیم)

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تفصیلات سے اِس بات کا بخوبی اَندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اِسلام ہی وہ واحد دین ہے، جس میں اِنسانی حکمت اور مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا کے سامنے ''ایک شاندار عادلانہ نظامِ وراثت'' پیش کیا ہے، جس سے بہتر اور منصفانہ نظام کا کہیں اور تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اور جو تنگ نظر لوگ اِس نظام پر اُنگلیاں اُٹھاتے ہیں، وہ یا تو ناواقف ہیں، یا تعصب وعناد کا شکار ہیں۔

ضرورت ہے کہ اِس نظام کی مکمل پابندی کرتے ہوئے سبھی حق داروں کو اُن کا حق دیا جائے، اور کسی کے ساتھ اَدنیٰ سی بھی نا اِنصافی اور حق تلفی نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ پوری اُمت کو اِن ہدایات پر عمل کی توفیق سے نوازیں، آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد

وآلہٖ وأصحابہٖ وذریاتہٖ أجمعین

برحمتک یا أرحم الراحمین

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۵/۵/۱۴۴۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابُ الفرائض

(آسان سراجی)

علم فرائض کی بعض اصطلاحات

(۱) فرض:- وارث کے لئے شرعی طور پر مقررہ حصہ، جیسے: نصف، ربع، ثمن وغیرہ۔

(۲) ذوی الفروض:- وہ وارثین جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں (جیسے: زوجین، ماں باپ، بیٹی، بہن وغیرہ)

(۳) سہم:- ہر وارث کو اصل مسئلہ سے دیا جانے والا متعین حصہ جیسے: ٦/ میں سے چھٹا ٤/ میں سے چوتھا ٨/ میں سے آٹھواں، وغیرہ۔

(۴) ترکہ:- میت کے چھوڑے ہوئے اَموال اور حقوق۔

(۵) نسب:- باپ یا بیٹا ہونا یا اُن میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہونا۔ اور کبھی یہ نسبت ماں کے واسطے سے بھی ہوتی ہے جیسے: اَخیافی بھائی بہن۔

(٦) وارث:- ترکہ کا استحقاق رکھنے والے شخص کو کہا جاتا ہے۔

(٧) عصبہ:- اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے لئے مقرر حصہ نہ ہو اور وہ اَصحاب الفرائض سے بچا ہوا حصہ لیتا ہو، اور اَصحاب الفرائض کے نہ ہونے کی صورت میں وہ کل ترکہ کا مستحق ہوتا ہے۔

(٨) اصل:- ماں، باپ، جدِ صحیح اور جدۂ صحیحہ کو کہا جاتا ہے۔

(٩) فرع:- فرائض کی اصطلاح میں بیٹے، بیٹی اور پوتے، پوتی کو کہتے ہیں، اور باپ کی فرع سے بہن، بھائی، عینی اور علاتی بھائیوں کی اَولاد کو مراد لیا جاتا ہے، اور دادا کی فرع

سے عینی اور علاتی چچا اور اُن کی اولاد مراد ہوتی ہے۔

(۱۰) ولد:- عام طور پر میت کے براہ راست بیٹے بیٹیوں کو کہا جاتا ہے۔

(۱۱) رد:- فروضِ مقدرہ میں سے باقی ماندہ نسبی ذوی الفروض کو اُن کے حصوں کے بقدر واپس کرنا۔

(۱۲) عول:- سہام کا مسئلہ کے مخرج سے بڑھ جانے کی صورت میں اس بڑھے ہوئے عدد کے اعتبار سے مسئلہ بنانا۔

(۱۳) حجب:- ایک وارث کو کسی دوسرے وارث کی وجہ سے اس کے کل یا بعض حصے سے روک دینا، جس کی دو قسمیں ہیں: حجبِ حرمان و حجبِ نقصان (جن کی تعریفات مستقل باب میں آرہی ہیں)

(۱۴) تصحیح:- عددِ رُؤوس اور عددِ سہام کے درمیان واقع ہونے والے کسر کو دور کرنا۔

(۱۵) تخارج:- ورثہ کا کسی ایک کو اپنے حصہ کے بدلے کچھ عوض لے کر وراثت سے خارج کر دینا۔

(۱۶) مقاسمۃ الجد:- وراثت میں دادا کو ایک بھائی کے درجہ میں رکھنا۔

(۱۷) مناسخہ:- ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کسی وارث کے مرجانے کی بنا پر اُس کا حصہ؛ اُس کے وارثوں کی طرف منتقل کرنا۔

(۱۸) ذوات الارحام:- وہ رشتے دار جو نہ تو اصحاب الفروض میں شامل ہوں اور نہ ہی عصبات میں۔

(ماخوذ: حاشیۃ السراجی/مولانا نظام الدین کیرانویؒ، تسہیل السراجی فی المیراث/مولانا انور بدخشانی)

سراجی کی اَہمیت وقبولیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ.

ترجمہ:- ہرطرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جوتمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ میں شکرگذار بندوں کی حمد کی طرح اللہ کی حمد کرتا ہوں، اورصلوٰۃ وسلام ہومخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پراورآپ کی پاکیزہ اور پاک بازآل پر۔

یہاں سے شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "**السراجي في الميراث**" کا آغاز ہورہاہے۔

یہ فن فرائض کی معروف ومقبول کتاب ہے،جس میں وراثت سے متعلق بنیادی اُصول وضوابط عمدہ ترتیب کےساتھ جمع کردئے گئے ہیں، اور یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ پورے عالم میں فن فرائض کے بارے میں جوقبولیت اِس کتاب کوحاصل ہوئی ہے، وہ دوسری کتابوں کومیسر نہ آسکی، فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اِس کے مصنفؒ کے بارے میں اتنی بات تو معلوم ہے کہ اُن کاتعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے، اوربعض حضرات نے تیسری صدی کا بھی ذکرکیا ہے؛ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اُن کی

ولادت ووفات کی تاریخ حتمی طور پر کسی نے بیان نہیں کی ہے۔ اِس کے باوجود یہ کتاب ہر دور میں مقبول ومتداول رہی ہے،اوردرسِ نظامی میں اپنے موضوع پر یہی ایک کتاب داخل درس ہے۔

تجربہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اِس کو سمجھ کر پڑھ لے گا، اور اِس کے اُصول کو ذہن نشین کر لے گا، وہ وراثت کے ہر مسئلے کو حل کرنے پر قادر ہو جائے گا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

فن فرائض کے نصف العلم ہونے کا مطلب؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ:

تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ؛ فَإِنَّهٗ نِصْفُ الْعِلْمِ، وَهُوَ يُنْسٰى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي. (سنن ابن ماجة، كتاب الفرائض / باب الحث على تعليم الفرائض رقم: ٢٧١٩)

(فرائض کو سیکھو اور اُسے سکھلاؤ، اِس لئے کہ وہ نصف علم ہے، اور وہ بھلا دیا جائے گا، اور میری اُمت میں سب سے پہلے اُسی کو اُٹھایا جائے گا) (یعنی فرائض کے جاننے والوں کی تعداد کم سے کم ہوجائے گی، اور اِس فن کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے گی)

اِس حدیث کی تشریح دو طریقوں پر کی گئی ہے:

(۱) فرائض "فریضۃٌ" کی جمع ہے، جس کے معنی اُن احکام کے ہیں جن کی اَدائیگی بندوں پر فرض ہے، خواہ اُن کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات وغیرہ سے۔

اِس معنی کے اعتبار سے فرائض کو "نصف علم" کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اُس کے بالمقابل "محرمات" کا علم ہے، یعنی وہ باتیں جو شریعت میں حرام اور ممنوع ہیں۔

(اور واجب، سنت اور مستحب احکام فرائض کے ساتھ ملحق کئے جائیں گے، اور مکروہ و ناجائز احکام محرمات کے ساتھ شامل ہوں گے)

(۲) دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہاں "فرائض" سے حصص ِوراثت مراد ہیں۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب

اَب اِس پر یہ سوال ہوگا کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے فرائض کو "نصفِ علم" کیوں کہا جارہا ہے؟ حالاں کہ اگر تناسب دیکھا جائے تو وراثت کے مسائل دیگر شرعی مسائل کے مقابلے میں اتنے زیادہ نہیں پیش آتے کہ اُن پر نصف کا اطلاق کیا جاسکے، تو اِس اشکال کے متعدد

جوابات دیئے گئے ہیں۔

الف:- اول یہ کہ احکام کی تقسیم اِس طرح بھی ہوسکتی ہے کہ بعض اَحکام کا تعلق آدمی کی حیات سے ہوتا ہے، اور بعض کا وفات کے بعد سے ہے، تو چوں کہ ''علم الفرائض'' کا تعلق وفات کے بعد والے مسائل سے ہے، اور دیگر علوم کا تعلق دنیا کی زندگی سے ہے، اِس لئے فرائض کو ''نصف العلم'' کہا گیا ہے۔ (مستفاد: الدر المختار مع الشامی ۱۰/۴۹۲ زکریا)

ب:- اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کسی تناسب کا لحاظ کئے بغیر محض اس علم کی تعظیم کے طور پر اسے ''نصف علم'' قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ اُس کی طرف اُمت کی احتیاج اور ضرورت بہت زیادہ ہے۔ اِسی لئے وراثت کے اکثر مسائل خود قرآنِ کریم میں نص قطعی سے ثابت ہیں، اور بالکل واضح ہیں، جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اُن کا تعلق قیاس واجتہاد سے نہیں ہے؛ بلکہ نقل صریح سے ہے، الا ماشاء اللہ۔ (مستفاد: الدر المختار مع الشامی ۱۰/۴۹۲ زکریا)

ج:- اور تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں نصف سے حقیقی نصف مراد نہیں ہے؛ بلکہ علم کا صرف بڑا حصہ مراد ہے۔ اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ مجموعی طور پر وراثت اور اُس سے ملحق مسائل کی تعداد کافی زیادہ ہے، اِس لئے اُسے ''نصف علم'' کہنے میں کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے۔

(حاشیۃ السندی علی ابن ماجۃ حدیث: ۲۷۱۹)

> قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوْا الفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ؛ فَإِنَّھَا نِصْفُ العِلْمِ.
>
> **ترجمہ:-** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ''فرائض کو سیکھو اور اُن کو لوگوں کو سکھاؤ؛ کیوں کہ وہ آدھا علم ہے۔

نوٹ:- یہ حدیث کے بعینہ الفاظ نہیں ہے؛ بلکہ مفہوم ہے۔ حدیث کا مکمل متن ''سنن ابن ماجہ'' کے حوالے سے اُوپر درج کردیا گیا ہے۔

تمرین

(۱) حدیث: ''تعلموا الفرائض'' الخ میں فرائض سے کیا مراد ہے؟

(۲) علم فرائض کو نصف العلم کیوں کہا گیا؟

میت کے ترکہ سے متعلق حقوق

ترکہ اُس مال کو کہتے ہیں جو وفات کے وقت میت کی ذاتی ملکیت میں موجود رہا ہو۔
وفات کے بعد اُس متروکہ مال میں بالترتیب درج ذیل چار حقوق وابستہ ہوں گے:

(۱) سب سے پہلے اِفراط وتفریط کے بغیر میت کی تجہیز اور تکفین کے مصارف اَدا کئے جائیں گے۔ اِسی طرح تدفین (یعنی قبر کھودنے یا قبر کی جگہ خریدنے یا تدفین کی اِجازت لینے یا قبرستان تک میت کو پہنچانے وغیرہ) کے مصارف بھی اُس میں داخل ہوں گے۔ (جب کہ کسی اور شخص نے اپنی طرف سے اُن کی اَدائیگی نہ کی ہو)

(۲) تجہیز وتکفین کے بعد جو مال بچے گا، اُس سے میت کے وہ قرضے اَدا کئے جائیں گے جو اُس نے تندرستی کے زمانے میں لے رکھے ہیں، یا مرض الوفات میں اپنی ذاتی ضروریات کے لئے وہ مقروض ہوا ہے۔ مثلاً: ڈاکٹر یا اسپتال کا خرچ وغیرہ۔

(۳) قرض کی اَدائیگی کے بعد جو مال بچے گا، اُس کے تہائی حصے سے میت کی وصیت کی تکمیل کی جائے گی۔ (اِسی کے ضمن میں مرض الوفات میں ذاتی ضرورت کے علاوہ لئے گئے قرضے مالی اقرار اور حقوق اللہ (زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ) سے متعلق وصیتیں بھی داخل ہوں گی)

(۴) مذکورہ بالا حقوق کی اَدائیگی کے بعد جو مال بچے گا وہ قرآن وسنت اور اِجماعِ اُمت کی روشنی میں میت کے مستحق وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔

قَالَ عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ: تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ المَيِّتِ حُقُوقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ: الأَوَّلُ: يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَتَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيرٍ وَلَا تَقْتِيرٍ، ثُمَّ تُقْضَى دُيُوْنُهُ مِنْ جَمِيْعِ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهٖ، ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثُلُثِ مَا

بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ، ثُمَّ يُقْسَمُ البَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِجْمَاعِ الأُمَّةِ.

ترجمہ:- ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ میت کے ترکہ سے بالترتیب چار حقوق متعلق ہوتے ہیں: (۱) تبذیر اور تقتیر کے بغیر تجہیز و تکفین سے ابتداء کی جائے گی (۲) پھر مابقیہ مال سے اُس کے قرضے ادا کیے جائیں گے (۳) پھر قرضوں کی اَدائیگی کے بعد جو مال باقی بچے گا، اُس کے تہائی حصہ سے اُس کی وصیتوں کا نفاذ ہوگا (۴) بعد اَزاں مابقیہ مال کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت کی روشنی میں شرعی وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

نوٹ:- مِنْ غَيْرِ تَبْذِيرٍ وَلَا تَقْتِيرٍ ...... الخ:- یعنی فضول خرچی اور کنجوسی کئے بغیر تجہیز و تکفین وغیرہ کا انتظام کیا جائے گا۔ مثلاً: کوئی شخص اپنی زندگی میں تین طرح کے لباس پہنا کرتا تھا، عیدین اور تقریبات میں قیمتی لباس پہنتا تھا، عام لوگوں سے ملتے وقت درمیانی درجہ کا اور گھر میں رہتے وقت بہت معمولی کپڑے پہنتا تھا، تو ایسی صورت میں اُس کی تجہیز و تکفین اِس طرح کے کپڑوں میں کی جائے گی جو وہ عام لوگوں کے سامنے پہنتا تھا، اِس لئے کہ اگر بہت گراں قیمت کپڑے ایسے شخص کے لئے تجہیز و تکفین میں استعمال ہوں گے تو وہ ''تبذیر'' میں داخل ہو جائے گا، جب کہ معمولی کپڑوں کا استعمال ''تقتیر'' کہلائے گا۔ تو خلاصہ یہی نکلا کہ تجہیز و تکفین میں اِفراط و تفریط سے احتراز کیا جائے گا۔

نیز مذکورہ جملے کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مرد کے کفن میں ۳/کپڑوں سے زائد کا استعمال فضول خرچی ہے، اور بلا عذر ۳/سے کم کپڑوں کا استعمال تقتیر اور کنجوسی ہے؛ جب کہ عورت کے کفن میں ۵/کپڑوں سے زیادہ تبذیر اور اُس سے کم تقتیر ہے۔ (مستفاد: شریفیہ ص: ۳۷)

تمرین

(۱) ترکہ سے کتنے حقوق متعلق ہوتے ہیں؟

(۲) ''من غیر تبذیر ولا تقتیر'' کا کیا مطلب ہے؟

وارثین کے درمیان تقسیم ترکہ کی ترتیب

شرعی وارثین کے درمیان ترکہ کی تقسیم درج ذیل ترتیب پر ہوگی:

(۱) اَولاً اَصحابِ فرائض کو اُن کا مقررہ حصہ دیا جائے گا۔ (اَصحابِ فرائض اُن وارثین کو کہا جاتا ہے جن کے حصے قرآنِ کریم، حدیث رسول یا اِجماعِ اُمت کے ذریعہ مقرر ہیں)

(۲) اَصحابُ الفرائض (یا ذوی الفروض) کو دینے کے بعد مابقیہ مال عصبہ نسبی کے درمیان حسبِ ضابطہ تقسیم کیا جائے گا۔ (عصبہ اُس وارث کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال کا مستحق ہوتا ہے، یا اگر ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو تنہا وہی ترکہ کا مستحق قرار پاتا ہے۔ پھر عصبہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ''عصبہ نسبی'' یعنی جس کا میت سے قرابت کا رشتہ ہو۔ (۲) ''عصبہ سببی'' یعنی جس کا میت سے آزادی دینے کا رشتہ ہو، جس کا مستقل بیان تفصیل کے ساتھ آئندہ مستقل باب میں آئے گا)

(۳) اگر عصبہ نسبی موجود نہ ہو تو مابقیہ مال کا مستحق عصبہ سببی ہوگا، یعنی وہ شخص جس نے میت کو آزادی دے کر اُس پر احسان کیا ہے، اُسے ''مولی العتاقہ'' یا ''معتِق'' کہا جاتا ہے۔

(۴) اگر بالفرض میت کا عصبہ سببی حیات نہ ہو، تو اُس عصبہ سببی کے عصبات بالترتیب مابقیہ ترکہ کے مستحق ہوں گے۔

(۵) اگر مولی العتاقہ یا اُس کے عصبات بھی موجود نہ ہوں، تو مابقیہ مال نسبی ذوی الفروض (اِس سے سببی ذوی الفروض یعنی زوجین سے احتراز مقصود ہے) پر اُن کے حصوں کے

بقدر لوٹا دیا جائے گا، اِس کو اصطلاح میں ”رد“ کہتے ہیں۔

(۶) اور اگر نسبی ذوی الفروض موجود نہ ہوں، تو ذوی الارحام حسبِ ضابطہ ترکہ کے مستحق ہوں گے۔ (جس کی تفصیل مستقل باب میں آگے آئے گی)

(۷) اگر ذوی الارحام بھی نہ پائے جائیں، تو اَب مابقیہ ترکہ ”مولی الموالاۃ“ کو ملے گا۔

نوٹ:- (مولی الموالاۃ سے مراد وہ شخص ہے جس سے میت نے یہ معاہدہ کر رکھا ہو کہ میری وفات کے بعد تم میرے وارث ہوگے، اور مجھ سے کوئی جنایت ہو جائے تو تم میرا تاوان بھروگے؛ لیکن اِس عقد کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ عقد موالات کی پیش کش کرنے والا میت شخص کا تعلق عربی قبائل سے نہ ہو، اور نہ ہی وہ کسی عربی النسل شخص کا آزاد کردہ ہو۔ نیز اُس کا کوئی نسبی وارث بھی نہ پایا جاتا ہو، اور اُس کی حیات میں اُس کی طرف سے بیت المال کی جانب سے دیت وغیرہ اَدا نہ کی گئی ہو۔ اور اگر مولی الموالاۃ حیات نہ ہو، تو اُس کے مذکر عصبات کو حسب ترتیب استحقاق ہوگا)۔ (مستفاد: شامی/ کتاب الفرائض ۱۰/۱ ۵۰ زکریا)

(۸) اگر مولی الموالاۃ (یا اُس کا عصبہ) بھی نہ پایا جائے تو ایسا شخص مابقیہ ترکہ کا مستحق ہوگا، جس کے لئے میت نے غیر پر نسب کا اقرار کر رکھا ہو۔ مثلاً: کسی شخص کے بارے میں اپنے حقیقی بھائی ہونے کا اقرار کیا ہو، تو اُس میں ضمناً اپنے باپ کی طرف جو مُقِر کے لئے غیر ہے، مذکورہ شخص کے بیٹے ہونے کا دعویٰ ہے، تو اِس طرح کے اقرار سے کسی سے نسب تو ثابت نہیں ہوگا؛ البتہ حسبِ تفصیل ترکہ کا استحقاق ہوسکتا ہے، بشرطیکہ میت مُقِر مرتے دم تک اُس اقرار پر قائم رہا ہو۔

(واضح ہو کہ اِس طرح کا اقرار صرف مجہول النسب شخص کے لئے ہی کیا جاسکتا ہے، معروف النسب شخص کے بارے میں ایسا اقرار محض لغو ہوگا، جس پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا) (شامی/ کتاب الفرائض ۱۰/۱ ۵۰ زکریا)

(۹) اگر مذکورہ مقرلہ بھی نہ پایا جائے، تو مابقیہ مال ایسے شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے

میت نے کل مال کی وصیت کررکھی ہو۔ (اِس لئے کہ تہائی مال سے وصیت کی اَدائیگی کا حکم بقیہ وارثین کے حقوق کو پیش نظر رکھ کر دیا گیا ہے، پس جب کوئی دوسرا وارث موجود ہی نہیں ہے، تو گویا کہ مانع متحقق نہیں ہے، اِس لئے ایسی صورت میں مابقیہ کل مال موصی لہ کو دیا جائے گا۔

(شامی/کتاب الفرائض ۱۰/۵۰۱ زکریا)

(۱۰) اگر موصی لہ بھی نہ ہو تو مابقیہ مال اِسلامی حکومت کے بیت المال (یا ملی تنظیموں کے صدقہ فنڈ) میں داخل کردیا جائے گا، اور اُسے فقراء پر صرف کیا جائے گا۔

نوٹ:- اور بعض متأخرین نے فرمایا ہے کہ اگر موصیٰ لہ نہ ہو اور زوجین میں سے کوئی موجود ہو، تو یہ مال بیت المال میں نہ دے کر احد الزوجین کی طرف لوٹا دیا جائے گا، اِس قول پر بھی حسب مصلحت فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ (قلت وفي الأشباه: أنه يرد عليهما في زماننا لفساد بيت المال (الدر المختار) وقال في المستصفى: والفتوىٰ اليوم بالرد على الزوجين، وهو قول المتأخرين من علمائنا ...... الخ. وقال الشامي بحثًا: فمن أمكنه الافتاء بذلک في زماننا فليفتي به، ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه) (رد المحتار / كتاب الفرائض ١٠/٥٤٠ زكريا)

فَيُبْدَأُ بِأَصْحَابِ الفَرَائِضِ [وَهُمُ الَّذِيْنَ لَهُمْ سِهَامٌ مُقَدَّرَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ] ثُمَّ بِالعَصَبَاتِ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ [وَالعَصَبَةُ كُلُّ مَنْ يَأْخُذُ مَا أَبْقَتْهُ أَصْحَابُ الفَرَائِضِ وَعِنْدَ الإِنْفِرَادِ يُحْرِزُ جَمِيْعَ المَالِ] ثُمَّ بِالعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ السَّبَبِ [وَهُوَ مَوْلَى العَتَاقَةِ] ثُمَّ عَصَبَتِهٖ عَلَى التَّرْتِيْبِ، ثُمَّ الرَّدِّ عَلىٰ ذَوِي الفُرُوْضِ النَّسَبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ، ثُمَّ ذَوِي الأَرْحَامِ، ثُمَّ مَوْلَى المُوَالَاةِ، ثُمَّ المُقَرِّ لَهُ بِالنَّسَبِ عَلَى الغَيْرِ بِحَيْثُ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ بِإِقْرَارِهٖ مِنْ ذٰلِکَ الغَيْرِ إِذَا مَاتَ المُقِرُّ عَلَى إِقْرَارِهٖ، ثُمَّ المُوْصٰى لَهُ بِجَمِيْعِ المَالِ، ثُمَّ بَيْتِ المَالِ.

ترجمہ:- پس اَصحاب الفرائض سے ابتداء کی جائے گی، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے کتابُ اللہ میں مقرر ہیں۔ پھر (مابقیہ مال) عصباتِ نسبیہ میں تقسیم ہوگا۔ اور عصبہ ہر وہ وارث ہے جو اصحاب الفروض کے مابقیہ مال کا مستحق ہوتا ہے، اور اکیلے ہونے کی صورت میں سب مال جمع کر لیتا ہے۔ بعد اَزاں عصبہ سببی یعنی مولی العتاقہ، اُس کے بعد بالترتیب مولی العتاقہ کے عصبات (مستحق ہوں گے) اُس کے بعد (اگر کوئی عصبہ موجود نہ ہوتو مابقیہ مال) نسبی ذوی الفروض پر اُن کے حقوق کے بقدر لوٹا دیا جائے گا۔ بعداَزاں ذوی الارحام، پھر مولی الموالاۃ، پھر دوسرے پر نسب کا مقرلہ بایں طور کہ اُس کے اقرار سے غیر سے نسب ثابت نہ ہوگا (بلکہ وہ صرف مقر سے وراثت کا مستحق ہوگا) بشرطیکہ مقر کی موت اپنے اقرار پر باقی رہنے کی حالت میں ہوئی ہو۔ بعد اَزاں وہ شخص مستحق ہوگا جس کے لئے میت نے کل مال کی وصیت کر رکھی ہے۔ اور اگر درج بالا کوئی بھی مستحق موجود نہ ہوتو بیت المال مستحق ہوگا۔

تمرین

(۱) ترکہ کی تقسیم میں کس ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا؟ ہر ایک کی تفصیل زبانی یاد کریں۔

موانع اِرث کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الْمَوَانِعِ)

اگر درج ذیل چار وجوہ پائی جائیں تو وارث اپنے مورث کی طرف سے وراثت کا حق دار نہیں رہتا:

(۱) غلامی:- خواہ کلی ہو یا جزئی، یعنی خواہ مطلق غلام ہو یا مکاتب یا مدبر ہو، تو وہ غلام رہتے ہوئے اپنے مورث کے ترکہ میں حق دار نہ ہوگا۔ (مثلاً: زید غلام ہے، اور اُس کا باپ خالد آزاد ہے، تو اگر خالد کا انتقال ہو جائے تو اُس کا غلام بیٹا زید اُس کا وارث نہ ہوگا)

(۲) ایسا قتل جو موجبِ قصاص یا موجبِ کفارہ ہو:- اِس میں چار طرح کے قتل شامل ہیں:

(۱) قتل عمد: یعنی ایسے دھاردار آلہ سے کسی کو بالقصد قتل کرنا، جس سے عموماً قتل کیا جاتا ہے، جیسے: تلوار، چاقو وغیرہ۔

فالعمد ما تعمد ضربه بصلاح أو ما أدري مجرى الصلاح الخ، والنار الخ. (الهداية ٥٥٩/٤ المكتبة التهانوية ديوبند)

(۲) قتل شبہ عمد: یعنی ایسے آلہ سے مارنے کا اِرادہ کرے، جس سے عموماً قتل نہیں کیا جاتا، جیسے: کوڑا یا لاٹھی سے مارنا وغیرہ۔

وشبه العمد عند أبي حنيفة أن يتعمد الضرب بما ليس بسلاح، وما ما أُجري مجرى الصلاح. (الهداية ٥٦٠/٤ المكتبة التهانوية ديوبند)

(۳) **قتل خطا:** وہ قتل ہے، جس سے قتل کرنے یا مارنے کا اِرادہ نہ کیا گیا ہو، اِس کی دوصورتیں ہیں:

فالعمد ما تعمد ضربه بصلاح أو ما أدري مجرى الصلاح الخ، والنار الخ. (الهداية ٤/٥٥٩ المكتبة التهانوية ديوبند)

الف:- خطا فی القصد: مثلاً: مورث کو شکار سمجھ کر مار ڈالنا۔

خطأً في القصد وهو أي يرمي شخصًا يظنه صيدًا، فإذا هو آدمي الخ.

(الهداية ٤/٥٦١ المكتبة التهانوية ديوبند)

ب:- خطا فی الفعل: یعنی نشانہ چوک جانے کی وجہ سے مورث کا قتل ہو جانا۔

وخطأً في الفعل وهو أن يرمي غرضًا فيصيب آدميًا، وموجب ذلك الكفارة، والدية على العاقلة الخ. ولا إثم فيه. (الهداية ٤/٥٦١ المكتبة التهانوية ديوبند)

(۴) **قتل شبه خطا** (جاری مجری خطا): یعنی غیر اِرادی حادثہ کی وجہ سے کسی کا مارا جانا، مثلاً: کسی شخص پر اچانک گر جانے کی وجہ سے اُس کا مارا جانا وغیرہ۔ (شامی ۱۰/۵۰۴ زکریا)

وما أُجري مجرى الخطأ مثل النائم ينقلب على رجلٍ فيقتله، فحكمه حكم الخطأ في الشرع. (الهداية ٤/٥٦١ المكتبة التهانوية ديوبند)

نوٹ (۱):- اِن چاروں اَقسام میں صرف قتل عمد موجب قصاص ہے، باقی تین موجبِ کفارہ ہیں، موجبِ قصاص نہیں ہیں۔

نوٹ (۲):- اگر ایسا قتل ہو جس میں قصاص یا کفارہ لازم نہ ہو، جیسے: قتل بالسبب مثلاً: کسی شخص نے عام راستے میں کنواں کھودا، اور اس کنوے میں مورث گر کر مر گیا، یا اپنے دفاع میں مورث کو مارا، یا قصاصاً اُس کو قتل کیا وغیرہ۔ تو یہ سب صورتیں مانع اِرث نہیں ہیں۔

(مستفاد: شامی ۱۰/۵۰۴ زکریا، الہدایہ ۴/۵۶۱-۵۶۲ تھانوی دیوبند)

(۳) اختلافِ دین:- یعنی اِسلام اور کفر کا اختلاف؛ لہٰذا کوئی مسلمان اپنے کافر رشتہ دار یا کافر اپنے مسلمان رشتے دار کا وارث نہ ہوگا؛ البتہ سب کافر آپس میں وارث ہو سکتے

ہیں، جب کہ اختلافِ دار (الگ الگ ممالک کے شہری ہونا) نہ پایا جائے۔

(۴) اختلافِ دارین:- یعنی دارالاسلام اور دارالحرب کا اختلاف، اِس مانع کا تعلق صرف کفار سے ہے، ورنہ اہل اسلام خواہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں، وہ آپس میں حسبِ ضابطہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، ملکی اختلاف اُن کے استحقاق میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

- پھر کفار کے درمیان اختلافِ ملک کبھی حقیقی ہوتا ہے، مثلاً: دارالحرب میں رہنے والا حربی کافر اور دارالاسلام میں رہنے والا ذمی کافر، اِن دونوں کے درمیان وراثت جاری نہ ہوگی، یہ اختلافِ دارین حقیقی کی مثال ہے۔

- اور کبھی اختلاف دارین حکمی ہوتا ہے، مثلاً: دارالاسلام میں ویزا لے کر آنے والا مستأمن کافر، اور وہاں پر پہلے سے مقیم ذمی کافر، تو اگر چہ یہ دونوں ایک ملک میں موجود ہوں؛ لیکن اُن میں وراثت جاری نہ ہوگی۔ پس اگر ذمی کا انتقال ہوتا ہے، تو اُس کے وارث صرف وہی رشتے دار ہوں گے جو دارالاسلام میں ذمی بن کر رہتے ہیں، اور اگر مستأمن کا انتقال ہوتا ہے، تو اُس کے وارث اُس کے اپنے ملک دارالحرب میں رہنے والے وارثین ہوں گے، ذمی رشتے دار اُس کے وارث قرار نہ پائیں گے۔

- اِسی طرح الگ الگ دارالحرب ممالک کے کافر شہری ایک دوسرے کے وارث نہ بنائے جائیں گے۔ (اِس کا تعلق اختلافِ دارین حقیقی اور حکمی دونوں سے ہوسکتا ہے، حقیقی سے اِس طرح کہ مثلاً روس کا رہنے والا غیر مسلم اَمریکہ کے غیر مسلم شہری کا وارث نہ ہوگا، یا اِس کے برعکس۔ اور اختلافِ دارین حکمی کی صورت یہ ہوگی کہ مثلاً جاپان اور برطانیہ کے دو غیر مسلم شہری کسی تیسرے ملک میں ویزا لے کر قیام پذیر ہوں، تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے)

والحاصل أن الحربيين المذكورين إن كانا في داريهما كان الاختلاف في الدار حقيقيًا، وإن كان في دارنا كان الاختلاف حكميًا الخ. (شريفية ص: ٥٣ مكتبة نزار مصطفى باغ مكة المكرمة)

الـمَـانِـعُ مِـنَ الإِرْثِ أَرْبَـعَةٌ: الرِّقُّ وَافِرًا كَانَ أَوْ نَاقِصًا، وَالقَتْلُ اَلَّـذِيْ يَتَـعَـلَّـقُ بِـهٖ وُجُـوْبُ القِصَاصِ أَوِ الكَفَّارَةِ، وَاخْتِلَافُ الدِّيْنَيْنِ، وَاخْتِلَافُ الـدَّارَيْـنِ، إِمَّـا حَـقِيْـقَةً: كَـالـحَـرْبِـيِّ وَالذِّمِيِّ، أَوْ حُكْمًـا كَالْمُسْتَأْمِنِ، وَالذِّمِيِّ، أَوِ الحَرْبِيَّيْنِ مِنْ دَارَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ.

ترجمہ:- وراثت سے مانع اَسباب چار ہیں: (۱) غلامی مکمل ہو یا ناقص (۲) ایسا قتل جس سے قصاص یا کفارہ کا وجوب متعلق ہو (۳) دینوں کا اختلاف (۴) دار کا اختلاف؛ خواہ حقیقی ہو، جیسے: حربی اور ذمی، یا حکمی ہو، جیسے: مستأمن اور ذمی، یا دو الگ ملکوں کے رہنے والے حربی۔

داروں (ملکوں) کے مختلف ہونے کا معیار

اَب سوال یہ ہے کہ الگ ملک ہونے کی نشانی کیا ہے؟

تو اِس کا جواب دیتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ دار میں اختلاف کا مدار فوج اور بادشاہ کے الگ الگ ہونے پر ہے۔ یعنی جس ملک کا بادشاہ اور اُس کی فوج الگ ہو تو وہ مستقل ملک کہلائے گا، مثلاً: روس وامریکہ وغیرہ۔ لیکن اختلاف کی علت بیان کرتے ہوئے حضرت نے یہ جملہ اِرشاد فرمایا: "**لانقطاع العصمة فيما بينهم**" یعنی اُن دونوں ملکوں کے درمیان جان ومال کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

اِس علت سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر دو ملکوں کے بادشاہ اور فوجیں الگ الگ ہوں؛ لیکن اُن کے درمیان آپس میں ناجنگ فوجی معاہدہ ہو، تو اُن پر "اختلافِ دارین" کا اِطلاق نہ ہوگا؛ بلکہ ایسے سب ممالک ایک ہی دار کے حکم میں ہوں گے، اور اُن میں بسنے والے کفار آپس میں وارث بنیں گے۔ (جیسا کہ موجودہ دور میں یوروپ کے "ناٹو معاہدہ" سے مربوط ممالک وغیرہ) چناں چہ شارح علام السید شریف جرجانی (المتوفی ۸۱۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

والـدار إنـمـا تـختلف باختلاف المنعة أي العسكر واختلاف الملك

لانقطاع العصمة فيما بينهم، كأن يكون مثلا أحد الملكين في الهند وله دار ومنعةٌ، والآخر في التُرك وله دار ومنعة أخرىٰ، وانقطعت العصمة فيما بينهم، حتى يستحل كل منهما قتال الآخر الخ. فهاتان الداران مختلفان فتنقطع باختلافهما الوراثة؛ لأنها تبتني على العصمة والولاية، وأما إذا كان بينهما تناصر وتعاونٌ على أعدائهما كانت الدار واحدةً، والوراثة ثابتةً. (شريفية ص: ٥٣ مكتبة نزار مصطفى باغ مكة المكرمة، ومثله في حاشية السراجي ص: ١٥ مكتبة الاتحاد ديوبند)

وَالدَّارُ إِنَّمَا تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَنَعَةِ وَالمَلِكِ لِانْقِطَاعِ العِصْمَةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ.

ترجمہ:- اور لشکر اور بادشاہ کے بدلنے سے ملک بدل جائے گا؛ اِس لئے کہ اُن کے درمیان حفاظت منقطع ہے۔

تمرین

(۱) موانعِ اِرث کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(۲) کس طرح کا قتل مانعِ اِرث ہوتا ہے؟ اور کون سا قتل مانعِ اِرث نہیں ہے؟

(۳) اگر دو ملکوں کی سرحدیں الگ ہوں؛ لیکن اُن میں آپس میں فوجی معاہدہ ہو، تو اِس طرح کے دو ملکوں کے رہنے والے کفار آپس میں وارث ہوں گے یا نہیں؟

شریعت میں وراثت کے مقررہ حصے اور اُن کے مستحقین

(بَابُ مَعْرِفَةِ الفُرُوْضِ وَمُسْتَحِقِّيْهَا)

مقررہ حصے

قرآنِ کریم میں اَصحابُ الفرائض وارثین کے جو حصے مقرر ہیں، وہ مجموعی طور پر کل چھے ہیں:

(۱) نصف (آدھا)(۲) ربع (چوتھائی)(۳) ثمن (آٹھواں)

(۴) ثلثان (دوتہائی)(۵) ثلث (ایک تہائی)(۶) سدس (چھٹا حصہ)

مذکورہ حصوں میں اگر دائیں طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد دوسرے کا دوگنا ہے۔ اور اگر بائیں طرف سے دیکھا جائے تو ہر عدد دوسرے کا نصف ہے، اِسی بات کو کتاب میں "عَلَى التَّضْعِيفِ وَالتَّنْصِيفِ" سے بیان کیا گیا ہے۔

الفُرُوْضُ المُقَدَّرَةُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ سِتَّةٌ: النِّصْفُ، وَالرُّبُعُ، وَالثُّمُنُ، وَالثُّلُثَانِ، وَالثُّلُثُ، وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيفِ وَالتَنْصِيفِ.
ترجمہ:- کتاب اللہ میں مقررہ حصے کل ۶/ ہیں: (۱) نصف (آدھا) (۲) ربع (چوتھائی) (۳) ثمن (آٹھواں) (۴) ثلثان (دو تہائی) (۵) ثلث (تہائی) (۶) سدس (چھٹا) تضعیف اور تنصیف کے طریقے پر۔

ذوی الفروض

شریعت میں ذوی الفروض (جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں) کل بارہ ہیں، جن میں سے ۴؍ مرد اور ۸؍ عورتیں ہیں۔

مرد ذوی الفروض درج ذیل ہیں:

(۱) باپ (میت کا والد)

(۲) جدِ صحیح میت کا دادا اُوپر تک، اور جدِ صحیح وہ دادا ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ ہو۔

(۳) اخیافی بھائی (ماں شریک بھائی)

(۴) شوہر۔

اور ذوی الفروض عورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) بیوی۔

(۲) بیٹی۔

(۳) پوتیاں (نیچے تک)

(۴) حقیقی بہن۔

(۵) علاتی بہن (باپ شریک بہن)

(۶) اخیافی بہن (ماں شریک بہن)

(۷) ماں (اِس سے حقیقی ماں مراد ہے، سوتیلی ماں وارث نہیں ہوتی)

(۸) جدۂ صحیحہ (یعنی وہ دادی جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ ہو، جیسے: اُم الاب (دادی) اُم الام (نانی) اُم اُم الاب (پردادی)

وَأَصْحَابُ هٰذِهِ السِّهَامِ اِثْنَا عَشَرَ نَفَرًا: أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ وَهُمُ: الْأَبُ، وَالْجَدُّ الصَّحِيْحُ وَهُوَ أَبُ الْأَبِ وَإِنْ عَلَا، وَالْأَخُ لِأُمٍّ، وَالزَّوْجُ،

وَثَمَانٍ مِنَ النِّسَاءِ وَهُنَّ: الزَّوْجَةُ، وَالبِنْتُ، وَبِنْتُ الابْنِ وَإِنْ سَفُلَتْ، وَالأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالأُخْتُ لِأَبٍ، وَالأُخْتُ لِأُمٍّ، وَالأُمُّ، وَالجَدَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَهِيَ الَّتِيْ لَا يَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهَا إِلَى المَيِّتِ جَدٌّ فَاسِدٌ.

ترجمہ:- اور اَصحاب الفروض کل ۱۲ر ہیں: ۴ر مرد: باپ، جدِ صحیح (یعنی باپ کا باپ) اگر چہ اوپر تک ہو۔ اَخیافی بھائی، شوہر، اور ۸ر عورتیں: بیوی، بیٹی، پوتی اگر چہ نیچے تک ہو، حقیقی بہن، علاتی بہن، اَخیافی بہن، ماں، جدۂ صحیحہ، اور جدۂ صحیحہ وہ جدہ ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی جد فاسد کا واسطہ نہ آتا ہو۔

تمرین

(۱) شریعت میں مقررہ حصے کتنے ہیں؟

(۲) ذوی الفروض کی تعداد کیا ہے؟ اور اُن میں کتنے مرد ہیں اور کتنی عورتیں؟

وارث مردوں کے اَحوال

باپ کے اَحوال

□ اگر میت نے اپنے وارثین میں باپ کو چھوڑا ہو، تو اُس کی ۳/ حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر باپ کے ساتھ بیٹا یا پوتا نیچے تک موجود ہو، تو باپ کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا، اِس کو ''فرضِ مطلق'' سے تعبیر کرتے ہیں، اور اِس کا مسئلہ درج ذیل طریقے پر بنایا جائے گا:

زید میت مسئلہ: ٦

اب	ابن/ ابن الابن
سدس	عصبہ
۱	۵

حالت (۲):- اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی نیچے تک ہو، تو ایسی صورت میں باپ کو حصہ وراثت یعنی سدس کے ساتھ ساتھ بطور عصبہ مابقیہ مال بھی ملے گا، جس کو ''فرض مع التعصیب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اِس کا مسئلہ درج ذیل طریقے پر بنایا جائے گا:

مبشر میت مسئلہ: ٦

اب	بنت/ بنت الابن
سدس وعصبہ	نصف
۱+۲	۳

زید مسئلہ: ٦
میت

اب	۲ر بنت/۲ر بنت الابن
سدس وعصبہ	ثلثان
۱+۱	۴

حالت (۳):- اگر میت نے باپ کے ساتھ نرینہ یا مؤنث کوئی اَولاد نہیں چھوڑی تو ایسی صورت میں باپ محض عصبہ بنے گا، اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد کل مال کا مستحق ہوگا، جس کو "تعصیب محض" سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل نقشہ دیکھیں:

زید مسئلہ: ۳
میت

اب	اُم
عصبہ	ثلث
۲	۱

أَمَّا الأَبُ فَلَهُ أَحوَالٌ ثَلاثٌ: الفَرضُ المُطلَقُ (وَهُوَ السُّدُسُ) وَذٰلِکَ مَعَ الإِبنِ أَوْ اِبنِ الإِبنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالفَرْضُ وَالتَّعْصِيْبُ مَعًا وَذٰلِکَ مَعَ الابْنَةِ أَوْ اِبْنَةِ الإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَتْ، وَالتَّعْصِيْبُ المَحْضُ: وَذٰلِکَ عِنْدَ عَدَمِ الوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَإِنْ سَفُلَ.

ترجمہ:- باپ کی ۳ر حالتیں ہیں: (۱) فرض مطلق: سدس (چھٹا حصہ) اور یہ بیٹے یا پوتے کے ساتھ ہوگا؛ اگرچہ نیچے تک ہو (۲) فرض مع التعصیب، اور یہ بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہوگا؛ اگرچہ نیچے تک ہو (۳) تعصیب محض، اور یہ اَولاد (مذکر ومؤنث) اور بیٹے کی اَولاد کے نہ ہونے کے وقت ہوگا؛ اگرچہ نیچے تک ہو۔

جدّ صحیح (دادا) کے اَحوال

- جد صحیح (یعنی جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ آتا ہو) کی ۴ر حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر میت کا باپ موجود ہو، تو دادا وَراثت کا مستحق نہیں ہوگا، مثلاً:

زید مسئلہ: ۳
میت

جد	اب	اُم
محروم	عصبہ	ثلث
	۲	۱

حالت (۲):- اگر میت کا باپ موجود نہیں ہے، اور دادا حیات ہے، اور دادا کے ساتھ میت کی نرینہ اَولاد (ایک یا ایک سے زائد) بھی موجود ہے، تو دادا کو صرف سدس ملے گا، اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

زید مسئلہ: ۶
میت

ابن/ابن الابن	جد
عصبہ	سدس
۵	۱

حالت (۳):- اگر میت نے وارثین میں دادا کے ساتھ صرف اپنی مؤنث اَولاد (ایک یا ایک سے زائد) چھوڑی ہو، تو دادا کو سدس کے ساتھ بطور عصبہ مابقیہ مال بھی ملے گا، اور درج ذیل نقشہ بنایا جائے گا:

زید مسئلہ: ۶
میت

بنت/ بنت الابن	جد
نصف	سدس وعصبہ
۳	۱+۲

حالت (۴):- اگر میت نے وارثین میں دادا کے ساتھ نرینہ یا مؤنث اَولاد نہیں چھوڑی، تو ایسی صورت میں دادا عصبۂ محض بنے گا، اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد مابقیہ مال کا مستحق ہوگا۔ اِس کا نقشہ درج ذیل طور پر بنایا جائے گا:

زید مسئلہ: ۳
میت

اُم	جد
ثلث	عصبہ
۱	۲

باپ اور دادا کے حکم میں کہاں کہاں فرق ہے؟

ویسے تو عام حالات میں باپ اور دادا کے اَحوال کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا؛ لیکن چار مسئلوں میں فقہاء سے فرق منقول ہے، وہ چار مسئلے درج ذیل ہیں:

(۱) اگر باپ موجود ہو تو دادی محروم ہوتی ہے؛ لیکن اگر دادا موجود ہو اور میت کی ماں نہ ہو، تو دادی وارث بنتی ہے۔

(۲) حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں حقیقی اور باپ شریک بھائی بہن بھی وارث ہوتے ہیں، جب کہ باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے؛ لیکن حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک باپ اور دادا دونوں کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بھائی بہن محروم ہوجاتے ہیں؛ گویا کہ یہاں پر دادا اور باپ کے حکم میں فرق صرف صاحبینؒ کے قول پر ہے، اِمام صاحبؒ کے قول پر نہیں ہے۔

(۳) اگر میت نے زوجین میں سے کوئی ایک اور ماں باپ کو چھوڑا ہے، تو بالاتفاق ماں کو احد الزوجین کو حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال کا ایک تہائی ملے گا؛ البتہ اگر احد الزوجین کے ساتھ ماں اور دادا کو چھوڑا ہو، تو حضرات طرفینؒ کے نزدیک ماں کو کل مال کا ثلث ملے گا، جب کہ حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں ماں کو مابقیہ کا ثلث ہی ملے گا، تو اِس مسئلے میں بھی باپ اور دادا میں فرق حضرات طرفینؒ کے قول پر ہے، اِمام ابو یوسفؒ کے قول پر نہیں ہے۔

(۴) معتَق میت کا انتقال ہوا، اُس کا کوئی نسبی یا سببی وارث حیات نہ تھا؛ لیکن اُس کے

معتِق (مولی العتاقۃ) کا باپ اور بیٹا موجود تھا، تو حضراتِ طرفینؒ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اُس میت کی ولاء اور ترکہ صرف بیٹے کو ملے گا، باپ یا دادا کو نہیں ملے گا؛ البتہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بیٹے کے ساتھ باپ موجود ہو، تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر دادا موجود ہو، تو دادا محروم ہوگا، اور کل مال کا مستحق معتِق کا بیٹا ہوگا۔ گویا کہ اِس مسئلے میں بھی باپ اور دادا کے درمیان فرق صرف امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ (مستفاد: شریفیہ ص:۵۷ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

وَالجَدُّ الصَّحِيحُ كَالأَبِ إِلَّا فِي أَرْبَعِ مَسَائِلَ، وَسَنَذْكُرُهَا فِي مَوَاضِعِهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى. وَيَسْقُطُ الجَدُّ بِالأَبِ؛ لِأَنَّ الأَبَ أَصْلٌ فِي قَرَابَةِ الجَدِّ إِلَى المَيِّتِ. وَالجَدُّ الصَّحِيحُ هُوَ الَّذِي لَا تَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهِ إِلَى المَيِّتِ أُمٌّ.

ترجمہ:- اور جد صحیح باپ کی طرح ہے، سوائے ۴ر مسئلوں کے، جن کو ہم اپنے مواقع پر بیان کریں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اور دادا باپ کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے؛ اِس لئے کہ باپ دادا کے میت کی طرف رشتہ جوڑنے میں اصل ہے۔ اور جد صحیح وہ ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ نہ ہو۔

اَخیافی بھائی بہنوں کے اَحوال

- اخیافی بھائی بہنوں کی ۳ر حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر اَخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اُس کو سدس ملے گا، مثلاً:

زید میتـــــــ مسئلہ: ٦

اخ / اخت لام	عم
سدس	عصبہ
۱	۵

حالت (۲):- اگر اَخیافی بھائی بہن ایک سے زائد ہوں، تو اُن کو ثلث ملے گا، مثلاً:

زید　مسئلہ: ۳
میت

۲/اَخ / اُخت لام	عم
ثلث	عصبہ
۱	۲

حالت (۳):- اگر میت کی صلبی اَولاد یا پوتے اور پوتیاں نیچے تک، یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو، تو بالاتفاق اَخیافی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل نقشہ دیکھیں:

ساعد اللہ　مسئلہ: ٦
میت

اب/ جد	ابن/ ابن الابن/	اخ / اخت لام
سدس	بنت/ بنت الابن	محروم
۱	عصبہ	
	۵	

فائدہ:- (۱) اخیافی بھائی بہنوں میں وراثت کی تقسیم ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے قاعدے پر نہیں ہوتی؛ بلکہ اُن میں مذکر ومؤنث سب یکساں حصے کے حق دار ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم کی آیت: ﴿وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ﴾ سے مستفاد ہوتا ہے۔

(۲) اخیافی بھائی بہنوں کو وراثت اُسی وقت ملتی ہے جب کہ مورث ''کلالہ'' ہو۔ اور ''کلالہ'' اُس مورث کو کہا جاتا ہے جس کے انتقال کے وقت خاندان میں اُس کے اُصول وفروع (باپ دادا یا اَولاد یا مذکر اَولاد کی اَولاد نیچے تک) کوئی شخص موجود نہ ہو۔ (**قوله عليه الصلوٰة والسلام: اَلْكَلالَةُ مَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَا وَالِدٌ**) (رواه الدارمي، كتاب الفرائض / باب في الكلالة، شريفية ص: ٥٨)

نوٹ:- قرآنِ کریم میں جہاں بھائی بہنوں کی وراثت کا ذکر ہے، وہاں ''کلالہ'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ دو آیتوں میں ہے:

الف:- ﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً اَوِ امْرَأَةٌ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲] اِس آیت میں بالاتفاق اخیافی بھائی بہنوں کی وراثت مذکور ہے۔

ب:- ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶] اِس آیت میں باتفاق مفسرین حقیقی وعلاتی بھائی بہنوں کی وراثت کا مسئلہ بیان ہوا ہے، اور اِس میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کا قاعدہ جاری کیا گیا ہے۔

وَأَمَّا لِأَوْلَادِ الْأُمِّ فَأَحْوَالٌ ثَلَاثٌ: السُّدُسُ لِلْوَاحِدِ، وَالثُّلُثُ لِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا ذُكُوْرُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِي الْقِسْمَةِ وَالْإِسْتِحْقَاقِ سَوَاءٌ، وَيَسْقُطُوْنَ بِالْوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَبِالْأَبِ وَالْجَدِّ بِالْإِتِّفَاقِ.
ترجمہ:- اَخیافی بھائی بہنوں کی ۳/حالتیں ہیں: (۱) اگر اُن میں سے ایک ہو، تو اُسے سدس ملے گا (۲) اور اگر دو ہوں (ایک سے زائد ہوں) تو اُنہیں ثلث ملے گا، اور اُن میں ترکہ کی تقسیم اور استحقاق میں مذکر ومؤنث برابر ہیں (۳) اور میت کی اَولاد (مذکر ومؤنث) اور بیٹے کی اَولاد؛ اگر چہ نیچے تک ہو کی وجہ سے نیز باپ اور دادا کی موجودگی میں اَخیافی بھائی بہن بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں۔

شوہر کے اَحوال

- شوہر کی ۲/حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر بیوی نے اَولاد نہ چھوڑی ہو، تو شوہر کو نصف ملے گا، اور نقشہ درج ذیل طریقے پر بنایا جائے گا:

میتہ زاہدہ مسئلہ: ۲

زوج	اب
نصف	عصبہ
۱	۱

حالت (۲):- اگر بیوی نے مذکر یا مؤنث اَولاد (یا پوتے پوتیاں الخ) چھوڑی ہے، تو شوہر کو ربع (چوتھائی) ملے گا۔ مثلاً:

مسئلہ: ۴ فریدہ
میت

ابن/ابن الابن	زوج
عصبہ	ربع
۳	۱

وَأَمَّا لِلزَّوْجِ فَحَالَتَانِ: النِّصْفُ عِنْدَ عَدَمِ الوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالرُّبُعُ مَعَ الوَلَدِ وَوَلَدِ الابْنِ وَإِنْ سَفُلَ.

ترجمہ:- اورشوہر کی ۲/حالتیں ہیں: (۱) نصف (آدھا) اَولاد اور بیٹے کی اَولاد (اگر چہ نیچے تک ہو) نہ ہونے کے وقت (۲) ربع (چوتھائی) اَولاد اور بیٹے کی اَولاد (اگر چہ نیچے تک ہو) ہونے کے وقت۔

تمرین

(۱) باپ کے اَحوال مع مثال زبانی یاد کریں۔
(۲) جدِ صحیح کے اَحوال مع مثال یاد کریں۔
(۳) باپ اور دادا کے حکم میں فرق بیان کریں۔
(۴) اَخیافی بھائی بہنوں کے اَحوال مع مثال یاد کریں۔
(۵) شوہر کے اَحوال کتنے ہیں؟

وارث عورتوں کے اَحوال

(فَصْلٌ فِيْ النِّسَاءِ)

بیوی کے اَحوال

❑ بیوی کی ۲/حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر شوہر نے مذکر یا مؤنث اَولاد (یا پوتے پوتیاں الخ) نہ چھوڑی ہو، تو بیوی (ایک ہو یا زائد) کو ربع (چوتھائی) ملے گا۔ مثلاً:

زاہد میت — مسئلہ: ۴

زوجہ	اخ
ربع	عصبہ
۱	۳

حالت (۲):- اگر شوہر نے مذکر یا مؤنث اَولاد (یا پوتے پوتیاں الخ) چھوڑی ہو، تو بیوی (ایک ہو یا زائد) کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا۔ مثلاً:

فرید میت — مسئلہ: ۸

زوجہ	ابن/ابن الابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

أَمَّـا لِـلـزَّوْجَـاتِ فَحَالَتَانِ: الرُّبُعُ، لِلْوَاحِدَةِ فَصَاعِدَةً، عِنْدَ عَدَمِ الوَلَدِ وَوَلَدِ الإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَالثُّمُنُ مَعَ الوَلَدِ وَوَلَدِ الإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ.

ترجمہ:- بیویوں کی ۲؍حالتیں ہیں: (۱) ربع (چوتھائی حصہ) ایک یا ایک سے زیادہ کے لئے، اَولاد یا بیٹے کی اَولاد (اگرچہ نیچے تک ہو) کے نہ ہونے کے وقت۔ (۲) ثمن (آٹھواں حصہ) اَولاد یا بیٹے کی اَولاد (اگرچہ نیچے تک ہو) کے ساتھ۔

حقیقی بیٹیوں کے اَحوال

❏ حقیقی بیٹیوں کی ۳؍حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر صرف ایک بیٹی ہو (اور اُس کے ساتھ کوئی بیٹا نہ ہو) تو اُسے نصف ملے گا۔ مثال کے طور پر:

زید میت — مسئلہ: ٦

بنت	اب
نصف	سدس وعصبہ
۳	۱+۲

حالت (۲):- اور اگر میت نے ایک سے زائد بیٹیاں چھوڑیں (اور کوئی بیٹا نہیں چھوڑا) تو بیٹیوں کو ۲؍ثلث ملے گا۔ مثلاً:

زید میت — مسئلہ: ۳

۲؍بنت	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

حالت (۳):- اگر میت نے بیٹی کے ساتھ ساتھ بیٹا بھی چھوڑا ہے، تو بیٹی عصبہ بالغیر بنے گی، اور اُن کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے ترکہ کی تقسیم ہوگی۔ مثال کے طور پر:

بکر مسئلہ: ۳
میت

ابن	بنت
۲	۱

وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصُّلْبِ فَأَحْوَالٌ ثَلاَثٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الإِبْنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَهُوَ يُعَصِّبُهُنَّ.

ترجمہ:- حقیقی بیٹیوں کی ۳/ حالتیں ہیں: (۱) نصف (آدھا) ایک کے لئے (۲) ثلثان (دوتہائی) دو یا دو سے زیادہ کے لئے (۳) بیٹے کے ساتھ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (مذکر کیلئے دومؤنث کے برابر حصہ) وہ بیٹا اُن کو عصبہ بنادے گا۔

پوتیوں کے اَحوال

❑ پوتیوں کی ۶/ حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر حقیقی بیٹی موجود نہ ہو اور صرف ایک پوتی موجود ہو، تو اُسے نصف ملے گا۔ مثلاً:

زید مسئلہ: ۲
میت

بنت الابن	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

حالت (۲):- اور اگر ایک سے زائد پوتیاں موجود ہوں، اور کوئی بیٹی نہ ہو، تو اُنہیں دوثلث ملے گا۔ مثلاً:

زید مسئلہ: ۳
میت

۲/ بنت الابن	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

حالت (۳):- اگر میت نے پوتی کے ساتھ ایک صلبی بیٹی بھی چھوڑی ہو، تو اُس پوتی کو حصہ بنات (ثلثان) کی تکمیل کی غرض سے سدس دیا جائے گا۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ٦ — میت

بنت	بنت الابن	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

حالت (۴):- اگر میت نے ایک سے زائد حقیقی بیٹیاں چھوڑی ہوں، تو پوتیاں محروم ہوں گی۔ مثال کے طور پر:

زید — مسئلہ: ۳ — میت

۲/ بنت	بنت الابن	عم
ثلثان	محروم	عصبہ
۲		۱

حالت (۵):- پوتیوں کے ساتھ اُن کے برابر یا نیچے درجہ میں کوئی پوتا موجود ہو، تو وہ اُن سب پوتیوں کو عصبہ بنادے گا، اور اُن کے درمیان مابقیہ مال ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَیَیْنِ﴾ کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔ مثلاً:

عمر — مسئلہ: ۴ — میت

زوج	ابن الابن	بنت الابن
ربع	عصبہ	
۱	۳	
	۲	۱

حالت (٦):- اگر میت کا بیٹا موجود ہو، تو پوتیاں مطلقاً محروم ہوں گی۔ مثلا:

زید — مسئلہ: ۱ — میت

بنت الابن	ابن
محروم	عصبہ
	۱

وَبَنَاتُ الإِبْنِ كَبَنَاتِ الصُّلْبِ وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سِتٌّ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلاِثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ بَنَاتِ الصُّلْبِ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الوَاحِدَةِ الصُّلْبِيَّةِ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ، وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الصُّلْبِيَّتَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ بِحِذَائِهِنَّ أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ غُلَامٌ فَيُعَصِّبُهُنَّ، وَالبَاقِي بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ، وَيَسْقُطْنَ بِالإِبْنِ.

ترجمہ:- پوتیاں حقیقی بیٹیوں کی طرح ہیں، اور اُن کی ٦/ حالتیں ہیں: (۱) نصف (آدھا) ایک کے لئے (۲) ثلثان (دوتہائی) دو یا دو سے زیادہ کے لئے حقیقی بیٹیوں کے نہ ہونے کے وقت (۳) پوتیوں کے لئے سدس ہوگا ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں دوتہائی حصہ کو مکمل کرنے کے لئے (۴) پوتیاں دو حقیقی بیٹیوں کی موجودگی میں وارث نہیں بنیں گی (۵) لیکن اگر اُن کے مقابلے میں یا اُن سے نیچے درجہ میں کوئی مذکر ہو تو وہ اُن کو عصبہ بنادے گا۔ (ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد) باقی اُن کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ﴾ کے مطابق تقسیم ہوگا (٦) اور بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم رہیں گی۔

تمرین

(۱) بیوی کے اَحوال مع مثال یاد کریں۔

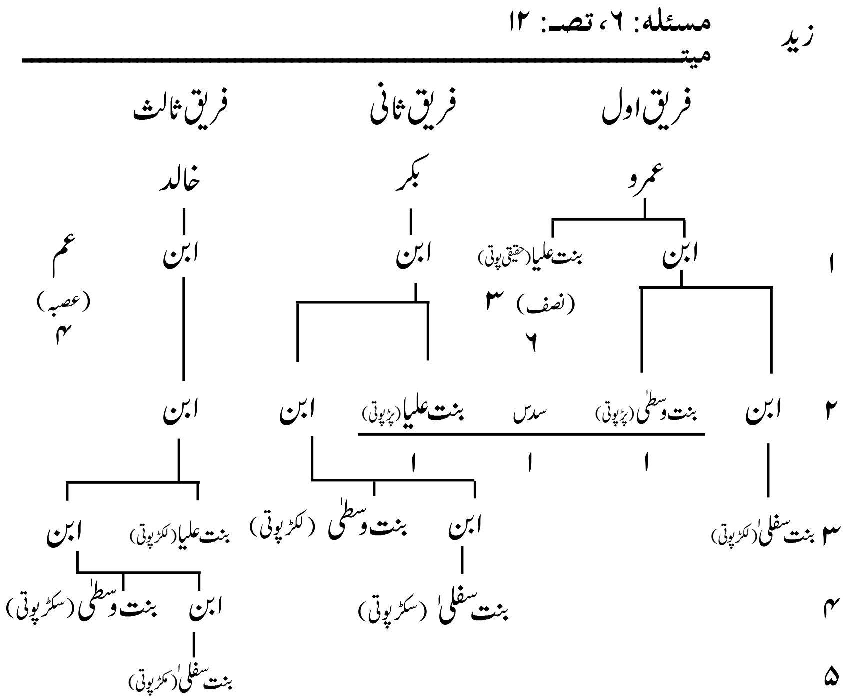
(۲) بیٹیوں کے اَحوال مع مثال حفظ یاد کریں اور تمرین کی کاپی میں نوٹ کریں۔

(۳) پوتیوں کے اَحوال مثالوں کے ساتھ زبانی یاد کر کے کاپی میں نوٹ کریں۔

مسئلۂ تشبیب

پوتیوں کی حالت نمبر ۵ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ ایک نقشہ پیش فرمارہے ہیں۔ اِس طرح کے نقشہ کو ''مسئلہ تشبیب'' کہا جاتا ہے۔ ویسے تو شعراء کی اصطلاح میں تشبیب کے معنیٰ ''عشق ومحبت'' اور ''جوانی کی باتوں پر مشتمل اَشعار'' کے آتے ہیں؛ لیکن لڑکیوں اور پوتیوں میں وراثت کی تقسیم کے مسئلے کو تشبیب کا عنوان اِس لئے دیا گیا؛ تاکہ ناظرین اورشائقین اس میں پوری دلچسپی لیں، اوراچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

نقشہ



اِس نقشے میں مورث اعلیٰ زید کے ۳؍ بیٹے ہیں، ہر بیٹے اور اُس کی اَولادوں کو ایک فریق مانا گیا ہے۔ پہلے فریق میں پوتیوں کا سلسلہ حقیقی پوتی سے شروع ہوتا ہے، اور دوسرے فریق میں پڑپوتی سے شروع ہوتا ہے، اور تیسرے فریق میں لکڑپوتی سے شروع ہوتا ہے۔ اِن تینوں فریقوں کو ۵؍ درجوں میں آمنے سامنے رکھا جاتا ہے۔

پہلے درجہ میں فریق اَول کی صرف پوتی زندہ ہے، کوئی پوتا زندہ نہیں ہے، اور اِس کے مقابلے میں فریقِ ثانی اور فریقِ ثالث کی کوئی پوتی نہیں ہے، اِس لئے حسبِ ضابطہ اُس کو نصف حصہ ملے گا۔

اور دوسرے درجہ میں فریق اول کی درمیانی پوتی کے مقابلے میں فریق ثانی کی پہلی پوتی ہے، اور فریق ثالث میں کوئی پوتی نہیں ہے، تو اِن دونوں پوتیوں کو "تکملةً للثلثین" سدس ملے گا، اور اُن سے نیچے والی سب پوتیاں محروم ہوجائیں گی۔

اور یہ مسئلہ اَولاً نصف اور سدس سے اختلاط کی وجہ سے ۶؍ سے بنے گا، پہلے درجہ کی پوتی کو نصف یعنی ۳؍ سہام، دوسرے درجہ کی دو پوتیوں کو سدس یعنی ایک سہام ملے گا۔ ایک اور دو میں چوں کہ تباین ہے: لہٰذا اصل مسئلہ کو ۲؍ سے ضرب دے کر ۱۲؍ سے تصحیح ہوگی۔ اور پہلے درجہ کی پوتی کو ۶؍ اور دوسرے درجہ کی دونوں پوتیوں کو ۱-۱؍ ملے گا، اور جو ۴؍ سہام باقی بچیں گے، تو اگر کوئی عصبہ موجود ہو تو اُس کو دے دیا جائے گا، ورنہ تو رد کے قاعدہ کے مطابق مذکورہ بالا وارثین پر ہی رد کردیا جائے گا (اور رد کا مستقل بیان آگے آرہا ہے) اور نیچے والی سب پوتیاں محروم رہیں گی۔

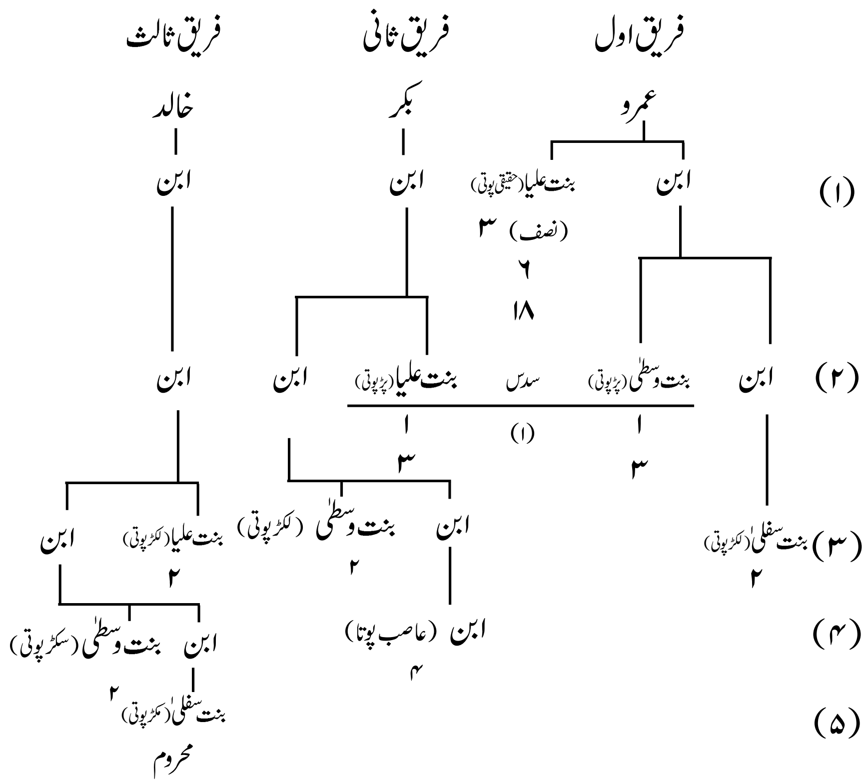
البتہ اگر مذکورہ نقشے میں نیچے والی پوتیوں میں بالفرض کوئی پوتا پایا جائے، تو وہ اپنے برابر کے درجہ کی پوتیوں کو اور اپنے سے اُوپر کی غیر ذوی الفروض پوتیوں کو عصبہ بنادے گا۔

مثلاً چوتھے درجہ کی بنت سفلیٰ کے بجائے ابن یعنی پوتا موجود ہو تو وہ اپنے درجہ میں فریق ثالث کی بنت وسطیٰ کو اور اِسی طرح تیسرے درجہ کی تینوں فریق کی پوتیوں کو عصبہ بنادے گا، اور

پہلے درجہ کی حقیقی پوتی کو نصف اور دوسرے درجہ کی دونوں ذوی الفروض پوتیوں کو اُن کا حصہ سدس دینے کے بعد جو ما بقیہ ثلث حصہ بچے گا، وہ اِس پوتے اور تیسرے اور چوتھے درجہ کی پوتیوں میں بطور عصبہ ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ تقسیم کیا جائے گا، اور پانچویں درجہ کی فریق ثالث کی بنت سفلیٰ محروم رہے گی؛ کیوں کہ اُس کے درجہ میں کوئی پوتا نہیں ہے۔ اِس کا نقشہ ملاحظہ کریں:

مسئلہ: ٦، تصـ: ١٢، تصـ: ٣٦

زید میت

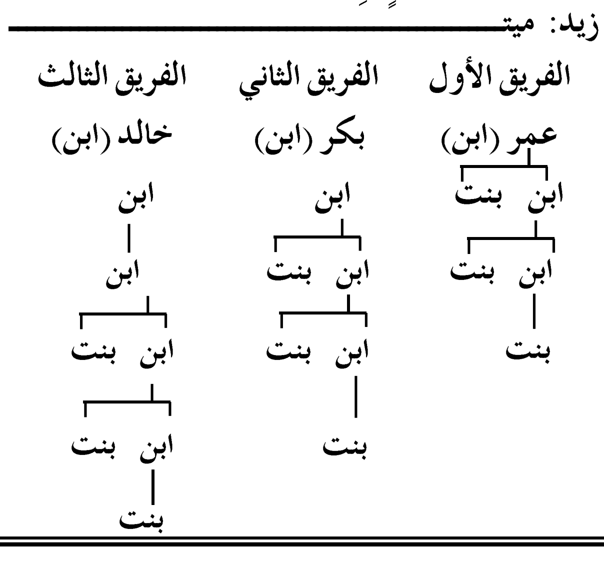


تو خلاصہ یہ نکلا کہ پوتا صرف اپنے درجہ کی اور ذوی الفروض سے نیچے درجہ کی پوتیوں کو عصبہ بنائے گا، اور اپنے سے نیچے درجہ والی پوتیوں کو عصبہ نہیں بنائے گا؛ لہٰذا مذکورہ نقشے میں پہلے درجہ کی پوتی کو نصف، اور دوسرے درجہ کی ۲/ پوتیوں کو ذوی الفروض کے طور پر سدس ملا؛ لہٰذا نصف اور سدس کے اختلاط کی وجہ سے اَولاً ٦/ سے مسئلہ بنایا جائے گا، اور پہلے درجہ کی پوتی کو

نصف یعنی ۳/ سہام ملیں گے، اور دوسرے درجہ کی ۲/ پوتیوں کو سدس یعنی ایک سہام ملے گا۔ اَب اُن کے سہام اور عدد دِرُؤوس ۲/ میں کسر ہے؛ لٰہٰذا عدد دِرُؤوس کو اصل مسئلہ ۶/ میں ضرب دیں گے تو ۱۲/ سے تصحیح ہوگی، اور پہلے درجہ کی پوتی کو اُس میں سے ۶/ اور دوسرے درجہ کی ہر پوتی کو ۱-۱/ ملے گا۔ بعد اَزاں چوتھے درجہ میں آنے والا پوتا اور اُس کے ہم درجہ پوتی نیز تیسرے درجہ کی پوتیوں کے کل اَعدادِ رُؤوس ۶/ رہوں گے؛ جب کہ اُن کو بطور عصبہ اصل مسئلہ سے ۴/ عدد مل رہے ہیں؛ لٰہٰذا ۴/ اور ۶/ میں توافق بالنصف ہے، بریں بنا عدد دِرُؤوس ۶/ کے وفق ۳/ کو اصل مسئلہ ۱۲/ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۶/ نکلے گا، جس میں سے پہلے درجہ کی پوتی کو ۱۸/ اور دوسرے درجہ کی ہر ایک ذوی الفروض پوتی کو ۳-۳/، اور تیسرے اور چوتھے درجہ کی ہر ایک پوتی کو ۲-۲/ اور پوتے کو ۴/ ملیں گے، اور پانچویں درجہ کی پوتی محروم ہوگی۔

نوٹ:- مذکورہ مسئلہ کی تخریج کے دوران کسر دور کرنے کے لئے تصحیح کی ضرورت پیش آتی ہے، جس کی تفصیل آگے مستقل باب میں آرہی ہے۔

وَلَوْ تَرَکَ ثَلاثَ بَنَاتِ ابْنٍ بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ، وَثَلاثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنٍ أٰخَرَ بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ. وَثَلاثَ بَنَاتِ ابْنِ ابْنِ ابْنٍ أٰخَرَ بَعْضُهُنَّ أَسْفَلُ مِنْ بَعْضٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:



اَلْعُلْيَا مِنَ الفَرِيْقِ الْأَوَّلِ لَا يُوَازِيْهَا أَحَدٌ، وَالوُسْطٰى مِنَ الفَرِيْقِ الْأَوَّلِ تُوَازِيْهَا الْعُلْيَا مِنَ الفَرِيْقِ الثَّانِي وَالسُّفْلٰى مِنَ الفَرِيْقِ الْأَوَّلِ تُوَازِيْهَا الوُسْطٰى مِنَ الفَرِيْقِ الثَّانِيْ وَالعُلْيَا مِنَ الفَرِيْقِ الثَّالِثِ، وَالسُّفْلٰى مِنَ الفَرِيْقِ الثَّانِيْ تُوَازِيْهَا الوُسْطٰى مِنَ الفَرِيْقِ الثَّالِثِ، وَالسُّفْلٰى مِنَ الفَرِيْقِ الثَّالِثِ لَا يُوَازِيْهَا أَحَدٌ، إِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ: لِلْعُلْيَا مِنَ الفَرِيْقِ الْأَوَّلِ النِّصْفُ، وَلِلْوُسْطٰى مِنَ الفَرِيْقِ الْأَوَّلِ مَعَ مَنْ يُوَازِيْهَا السُّدُسُ، تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ.

وَلَا شَيْءَ لِلسُّفْلَيَاتِ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ غُلَامٌ، فَيُعَصِّبُهُنَّ مَنْ كَانَتْ بِحِذَائِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ فَوْقَهٗ مِمَّنْ لَمْ تَكُنْ ذَاتَ سَهْمٍ وَيَسْقُطُ مَنْ دُوْنَهٗ.

ترجمہ:- اور اگر کسی میت نے (حقیقی بیٹے کے واسطے سے) درجہ بدرجہ ۳/ پوتیاں چھوڑیں، اور دوسرے بیٹے سے بھی (پوتے کے واسطے سے) ۳/ پوتیاں چھوڑیں، نیز تیسرے بیٹے سے (پڑپوتے کے واسطے سے بھی) پوتیاں درج بالا نقشہ کے مطابق چھوڑیں۔

(اب دیکھئے کہ) فریق اول کی پہلی پوتی کے مقابلے میں کوئی اور وارث نہیں ہے۔

اور فریق اول کی درمیانی پوتی کے مقابلے میں فریق ثانی کی پہلی پوتی ہے، اور فریق اول کی آخری پوتی کے مقابلے میں فریق ثانی کی درمیانی پوتی اور فریق ثالث کی پہلی پوتی ہے۔

اور فریق ثانی کی آخری پوتی کے مقابلے میں فریق ثالث کی درمیانی پوتی ہے، جب کہ فریق ثالث کی آخری پوتی کے مقابلے میں کوئی اور نہیں ہے۔

جب آپ نے اِس کو سمجھ لیا، تو اَب ہم کہتے ہیں کہ فریق اول کی پہلی پوتی کے لئے نصف (آدھا) ہوگا، اور فریق اول کی درمیانی پوتی کے لئے اُس کے درجہ میں آنے

والی (فریق ثانی کی پہلی پوتی) کے ساتھ ثلثان (دوتہائی) کومکمل کرنے کے لئے سدس (چھٹا حصہ) ہوگا۔

اوراُن سے نیچے والی پوتیوں کے لئے کچھ نہیں ہوگا، الا یہ کہ اُن کے ساتھ کوئی مذکر (پوتا) آ جائے، تو وہ اپنے درجہ والی پوتیوں اور اُن سے اوپر درجہ والی غیر ذوی الفروض پوتیوں کو عصبہ بنادے گا، اور پوتے سے نیچے درجہ والی سب پوتیاں محروم رہیں گی۔

تمرین

(۱) مسئلۂ تشبیب کسے کہتے ہیں؟ اُس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

(۲) مسئلۂ تشبیب کی تفصیل زبانی بیان کریں۔

(۳) مذکورہ دونوں نقشے سمجھ کر کاپی میں اتاریں۔

(۴) اگر بالفرض دوسرے فریق کی پوتیوں کے ساتھ کوئی پوتا بھی موجود ہو تو مسئلہ کی تخریج کس طرح ہوگی؟

(۵) اگر تیسرے فریق میں پوتا پایا جائے تو مسئلہ کس طرح بنے گا؟ کاپی میں نقشہ بنائیں۔

حقیقی بہنوں کے اَحوال

حقیقی بہنوں کی ۵/حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر حقیقی بہن ایک ہو، تو اُس کو نصف ملے گا۔ مثال کے طور پر:

زید — مسئلہ: ۲ — میت

اخت	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

حالت (۲):- اگر ایک سے زائد حقیقی بہنیں ہوں، تو اُنہیں دو ثلث ملے گا۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۳ — میت

۲/اخت	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

حالت (۳):- اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہو، تو یہ بہنیں عصبہ بالغیر بن جائیں گی، اور اُن کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے ترکہ تقسیم ہوگا۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۳ — میت

اخت	اخ
۱	۲

زید مسئلہ: ٦
میت

۲/اخت	۲/اخ
۲	۴

نوٹ:- عصبہ بالغیر کی تعریف عصبہ کے بیان میں مستقل آ رہی ہے۔

حالت (۴):- اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی ہو، تو حقیقی بہنیں عصبہ مع الغیر بن جائیں گی، یعنی بیٹی اور پوتی کو اُن کا حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال حقیقی بہنوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ مثلاً:

زید مسئلہ: ۲
میت

بنت/ بنت الابن	اخت
نصف	عصبہ مع الغیر
۱	۱

حالت (۵):- اگر میت کا بیٹا یا پوتا اور باپ یا دادا موجود ہو، تو حقیقی بہنیں محروم ہوں گی۔ مثلاً:

الف:-

زید مسئلہ: ۱
میت

ابن/ ابن الابن	اخت
عصبہ	محروم
۱	

ب:-

زید مسئلہ: ۱
میت

اب/ جد	اخت
عصبہ	محروم
۱	

وَأَمَّا لِلْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَأَحْوَالٌ خَمْسٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً، وَمَعَ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ يَصِرْنَ بِهِ عَصَبَةً، لِاسْتِوَائِهِمْ فِي الْقَرَابَةِ إِلَى الْمَيِّتِ، وَلَهُنَّ الْبَاقِيْ مَعَ الْبَنَاتِ. أَوْ بَنَاتِ الابْنِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: اِجْعَلُوْا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً.

ترجمہ:- حقیقی بہنوں کی ۵/حالتیں ہیں: (۱) نصف (آدھا) ایک بہن کے لئے (۲) ثلثان (۲/تہائی) دو یا اُس سے زیادہ کے لئے (۳) حقیقی بھائی کے ساتھ حقیقی بہنوں کو﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر حصہ ملے گا، اور وہ اُس کی وجہ سے عصبہ بن جائیں گی؛ کیوں کہ یہ بہن بھائی میت سے رشتہ جوڑنے میں برابر درجہ کے ہیں (۴) بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ حقیقی بہنوں کو مابقیہ حصہ (عصبہ مع الغیر) کے طور پر ملے گا۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان: (اِجْعَلُوْا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً) (بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کو عصبہ بناؤ) کی وجہ سے۔ (یہاں تک ۴/حالتیں ہوئیں، اور پانچویں حالت یعنی بیٹے پوتے اور باپ دادا کی وجہ سے حقیقی بہن محروم ہوجاتی ہے، اسے آگے آنے والی عبارت ”وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل“ الخ میں بیان کیا گیا ہے)

نوٹ:- صاحب سراجیؒ نے ”اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة“ کو اِرشادِ نبویؐ قرار دیا ہے؛ لیکن مذکورہ اَلفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے؛ البتہ اِسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے، جس کا ذکر آئندہ عصبہ کے بیان میں آرہا ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”جعله في السراجية وغيرها حديثًا. قال في سكب الأنهر: ولم اقف على من خرجه؛ لكن أصله ثابت بخبر ابن مسعود وهو ما رواه البخاري. (رد المحتار ۵۴۸/۵)

علاتی بہنوں کے اَحوال

(الأخوات لأب)

☐ علاتی بہنوں کی ۷/حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر علاتی بہن ایک ہو تو اُسے نصف ملے گا، بشرطیکہ کوئی حقیقی بہن نہ ہو۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۲

میت	
اخت لاب	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

حالت (۲):- اگر علاتی بہن ایک سے زائد ہوں، تو اُنہیں ثلثان ملے گا، بشرطیکہ کوئی حقیقی بہن نہ ہو۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۳

میت	
۲/اخت لاب	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

حالت (۳):- اگر علاتی بہن کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو، تو علاتی بہن کو سدس ملے گا، خواہ ایک ہو یا زائد۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ٦

میت		
اخت لاب واُم	اخت لاب	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

حالت (۴):- اگر علاتی بہنوں کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں، تو علاتی بہنیں محروم ہوجائیں گی۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۳
میت

۲/اخت لاب وام	اخت لاب	عم
ثلثان	محروم	عصبہ
۲		۱

حالت (۵):- اگر علاتی بہنوں کے ساتھ کوئی علاتی بھائی بھی ہو، تو علاتی بہنیں عصبہ بالغیر بن جائیں گی اور دیگر وارثین کو اُن کا حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر علاتی بھائی بہنوں میں تقسیم ہوجائے گا۔ مثال کے طور پر:

عمرو — مسئلہ: ۲، تصـ: ٦
میت

اخت لاب وام	اخ لاب	اخت لاب
نصف	عصبہ	
۱	۱	
	۳	
۳	۲	۱

حالت (٦):- میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں علاتی بہنیں عصبہ مع الغیر بن جاتی ہیں، یعنی بیٹیوں کو اُن کا حصہ ملنے کے بعد مابقیہ مال علاتی بہنوں میں تقسیم ہوگا۔ مثلاً:

زید — مسئلہ: ۲
میت

بنت/ بنت الابن	اخت لاب
نصف	عصبہ مع الغیر
۱	۱

حالت (۷):- میت کے بیٹے پوتے یا باپ دادا کی موجودگی میں علاتی بہنیں محروم ہوتی ہیں۔ نیز حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھی محروم ہو جائیں گی، اور حقیقی بہن جب عصبہ بن رہی ہو، تو اُس کی موجودگی میں بھی علاتی بہنیں محروم ہوتی ہیں۔ مثلاً:

زید مسئلہ: ۱
میت

ابن/ابن الابن	اخت لاب	اخ لاب
عصبہ		م

زید مسئلہ: ۱
میت

اب/جد	اخت لاب	اخ لاب
عصبہ		م
۱		

(حقیقی بہن کے عصبہ ہونے کے وقت علاتی بہن کے محروم ہونے کی مثال)

آمنہ مسئلہ: ٦
میت

بنت	اخت لابن وام	اخت لاب
نصف	عصبہ	محروم
$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۱}{۳}$	

(حقیقی بھائی کے عصبہ ہونے کے وقت علاتی بہن کے محروم ہونے کی مثال)

زید مسئلہ: ۲
میت

زوج	اخ لاب وام	اخت لاب
نصف	عصبہ	م
۱	۱	

وَالْأَخَوَاتُ لِأَبٍ كَالْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سَبْعٌ: النِّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثُّلُثَانِ لِلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً عِنْدَ عَدَمِ الْأَخَوَاتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ .وَلَا يَرِثْنَ مَعَ الْأُخْتَيْنِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ أَخٌ لِأَبٍ فَيُعَصِّبُهُنَّ، وَالبَاقِيْ بَيْنَهُمْ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ وَالسَّادِسَةُ أَنْ يَصِرْنَ عَصَبَةً مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتِ الإِبْنِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَبَنُوْ الْأَعْيَانِ وَالعَلَّاتِ كُلُّهُمْ يَسْقُطُوْنَ بِالابْنِ وَابْنِ الإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ، وَبِالْأَبِ بِالْإِتِّفَاقِ، وَبِالْجَدِّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى – وَيَسْقُطُ بَنُوْالعَلَّاتِ أَيْضًا بِالْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَبِالْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، إِذَا صَارَتْ عَصَبَةً.

ترجمہ:- علاتی بہنیں حقیقی بہنوں کی طرح ہیں، اور اُن کی ۷؍حالتیں ہیں: (۱) نصف (آدھا) ایک کے لئے (۲) ثلثان (۲؍تہائی) ۲؍یا ۲؍سے زیادہ کے لئے- حقیقی بہنوں کی عدم موجودگی میں- (۳) اور علاتی بہنوں کا حصہ سدس ہے، ایک حقیقی بہن کے ساتھ، ثلثان کی تکمیل کرتے ہوئے (۴) ۲؍حقیقی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہنیں وارث نہیں بنیں گی (۵) لیکن اگر علاتی بہنوں کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو تو وہ اُن کو عصبہ بنا دے گا، اور (ذوی الفروض کو اُن کا حصہ دینے کے بعد) مابقیہ ترکہ اُن کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر تقسیم ہوگا (٦) بیٹیوں یا پوتیوں کی موجوگی میں علاتی بہنیں عصبہ مع الغیر بنیں گی، جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں (۷) حقیقی اور علاتی بھائی بہن بیٹے اور پوتے (اگر چہ نیچے تک ہوں) کی وجہ سے اور باپ کی وجہ سے بالاتفاق اور دادا کی وجہ سے اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں۔ نیز علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی کی وجہ سے محروم ہوجاتے ہیں، اور حقیقی بہن کی وجہ سے بھی محروم ہوجائیں گے؛ جب کہ وہ حقیقی بہن (لڑکیوں یا پوتیوں کی وجہ سے) عصبہ بن رہی ہو۔

ماں کے اَحوال

□ ماں کی ۳/حالتیں ہیں:

حالت (۱):- اگر وارثین میں ماں کے ساتھ میت کی اَولاد (مذکر ومؤنث یا مذکر کی اَولاد یعنی پوتے پوتیاں) یا پوتے پوتیاں نیچے تک ہوں، یا کسی طرح کے بھی بھائی بہن دو یا اُس سے زائد ہوں، تو ماں کو سدس ملے گا۔ مثال کے طور پر:

زید میت — مسئلہ: ۶

ابن/ابن الابن	اُم
عصبہ	سدس
۵	۱

زید میت — مسئلہ: ۶

۵/اخ	اُم
عصبہ	سدس
۵	۱

حالت (۲):- اگر وارثین میں ماں کے ساتھ میت کی اَولاد یا ایک سے زائد بھائی بہن نہ ہوں، تو ایسی صورت میں ماں کو کل مال کا ثلث ملے گا۔ مثال کے طور پر:

زید میت — مسئلہ: ۳

اب	اُم
عصبہ	ثلث
۲	۱

حالت (۳):- اگر میت کی اَولاد یا ایک سے زائد بھائی بہن نہ ہوں؛ لیکن ماں کے ساتھ زوجین میں سے کوئی ایک ہو، تو ایسی صورت میں احدالزوجین کو اُن کا حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال کا ثلث ماں کو ملے گا، اور اِس صورت کا تحقق صرف دو مسئلوں میں ہوتا ہے:

مسئلہ (۱):- بیوی کا انتقال ہو جائے اور وہ وارثین میں اپنے شوہر اور ماں باپ کو چھوڑے، تو شوہر کا حصہ نصف ہے، اور اُس کو نصف حصہ دینے کے بعد جو مال بچے گا اُس میں

سے ایک تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملے گا، اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

زاہدہ
مسئلہ: ٦
میت

اب	اُم	زوج
عصبہ	ثلث مابقی	نصف
٢	١	٣

مسئلہ (٢):- دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا، اور اُس نے وارثین میں بیوی اور ماں باپ کو چھوڑا، تو ایسی صورت میں بیوی کو ربع ($\frac{1}{4}$) ملے گا، اور مابقیہ ($\frac{3}{4}$) میں سے ($\frac{1}{4}$) ماں کو اور ($\frac{2}{4}$) باپ کو ملے گا۔ مثلاً:

زید
مسئلہ: ١٢
میت

اب	اُم	زوجہ
عصبہ	ثلث مابقی	ربع
٦	٣	٣

نوٹ:- مذکورہ دونوں مسئلوں میں اگر باپ کی جگہ دادا ہو، تو حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسئلہ جوں کا توں رہے گا، یعنی دادا کی موجودگی میں بھی ماں کو ثلث مابقی ملے گا؛ جب کہ حضراتِ طرفینؒ کے نزدیک دادا کے ساتھ ماں کو ثلث الکل یعنی کل مال کا ایک تہائی ملے گا، اور پہلے مسئلہ کی تخریج اِس طرح ہوگی:

خالدہ
مسئلہ: ٦
میت

جد	اُم	زوج
عصبہ	ثلث الکل	نصف
١	٢	٣

دوسرے مسئلہ کی تخریج اِس طرح ہوگی:

زید مسئلہ: ۱۲
میت

جد	اُم	زوجہ
عصبہ	ثلث الکل	ربع
۵	۴	۳

نوٹ:–واضح رہے کہ فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے، اِمام ابو یوسفؒ کے قول پر نہیں ہے۔

وَأَمَّا لِلْأُمِّ فَأَحْوَالٌ ثَلَاثٌ: السُّدُسُ مَعَ الوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الإِبْنِ وَإِنْ سَفُلَ أَوْ مَعَ الِاثْنَيْنِ مِنَ الإِخْوَةِ وَالأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَا، وَثُلُثُ الكُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ المَذْكُورِيْنَ، وَثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ. وَذٰلِكَ فِي مَسْأَلَتَيْنِ: زَوْجٍ وَأَبَوَيْنِ وَزَوْجَةٍ وَأَبَوَيْنِ. وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الأَبِ جَدٌّ فَلِلْأُمِّ ثُلُثُ جَمِيْعِ المَالِ، إِلَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – فَإِنَّ لَهَا ثُلُثَ البَاقِي.

ترجمہ:– ماں کی ۳/حالتیں ہیں: (۱) سدس (چھٹا) اَولاد یا بیٹے کی اَولاد (اگر چہ نیچے تک ہو) یا دو یا اُس سے زیادہ کسی بھی قسم کے بھائی بہنوں کی موجودگی میں (۲) ثلث الکل (مکمل مال کا تہائی) مذکورہ لوگوں کے نہ ہونے کے وقت (۳) ثلث مابقی (باقی ماندہ کا تہائی) زوجین میں سے کسی ایک کو اُس کا حصہ دینے کے بعد۔

اور یہ حالت درج ذیل ۲/مسئلوں میں متحقق ہوتی ہے: (۱) (جب کہ کسی مسئلہ میں) شوہر اور ماں باپ ہوں (۲) (جب کہ کسی مسئلہ میں) بیوی اور ماں باپ ہوں۔ اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو، تو ماں کو پورے مال کا ایک تہائی ملے گا، سوائے حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک؛ اِس لئے کہ (اُن کے نزدیک دادا کی صورت میں بھی) ماں کو باقی مال کا ثلث ملے گا۔

جدۂ صحیحہ کے اَحوال

❐ جدۂ صحیحہ کی ۲/حالتیں ہیں:

حالت (۱):– جدۂ صحیحہ (جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ

آ تا ہو) خواہ ایک ہوں یا اُس سے زائد، بشرطیکہ وہ ایک ہی درجہ کی ہوں، اور کوئی حاجب بھی نہ پایا جائے، تو اُن کو سدس ملتا ہے۔ مثلاً:

زید میت — مسئلہ: ٦

جدہ	عم
سدس	عصبہ
۱	۵

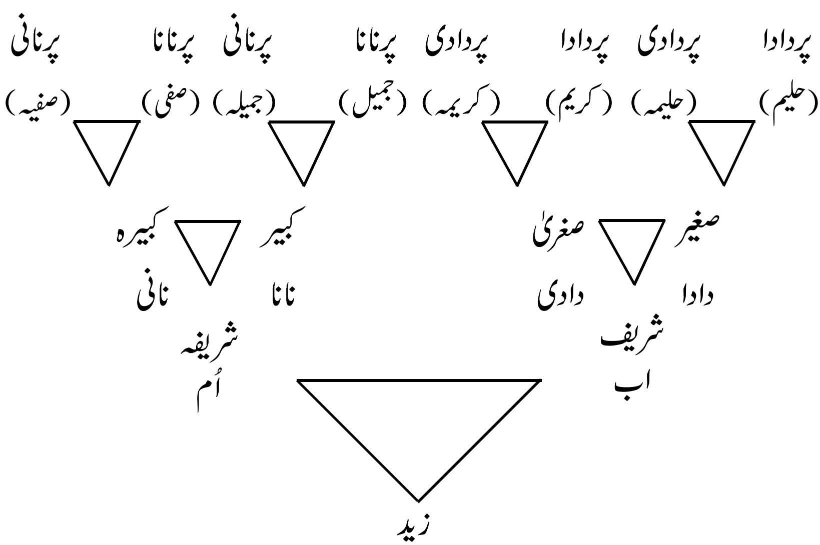
حالت (۲):- الف:- ماں کی موجودگی میں ہر طرح کی جدات محروم ہو جاتی ہیں۔

ب:- اور باپ کی موجودگی میں باپ کے رشتے والی جدات محروم ہو جاتی ہیں۔

ج:- اور دادا کی وجہ سے اس سے اوپر والی جدات محروم ہو جاتی ہیں؛ لیکن اس کے برابر والی یعنی میت کی دادی اوپر تک محروم نہیں ہوتی۔

د:- مختلف درجہ کی دادیوں میں جو میت سے اقرب ہے، وہ ابعد والی کو محروم کر دیتی ہے۔ مثلاً:

نقشہ



اِس نقشہ میں اگر زید کی ماں (شریفہ) موجود ہو، تو سبھی دادیاں اور نانیاں محروم ہوں گی، اور اگر زید کا باپ (شریف) موجود ہو اور ماں موجود نہ ہو، تو باپ کی طرف کی جدات محروم ہوجائیں گی؛ لیکن ماں کی طرف کی جدات (نانیاں) محروم نہ ہوں گی۔ اور اگر زید کا دادا (صغیر) موجود ہو، تو پردادی (حلیمہ) محروم ہوگی؛ لیکن دادی (صغریٰ) محروم نہ ہوگی۔ بہر حال جب اَقرب دادی یا نانی موجود ہوتو وہ اَبعد والی کو محروم کردے گی۔

وَلِلْجَدَّةِ السُّدُسُ، لِأُمٍّ كَانَتْ أَوْ لِأَبٍ وَاحِدَةً كَانَتْ أَوْ أَكْثَرَ إِذَا كُنَّ ثَابِتَاتٍ، مُتَحَاذِيَاتٍ فِي الدَّرَجَةِ، وَيَسْقُطْنَ كُلُّهُنَّ بِالْأُمِّ وَالْأَبَوِيَّاتُ بِالْأَبِ أَيْضًا، وَكَذٰلِكَ بِالْجَدِّ، إِلَّا أُمُّ الْأَبِ وَإِنْ عَلَتْ؛ فَإِنَّهَا تَرِثُ مَعَ الْجَدِّ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ قِبَلِهٖ. وَالْقُرْبٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ؛ وَارِثَةً كَانَتِ الْقُرْبٰى أَوْ مَحْجُوْبَةً.

ترجمہ:- دادی کے لئے سدس (چھٹا حصہ) ہوگا، ماں کی جانب منسوب ہو یا باپ کی طرف، ایک ہو یا ایک سے زائد؛ بشرطیکہ وہ سب صحیحہ ہوں، اور درجہ میں برابر ہوں۔ تمام اَقسام کی دادیاں ماں کی وجہ سے محروم ہوں گی، اور باپ کی طرف منسوب دادیاں باپ کی وجہ سے، نیز دادا کی وجہ سے بھی محروم ہوں گی، سوائے میت کی دادی کے، اگرچہ اوپر تک ہوں؛ چناں چہ (میت کی حقیقی دادی) دادا کے ساتھ وارث بنے گی؛ اِس لئے کہ دادی دادا کی طرف منسوب نہیں ہے۔ (ماں یا باپ کی طرف منسوب کوئی بھی) قریبی دادی دور والی دادی کو محروم کردے گی۔ خواہ وہ قریب والی دادی وارث بن رہی ہو یا وارث نہ بن رہی ہو۔

نوٹ(۱):- وَالْقُرْبٰى مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَتْ تَحْجُبُ الْبُعْدٰى ...... الخ :- یعنی قریب والی جدہ دور والی جدہ کو محروم کردیتی ہے، خواہ یہ قریب والی خود وارث بن رہی ہو یا نہ

بن رہی ہو۔

خود وارث بننے کی مثال یہ ہے:

زید مسئلہ: ٦
میت

اُم الاب	اُم اُم الام (پرنانی)	عم
سدس	محروم	عصبہ
۱		۵

اور قریب والی کے خود محجوبہ ہونے کے باوجود دُور والی کو محروم کر دینے کی مثال یہ ہے:

زید مسئلہ: ۱
میت

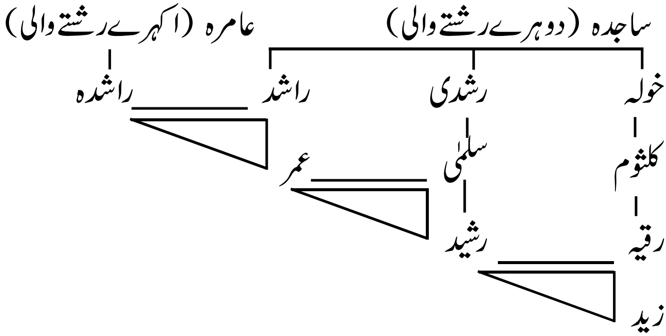
اُم الاب	اُم اُم الام (پرنانی)	اَب
محروم	محروم	۱

اِس نقشہ میں اُم الاب یعنی دادی باپ کی موجودگی کی وجہ سے خود محجوب ہے؛ لیکن اُس کی وجہ سے پرنانی محروم ہو رہی ہے؛ اِس لئے کہ پرنانی کا درجہ دادی سے بعید ہے۔

(۲) وإذا كانت الجدة ذات قرابة واحدة ...... الخ :- اِس عبارت میں یہ صورت بیان کی جارہی ہے کہ اگر وارثین میں ایک دادی کا میت سے رشتہ اِکہرا ہو اور دوسری دادی کی قرابت ایک سے زائد ہو، اور کوئی حاجب موجود نہ ہو، تو اُن دادیوں میں اُن کے حصہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ تو اس بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

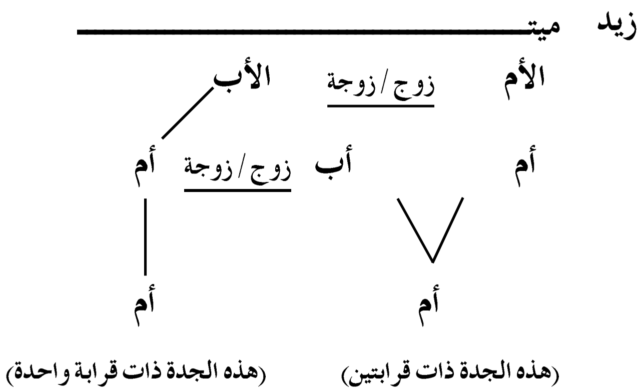
حضرت اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صرف عددِ رُؤوس کو پیشِ نظر رکھ کر دونوں دادیوں کو سدس میں سے برابر حصہ دینے کے قائل ہیں؛ جب کہ حضرت اِمام محمدؒ رشتہ قرابت کو دیکھتے ہوئے جس کی قرابت زیادہ ہے، اُسی اعتبار سے حصہ دینے کے قائل ہیں، اور فتویٰ اِمام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔

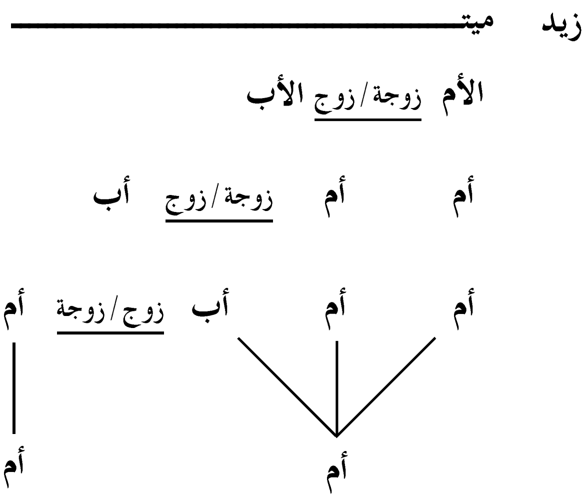
نقشہ مسئلہ



اِس نقشہ میں ساجدہ زید کی سکڑ نانی بھی ہے اور سکڑ دادی بھی ہے؛ جب کہ عامرہ صرف سکڑ دادی ہے۔ پس اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک اِن دونوں جدات میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ سدس میں برابر کی شریک ہوں گی۔ اور حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک اکہرے رشتے والی کو ثلث اور دوہرے رشتے والی دادی کو دوثلث دیا جائے گا؛ گویا کہ ۳/ سے مسئلہ بنا کر ایک سہام عامرہ کو اور ۲/ سہام ساجدہ کو ملیں گے۔

وَإِذَا كَـانَتِ الجَدَّةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ كَأُمِّ أُمِّ الأَبِ، وَالأُخْرىٰ ذَاتَ قَرَابَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، كَأُمِّ أُمِّ الأُمِّ، وَهِيَ أَيْضًا أُمُّ أَبِ الأَبِ بِهَذِهِ الصُّورَةِ:





(هذه الجدة ذات ثلاث قرابات) (هذه الجدة ذات قرابة واحدة)

يُقْسَمُ السُّدُسُ بَيْنَهُمَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَثْلَاثًا بِاعْتِبَارِ الْجِهَاتِ.

ترجمہ:- اور جب ایک دادی کا رشتہ میت سے اکہرا ہو، جیسے: دادی کی ماں، اور دوسری دادی دوہرے یا اُس سے زیادہ رشتہ والی ہو، جیسا کہ نانی کی ماں، جب کہ وہ دادا کی بھی ماں ہو، مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق۔ (تو ایسی صورت میں سدس (چھٹا حصہ) اُن دونوں دادیوں کے درمیان حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُن کی تعداد کے اعتبار سے نصفا نصف تقسیم کیا جائے گا، اور اِمام محمدؒ کے نزدیک رشتہ داریوں کا اعتبار کرتے ہوئے ''اثلاثاً'' تقسیم کیا جائے گا۔ (اور جب ایک دادی ۳؍قرابت والی ہو، اور دوسری دادی اکہری قرابت والی ہو، جیسا کہ درج بالا دوسرے نقشے میں ہے، تو ایسی صورت میں تقسیم ''ارباعا'' ہوگی، یعنی اکہری قرابت والی کو $\frac{1}{4}$ اور تہری قرابت والی کو $\frac{3}{4}$ حصہ ملے گا) (مستفاد: شریفیہ ص: ۷۷)

تمرین

(۱) حقیقی بہنوں کی حالتیں کتنی ہیں؟

(۲) علاتی بہنوں کی حالتیں کیا ہیں؟

(۴) ماں کی حالتیں کیا کیا ہیں؟

(۵) جدۂ صحیحہ کے حالات بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ کن صورتوں میں کون کون سی جدات ساقط قرار دی جاتی ہیں؟

(۶) جدۂ صحیحہ اور جدۂ فاسدہ کو سمجھنے کے لئے کاپی میں نقشہ بنائیں۔

(۷) متعدد قرابت والی دادیوں میں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(۸) دو اور تین قرابت والی دادیوں کا نقشہ سمجھ کر کاپی میں بنائیں۔

عصبات کا بیان

(بَابُ الْعَصَبَاتِ)

''عصبات'': ''عصبہ'' کی جمع ہے، اُس کے معنی ''پٹھے'' کے آتے ہیں، جو اِنسانی جسم کو برقرار و متحرک رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔ اِسی مناسبت سے عرفی طور پر ''عصبہ'' کا اطلاق ایسے قریبی رشتے داروں پر ہوتا ہے جن پر خاندان کا مدار ہے؛ گویا کہ وہ رشتے دار گوشت و پوست میں شریک ہیں، اور یہ سب باپ کی طرف سے رشتے دار ہوتے ہیں۔ (مستفاد: حاشیہ سراجی/ لملا نظام الدین الکیرانوی ص:۲۱ دینی کتاب گھر دیوبند)

اور بعض حضرات نے ''عصبہ'' کو ''عاصب'' کی جمع قرار دیا ہے، جس کے معنی ''اِحاطہ کرنے والے'' کے آتے ہیں۔ تو اِس کی مناسبت یہ ہے کہ عصبہ رشتے دار انسان کو ہر جانب سے گھیر لیتے ہیں۔ ایک جانب باپ ہے تو دوسری طرف بیٹا ہے، تیسری طرف بھائی ہے تو چوتھی طرف چچا ہے، وغیرہ۔ (مستفاد: شریفیہ ص:۷۸، الفرائض والمواریث/ للزحیلی ص:۱۲۶ دار الکلم الطیب دمشق)

اِصطلاحی تعریف:- عصبہ؛ میت کے وہ وارث ہیں جن کا حصہ قرآن و حدیث میں متعین نہیں ہے؛ بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں کل ترکہ کے اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ (رد المحتار ۶/ ۶۷۳، الفرائض والمواریث/ للزحیلی ص:۱۲۷)

پھر عصبات کی ۲ قسمیں ہیں:

(۱) عصبہ نسبی: وہ عصبہ ہیں، جن کا میت سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے۔

(۲) عصبہ سببی: وہ عصبہ ہیں، جن کا میت سے آزادی دینے کا تعلق ہوتا ہے۔

پھر عصبہ نسبی کی ۳؍صورتیں ہیں:

(ا) عصبہ بنفسہٖ:

میت کے وہ مذکر رشتہ دار ہیں جو کسی واسطے کے بغیر بذاتِ خود عصبہ بنتے ہیں، اور جن کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہیں ہوتا۔

عصبہ بنفسہٖ کی بالترتیب ۴؍اَصناف ہیں:

الف:- جزءِ میت: جیسے: بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ۔

ب:- اصلِ میت: جیسے: باپ، دادا، پردادا وغیرہ۔

ج:- جزءِ اصلِ قریب: جیسے: بھائی، بھتیجہ۔

د:- جزءِ اصلِ بعید: جیسے: چچا، چچازاد بھائی۔

متعدد عصبات جمع ہونے کی صورت میں ترجیح کا راستہ اپنایا جائے گا، اور ترجیح میں درج ذیل معیاروں کو پیشِ نظر رکھیں گے:

الف:- جو عصبہ رشتے میں میت سے زیادہ قریب ہوگا، اُس کو دور والے پر ترجیح دی جائے گی، خواہ یہ قربِ حقیقی ہو (جیسے: اگر بیٹا اور پوتا موجود ہو، تو بیٹے کو ترجیح ہوگی؛ کیوں کہ بیٹا پوتے کے مقابلے میں حقیقۃً اقرب ہے) یا قربِ حکمی ہو (جیسے: بیٹے اور باپ کی موجودگی میں بیٹے کو ترجیح ہوگی؛ حالاں کہ بظاہر واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے باپ اور بیٹے کا رشتہ ایک درجہ کا محسوس ہوتا ہے؛ لیکن حکماً بیٹا باپ کے مقابلے میں زیادہ قریب سمجھا جاتا ہے، اِس لئے باپ کی موجودگی میں بیٹا عصبہ بنے گا)

اِسی طرح عصبہ بنفسہٖ کی جو اَصناف بیان ہوئی ہیں، اُن کی ترتیب بھی اقربیت کی بنیاد پر ہے؛ لہٰذا پہلی صنف کی موجودگی میں دوسری صنف اور دوسری کی موجودگی میں تیسری صنف اور تیسری صنف کی موجودگی میں چوتھی صنف کے رشتہ دار عصبہ نہیں بنائے جائیں گے۔

ب:- ترجیح کا دوسرا معیار قوتِ قرابت ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس عصبہ کی

قرابت میت سے دوہری ہو، اُس کی موجودگی میں ایک قرابت والے عصبات محروم ہوں گے، خواہ یہ دوہری قرابت والے عصبات مذکر ہوں یا مؤنث۔ مثلاً: حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن محروم ہو جائیں گے؛ اِس لئے کہ حقیقی بھائی بہنوں کا رشتہ میت سے باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہونے کی وجہ سے دوہرا ہے، اور اُن کے مقابلے میں علاتی بھائی بہنوں کا رشتہ اکہرا ہے؛ کیوں کہ وہ صرف باپ شریک ہیں۔

اِسی طرح اگر کسی مسئلہ میں حقیقی بہن عصبہ مع الغیر بن رہی ہو، تو اُس کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن عصبہ نہیں بنیں گے۔ اِسی طرح حقیقی بھتیجوں کی موجودگی میں علاتی بھتیجے اور حقیقی چچا کی موجودگی میں علاتی چچا...... الخ، یہی حکم ہوگا۔

العَصَبَاتُ النَّسَبِيَّةُ ثَلاثَةٌ: عَصَبَةٌ بِنَفْسِهٖ، وَعَصَبَةٌ بِغَيْرِهٖ، وَعَصَبَةٌ مَعَ غَيْرِهٖ. أَمَّا العَصَبَةُ بِنَفْسِهٖ، فَكُلُّ ذَكَرٍ لَا تَدْخُلُ فِيْ نِسْبَتِهٖ إِلَى المَيِّتِ أُنْثٰى، وَهُمْ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ: جُزْءُ المَيِّتِ، وَأَصْلُهٗ، وَجُزْءُ أَبِيْهِ، وَجُزْءُ جَدِّهٖ؛ الأَقْرَبُ فَالأَقْرَبُ، يُرَجَّحُوْنَ بِقُرْبِ الدَّرَجَةِ: أَعْنِيْ أَوْلَاهُمْ بِالمِيْرَاثِ جُزْءُ المَيِّتِ [أَيِ البَنُوْنَ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا] ثُمَّ أَصْلُهٗ [أَيِ الأَبُ، ثُمَّ الجَدُّ (أَيِ أَبُ الأَبِ) وَإِنْ عَلَا] ثُمَّ جُزْءُ أَبِيْهِ [أَيِ الإِخْوَةُ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا] ثُمَّ جُزْءُ جَدِّهٖ [أَيِ الأَعْمَامِ، ثُمَّ بَنُوْهُمْ وَإِنْ سَفَلُوْا] ثُمَّ يُرَجَّحُوْنَ بِقُوَّةِ القَرَابَةِ، أَعْنِيْ بِهٖ أَنَّ ذَا القَرَابَتَيْنِ أَوْلٰى مِنْ ذِيْ قَرَابَةٍ وَاحِدَةٍ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ بَنِي الأَعْيَانِ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بَنِيْ العَلَّاتِ؛ كَالأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، أَوِ الأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، إِذَا صَارَتْ عَصَبَةً مَعَ البِنْتِ أَوْلٰى مِنَ الأَخِ لِأَبٍ وَالأُخْتِ لِأَبٍ؛ وَابْنِ الأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْلٰى مِنَ ابْنِ الأَخِ لِأَبٍ، وَكَذٰلِكَ الحُكْمُ فِيْ أَعْمَامِ المَيِّتِ ثُمَّ فِيْ أَعْمَامِ أَبِيْهِ ثُمَّ فِيْ أَعْمَامِ جَدِّهٖ.

ترجمہ:- عصبہ نسبی کی ۳ر قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہٖ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہٖ ہر وہ مذکر وارث ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ ہو، اور اُن کی ''الاقرب فالاقرب'' کے اعتبار سے ۴ر صنفیں ہیں: (۱) جزء میت (۲) اصل میت (۳) جزء ابی المیت (۴) جزء جد المیت۔ چناں چہ درجہ کے قرب کے اعتبار سے اُن میں ترجیح دی جائے گی، یعنی وراثت کا سب سے زیادہ حق دار جزء میت ہوگا، جیسے: بیٹے، پھر پوتے نیچے تک۔ اُس کے بعد اصل میت ہوگا، جیسے: میت کا باپ، دادا (باپ کا باپ اُوپر تک) پھر میت کے باپ کا جزء ہوگا، جیسے: بھائی، بھتیجے نیچے تک۔ پھر میت کے دادا کا جزء ہوگا، جیسے: چچا، چچازاد بھائی نیچے تک۔ پھر قوتِ قرابت کی بنیاد پر اُن میں ترجیح دی جائے گی، یعنی دوہری رشتہ داری والا اِکہری رشتہ داری والے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگا؛ خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس اِرشاد کی وجہ سے کہ: ''حقیقی بھائی بہن وارث بنیں گے نہ کہ علاتی بھائی بہن''۔ جیسے: حقیقی بھائی یا حقیقی بہن اگر بیٹی کی موجودگی میں عصبہ بن رہے ہوں، تو وہ دونوں علاتی بھائی بہن کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوں گے۔ اور حقیقی بھتیجہ علاتی بھتیجے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگا، اور یہی حکم میت کے چچا، میت کے باپ کے چچا پھر میت کے دادا کے چچاؤں کے سلسلے میں ہوگا۔

نوٹ:- اِرشادِ نبوی: ''إن أعیان بني الأم الخ :- سے بظاہر اخیافی بھائی بہن کی طرف دھیان جاتا ہے؛ حالاں کہ اس سے حقیقی بھائی بہن کو بیان کرنا مقصود ہے، تو پھر یہ تعبیر کیوں اختیار کی گئی ہو، تو اِس کی دو وجوہات ہیں:

الف:- اِس میں اَعیان کا لفظ لاکر یہ بتایا گیا کہ ماں کے بطن سے پیدا ہونے والے بھائی بہنوں میں اشرف وافضل عینی وحقیقی بھائی بہن ہیں۔

ب:- اِس سے صرف علاتی بھائی بہنوں سے احتراز مقصود ہے؛ کیوں کہ وہ ماں شریک نہیں ہوتے۔

فائدہ:- صرف ماں شریک بھائی بہن (اَخیافی بھائی بہن) ذوی الفروض میں سے ہیں، وہ عصبہ میں داخل ہی نہیں ہیں؛ کیوں کہ عصبہ ماں کے خاندان سے نہیں ہوتے؛ بلکہ صرف باپ کے خاندان سے ہوتے ہیں۔

(۲) عصبہ بالغیر

عصبہ بالغیر سے مراد وہ ذوی الفروض عورتیں ہیں، جن کا حصہ نصف اور ثلثان ہے، اور جو اپنے درجے یا اس کے نیچے میں آنے والے کسی مذکر عصبہ کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً: بیٹیاں بیٹے کے ساتھ اور بہنیں بھائی کے ساتھ، پوتیاں پوتے کے ساتھ اور علاتی بہنیں علاتی بھائی کے ساتھ۔

ضروری نوٹ:- یہاں یہ بات اچھی طرح پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ عورتیں جو ذوی الفروض میں سے نہیں ہیں، وہ اپنے درجہ میں آنے والے مذکر کی وجہ سے عصبہ نہیں بنیں گی، مثلاً: بھتیجی کے ساتھ اگر بھتیجہ ہو تو بھتیجی عصبہ نہیں بنے گی، اور پھوپھی کے ساتھ اگر چچا موجود ہو، تو پھوپھی بھی عصبہ نہیں بنے گی؛ کیوں کہ بھتیجی اور پھوپھی ذوات الفروض میں سے نہیں ہے؛ بلکہ ذوات الارحام میں سے ہیں۔

> **وَأَمَّا العَصَبَةُ بِغَيْرِهِ فَأَرْبَعٌ مِنَ النِّسْوَةِ وَهُنَّ: اللَّاتِيْ فَرْضُهُنَّ النِّصْفُ وَالثُّلُثَانِ يَصِرْنَ عَصَبَةً بِإِخْوَتِهِنَّ كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ حَالَاتِهِنَّ، وَمَنْ لَا فَرْضَ لَهَا مِنَ الإِنَاثِ وَأَخُوْهَا عَصَبَةٌ لَا تَصِيْرُ عَصَبَةً بِأَخِيْهَا – كَالعَمِّ، وَالعَمَّةِ – كَانَ المَالُ كُلُّهُ لِلْعَمِّ دُوْنَ العَمَّةِ.**
>
> **ترجمہ:-** عصبہ بالغیر ۴ رقسم کی عورتیں ہوتی ہیں، اور وہ عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف اور ثلثان ہے، وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں،

جیسا کہ اُن کے اَحوال کے ضمن میں ہم یہ بات ذکر کر چکے ہیں۔ اور جن عورتوں کا مقررہ حصہ نہیں ہے، اور اُن کے بھائی عصبہ بن رہے ہوں، تو ایسی عورتیں اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ نہیں بنیں گی، جیسا کہ چچا اور پھوپھی، تو ایسی صورت میں پورا مال چچا کو ملے گا نہ کہ پھوپھی کو۔

(۳) عصبہ مع الغیر

عصبہ مع الغیر وہ خواتین ہیں، جو دوسری خاتون کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں، جیسے: حقیقی بہن بیٹی کی موجودگی میں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ "اگر کسی نے صلبی بیٹی ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی، تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس ملے گا، اور حقیقی بہن عصبہ بنے گی"۔ (بخاری شریف حدیث: ۶۷۴۲، ابوداؤد شریف حدیث: ۲۸۹۰)

اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

زید میت — مسئلہ: ۶

اخت لابن وام	بنت الابن	بنت
عصبہ	سدس	نصف
۲	۱	۳

نوٹ:- جس مسئلہ میں حقیقی بہن عصبہ بن رہی ہو، وہ اپنے نیچے کے دیگر عصبات کو محروم کردے گی، مثلاً: اگر حقیقی بہن کے ساتھ علاتی بھائی ہو یا چچا ہو یا بھتیجا ہو، تو اس حقیقی بہن کی وجہ سے یہ سب عصبات محروم ہو جائیں گے۔

وَأَمَّا العَصَبَةُ مَعَ غَيْرِهٖ، فَكُلُّ أُنْثىٰ تَصِيْرُ عَصَبَةً مَعَ أُنْثىٰ أُخْرىٰ، كَالْأُخْتِ مَعَ البِنْتِ لِمَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ:- عصبہ مع الغیر وہ عورتیں ہیں جو دوسری عورتوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں، جیسا کہ بیٹی کی موجودگی میں بہن۔

تمرین

(۱) عصبہ کسے کہتے ہیں؟ اور اُس کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۲) متعدد عصبات جمع ہونے کی صورت میں ترجیح کا کیا معیار ہے؟

(۳) عصبہ بنفسہٖ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ کی تعریف اچھی طرح یاد کریں۔

عصبہ سببی

عصبہ سببی سے مراد "مولی العتاقہ" (معتِق) ہے، اور اگر وہ حیات نہ ہوتو عصبہ بنفسہ کے بیان میں ذکر کردہ ترتیب کے مطابق معتِق کے عصبات میت کے وارث ہوں گے، یعنی اَولاً معتِق کے فروع الخ، بعداَزاں معتِق کے اُصول الخ، اُس کے بعد معتِق کے باپ کے فروع یعنی بھائی الخ، اور بعداَزاں معتِق کے دادا کے فروع یعنی چچا تایا وغیرہ۔ اِس لئے کہ نبی اکرم علیہ السلام کا اِرشاد ہے کہ: "اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ" (یعنی ولاءِ عتاقہ بھی نسبی رشتہ کی طرح ایک رشتہ داری ہے، جس کو نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے) (أخرجه الحاكم عن ابن عمر وصححه ٣٧٩/٤ دار الكتب العلمية بيروت، وابن حبان في صحيحه، كذا في الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان لابن بلبان ٣٢٥/١١-٣٢٦ مؤسسة الرسالة)

نوٹ:- واضح ہو کہ مولی العتاقہ اُسی وقت وراثت کا مستحق بنے گا جب کہ معتَق (آزاد شدہ غلام) کے انتقال کے وقت معتَق کا کوئی نسبی وارث موجود نہ ہو۔

وَآخِرُ الْعَصَبَاتِ مَوْلَى الْعَتَاقَةِ، ثُمَّ عَصَبَتُهُ عَلَى التَّرْتِيْبِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ.

ترجمہ:- آخری عصبہ "مولی العتاقہ" ہے، اُس کے بعد مولی العتاقہ کے عصبات ہیں، عصبہ بنفسہٖ کے ضمن میں مذکورہ ترتیب کے مطابق۔ نبی اکرم علیہ السلام کے فرمان کہ: "ولاء بھی نسبی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے" کی وجہ سے۔

تمرین

(۱) عصبہ سببی کی تعریف بیان کریں؟

(۲) عصبہ سببی میں وراثت کی ترتیب بالتفصیل کاپی میں نوٹ کریں؟

کیا عورتیں ’’ولاء عتاقہ‘‘ کی مستحق بن سکتی ہیں؟

’’ولاء عتاقہ‘‘ میں معتِق کے خاندان کی عورتیں چند صورتوں کے علاوہ وراثت کی مستحق نہیں ہوتیں، وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) **إِلَّا مَا اعْتَقْنَ:** یعنی اگر کوئی عورت خود اپنا غلام آزاد کردے، اور پھر اُس معتَق کا اِس حالت میں انتقال ہو کہ اُس کا کوئی نسبی وارث موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں یہ آزاد کرنے والی عورت اپنے معتَق کی وارث ہوگی۔

(۲) **أَوْ أَعْتَقَ مَنْ اَعْتَقْنَ:** یعنی اگر کوئی عورت کسی غلام کو آزاد کرے، اور پھر وہ آزاد شدہ غلام بھی کسی دوسرے غلام کو آزاد کردے، پھر پہلے آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوجائے، اور اُس کا کوئی وارث نہ ہو، بعد ازاں معتَق المعتَق کا انتقال ہوجائے، اور اُس کا بھی کوئی نسبی وارث نہ ہو، اور اُس کے انتقال کے وقت یہ آزاد کرنے والی عورت معتِقہ حیات ہو، تو وہ عصبہ سببی کے طور پر معتق المعتق کی وارث بنے گی۔

(۳) **أَوْ كَاتَبْنَ:** یعنی اگر کسی عورت نے کسی غلام سے عقدِ کتابت کیا اور اُس غلام نے پورا مالِ کتابت اَدا کردیا اور آزاد ہوگیا، پھر اُس کا اِس حالت میں انتقال ہوا کہ اُس کا کوئی نسبی وارث حیات نہ تھا، تو یہ مکاتب بنانے والی عورت اُس کی وارث ہوگی۔

(۴) **أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ:** یعنی اگر کسی عورت نے کسی غلام کو مکاتب بنایا اور غلام

پورا مال کتابت اَدا کر کے آزاد ہوگیا، پھر اُس نے اپنے طور پر کسی غلام سے عقد کتابت کیا اور اُس غلام نے بھی مالِ کتابت اَدا کر کے آزادی حاصل کرلی، اُس کے بعد پہلے مکاتب کا اِس حال میں انتقال ہوا کہ اُس کا کوئی نسبی وارث نہ تھا، تو ایسی صورت میں یہ عورت جس نے مکاتب اول کے ساتھ عقد کتابت کیا تھا، وہ عصبہ سببی کے طور پر مکاتب المکاتب کی وارث بنے گی۔

(۵) أَوْ دَبَّـرْنَ: یعنی اگر کوئی عورت کسی اپنے غلام کو ''مدبر'' بنائے، تو اُس غلام کی موت کے بعد اُس کی ولاء اُسے مدبر بنانے والی عورت کو ملے گی۔

لیکن بظاہر اُس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ''مدبر'' تو آزاد اُس وقت ہوگا جب کہ ''مدبر'' بنانے والی عورت کا انتقال ہوجائے، تو انتقال کے بعد اُس عورت کو ولاء ملنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اِس اشکال کے دو جوابات دیئے جاسکتے ہیں:

الف:- یہاں مدبر سے ''مدبرِ مقید'' مراد لیا جائے، مثلاً: عورت نے یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو یہ غلام آزاد ہے، اور وہ کام ہوجائے تو اُس غلام کو آزادی مل جائے گی، اور حسبِ شرط آزاد کرنے والی عورت ولاء کی مستحق ہوگی......الخ۔

ب:- اور اگر اِس سے مدبر حقیقی مراد لیا جائے تو اُس کی صورت صاحب شریفیہ نے یہ لکھی ہے کہ مثلاً کوئی عورت اپنے غلام کو مدبر بنا کر نعوذ باللہ مرتد ہوجائے اور دارالحرب چلی جائے، اور قاضی شریعت اُس مرتد کو میت کے حکم میں مان کر اُس کے مدبر غلام کی آزادی کا فیصلہ کردے، اس کے بعد بفضل خداوندی وہ عورت مسلمان ہوکر دارالاسلام میں لوٹ آئے، پھر اُس کا مدبر کردہ غلام (جو اَب آزاد ہوچکا ہے) انتقال کرجائے، اور اُس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو، تو اُس کی ولاء اُسی مدبر بنانے والی عورت کو ملے گی۔ (مستفاد: شریفیہ ص: ۸۳-۸۴)

(۶) أَوْ دَبَّـرَ مَنْ دَبَّـرْنَ: یعنی اگر کسی عورت نے کسی غلام کو مدبر بنایا اور پھر وہ مدبر اُس عورت کی زندگی میں ہی آزاد ہوگیا، اور آزادی کے بعد اُس نے کسی اور غلام کو مدبر بنایا، پھر یہ پہلا مدبر انتقال کرگیا، تو حسب شرط اس مدبر کا مدبر آزاد ہوگیا، اَب اگر یہ آزاد شدہ مدبر المدبر

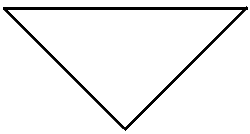
انتقال کر جائے، اور اُس کا کوئی نسبی وارث موجود نہ ہو، تو پہلے مدبر کو مدبر بنانے والی عورت اُس کی ولاء کی مستحق ہوگی۔

نوٹ:- صورتِ مسئلہ میں مدبر حقیقی ماننے کی شکل میں مسئلہ کی وہی صورت ملحوظ ہوگی جو نمبر پانچ میں ذکر کی گئی ہے۔

(۷) أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقُهُنَّ: یعنی اگر کوئی عورت اپنے غلام کا نکاح کسی دوسرے شخص کی آزاد شدہ باندی سے کردے، اور پھر اُس سے کوئی اَولاد پیدا ہو، تو یہ اَولاد اپنی ماں کے تابع ہوکر آزاد ہوگی، اور اُس کی ولاء ماں کے معتِق کو ملے گی؛ لیکن اگر یہ عورت اپنے غلام کو آزاد کرے، تو یہ آزاد کردہ غلام اپنے بچے کی ولاء کو اپنی طرف کھینچ لے گا، اور اس بچے کی ولاء اُس آزاد شدہ غلام کے واسطے سے آزاد کرنے والی عورت کو ملے گی، اور اِس کا نقشہ یہ ہے:

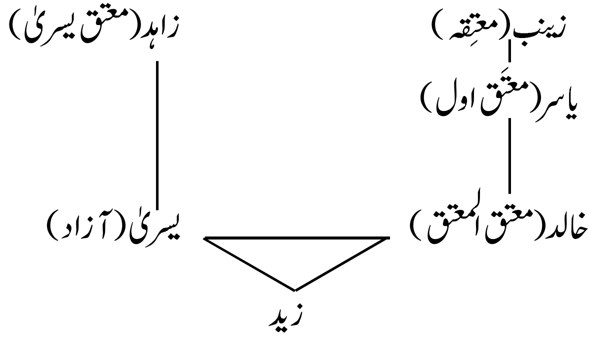
زینب (معتِقہ یاسر) زاہد (معتِق یسریٰ)

یاسر (بعد میں آزاد شدہ غلام) یسریٰ (پہلے سے آزاد شدہ باندی)



زید

(۸) أَوْ مُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ: اِس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی غلام کو آزاد کرے، اور پھر وہ آزاد شدہ غلام کسی اور غلام کو خرید لے، اور غلامی ہی کی حالت میں اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص کی آزاد کردہ باندی سے کرے، پھر اُن دونوں کے یہاں اَولاد پیدا ہو، تو یہ اَولاد ماں کے تابع ہوکر آزاد ہوگی، اور اُس کی ولاء ماں کو آزاد کرنے والے شخص کو ملے گی؛ لیکن اگر معتِق اول اپنے ناکح غلام کو آزاد کردے، تو یہ معتِق ثانی اپنی اَولاد کی ولاء کو اپنی طرف کھینچ لے گا، اور پھر اُس کے واسطے سے حسبِ شرائط معتقہ اولی عورت اس اولاد کی ولاء کی مستحق ہوگی، جس کی وضاحت حسبِ ذیل نقشے سے ہوتی ہے:



وَلَا شَيْءَ لِلْإِنَاثِ مِنْ وَرَثَةِ الْمُعْتِقِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ إِلَّا مَا أَعْتَقْنَ، أَوْ أَعْتَقَ مَنْ أَعْتَقْنَ، أَوْ كَاتَبْنَ أَوْ كَاتَبَ مَنْ كَاتَبْنَ، أَوْ دَبَّرْنَ أَوْ دَبَّرَ مَنْ دَبَّرْنَ، أَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقُهُنَّ أَوْ مُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ.

ترجمہ:- معتِق کے ورثہ میں عورتوں کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں ہے؛ اِس لئے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے کہ: ''عورتوں کے لئے ولاء نہیں ہے؛ مگر اُس صورت میں جب کہ وہ خود آزاد کریں، یا اُن عورتوں کا آزاد کردہ غلام کسی کو آزاد کرے، یا وہ عورتیں غلام کو مکاتب بنائیں، یا اُن عورتوں کا مکاتب غلام کسی دوسرے غلام کو مکاتب بنائے، یا وہ عورتیں اپنے غلام کو مدبر بنائیں، یا اُن عورتوں کا مدبر غلام اپنے غلام کو مدبر بنائے، یا اُن عورتوں کا آزاد کردہ غلام یا اُن عورتوں کے آزاد کردہ غلام کا آزاد کردہ غلام ولاء کو اپنی جانب کھینچ لے''۔

نوٹ:- حدیث: ''لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ'' الخ سنن دارمی میں مذکورہ بالا اَلفاظ سے نقل کی گئی ہے؛ لیکن یہ حدیث شاذ ہے؛ البتہ اکابر صحابہ مثلاً: حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم سے اِسی کے قریب قریب آثار منقول ہیں، جس کی بنا پر فقہاء نے اِس کو قبول فرمایا ہے۔ (شریفیہ ص:۸۳)

باپ اور دادا کے حکم میں ایک فرق

اگر معتَق (آزاد شدہ غلام) نے معتِق (آزاد کرنے والا آقا) کے باپ اور اُس کے

بیٹے کو چھوڑا، تو حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کو ولاء کا سدس ملے گا، اور بقیہ مال بیٹے کو ملے گا۔ اِس کے برخلاف حضرات طرفینؒ کے نزدیک باپ کو کچھ نہیں ملے گا، اور معتق کی کل ولاء بیٹے ہی کو ملے گی۔ اور اگر مذکورہ صورت میں باپ کے بجائے دادا کو چھوڑا ہے، تو بالاتفاق دادا محروم ہوگا، اور صرف بیٹا وارث ہوگا۔ (یہ مسئلہ اس سے پہلے بھی باپ اور دادا کے حکم میں فرق کے ضمن میں گذر چکا ہے)

وَلَوْ تَرَكَ أَبَا الْمُعْتِقِ وَابْنَهُ، عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ سُدُسُ الْوَلَاءِ لِلْأَبِ وَالبَاقِي لِلِابْنِ؛ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالىٰ الْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلِابْنِ وَلَا شَيْءَ لِلْأَبِ، وَلَوْ تَرَكَ اِبْنَ الْمُعْتِقِ وَجَدَّهُ، فَالْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلِابْنِ بِالاتِّفَاقِ.

ترجمہ:- اور اگر میت نے وارثین میں معتق کا باپ اور اُس کا بیٹا چھوڑا ہے، تو اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک ولاء کا سدس (چھٹا حصہ) باپ کو ملے گا، اور باقی بیٹے کو، جب کہ حضرات طرفینؒ کے نزدیک پورا ولاء بیٹے کو ملے گا اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا، اور اگر میت نے معتق کا بیٹا اور اُس کا دادا وارثین میں چھوڑا ہے تو پورا ولاء بالاتفاق بیٹے کو ملے گا۔

تمرین

(۱) کیا عورت عصبہ سببی بن سکتی ہے؟ اگر بن سکتی ہے تو اُس کی کتنی صورتیں ہیں؟

(۲) معتَق نے انتقال کے وقت معتِق کا باپ اور بیٹا چھوڑا ہو تو ولاء کس کو ملے گی؟

(۳) اگر معتَق نے معتِق کا بیٹا اور دادا چھوڑا ہو تو ولاء کا مستحق کون ہوگا؟

مشترک رقم سے ذی رحم محرم رشتے دار کو خریدنا؟

حدیث میں ہے: "مَنْ مَلَکَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ". (سنن أبي داؤد، كتاب العتق / باب في من ملك ذا رحم محرم رقم: ٣٩٤٩، سنن الترمذي / أبواب الأحكام رقم: ١٣٦٥، سنن ابن ماجة رقم: ٢٥٢٤) یعنی جو شخص اپنے ذی رحم محرم رشتے دار کا مالک بنے تو وہ اُس پر آزاد ہو جائے گا۔ ذی رحم سے مراد ایک رشتے سے جڑے ہوئے افراد ہیں، جیسے: بھائی بہن یا باپ بیٹے وغیرہ۔

پھر ذی رحم رشتے داروں میں بعض محرم ہوتے ہیں، جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہوتا ہے، مثلاً: باپ، بیٹا، حقیقی بھائی وغیرہ۔ اور بعض غیر محرم ہوتے ہیں، جیسے: چچا زاد، خالہ زاد وغیرہ۔ تو جہاں پر محرمیت نہ پائی جائے تو اُن کی ملکیت موجبِ عتق نہ ہوگی۔

اِسی طرح بعض رشتے دار محرم تو ہوتے ہیں؛ مگر ذی رحم نہیں ہوتے، مثلاً: ساس، سسر وغیرہ، تو اُن کی ملکیت بھی موجبِ عتق نہ ہوگی۔

بہر حال مسئلہ یہی ہے کہ ذی رحم محرم رشتے دار خریدتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اَب اگر اُس آزاد شدہ رشتے دار کے سبھی وارثین نے برابر برابر رقم دے کر اُسے خریدا ہے، تو سب یکساں طور پر ولاء کے مستحق ہوں گے؛ لیکن اگر بالفرض بعض وارثین نے دوسروں سے زائد رقم لگائی ہے، تو ایسی صورت میں اُن کی لگائی ہوئی رقم کے تناسب سے حق ولاء ملے گا۔

اِس کی وضاحت اِس مثال سے ہو سکتی ہے کہ مثلاً: زید نے تین بیٹیاں چھوڑیں: (۱) صالحہ (۲) عالیہ (۳) ماریہ۔ اِن میں سے ۲/ بیٹیوں: صالحہ اور عالیہ نے اپنے باپ زید کو ۵۰/ اشرفیوں کے بدلے میں خریدا تھا، جس میں سے ۳۰/ اشرفیاں صالحہ نے اور ۲۰/ اشرفیاں

عالیہ نے دی تھیں۔ اَب مسئلے پر غور کریں کہ یہ تینوں بیٹیاں ذوی الفروض ہونے کے اعتبار سے ثلثان کی مستحق ہیں، اور جن ۲/بیٹیوں نے باپ کو خریدا تھا، وہ ولاء عتاقہ کے طور پر عصبہ سببی بن رہی ہیں؛ لہٰذا مسئلہ ۳/سے بنے گا، جن میں سے ۲/بطور سہام کے تینوں بیٹیوں کو دے دیا جائے گا، اور مابقیہ ایک خریدنے والی ۲/بیٹیوں کا حق ہوگا۔

اَب غور کیجیے کہ ۳/بیٹیوں اور اُن کے حصے ۲/میں تباین ہے؛ لہٰذا ۳/کو الگ محفوظ کرلیا جائے، پھر ۲/خریدنے والیوں اور ایک میں تباین ہے۔ نیز ۲/خریدنے والیوں کی لگائی ہوئی رقم میں بھی تفاوت ہے؛ چوں کہ ایک نے ۳۰/اشرفیاں لگائی ہیں اور دوسری نے ۲۰، تو ان کے درمیان تناسب دیکھا گیا تو ۱۰/کے عدد سے ۵/وفق نکلا، تو اِن ۵/میں سے ۳۰/اشرفی والی کے لئے ۳/اور ۲۰/والی کے لئے ۲/عدد یعنی کل ۵/عدد طے ہوئے، تو اَب قاعدے کے مطابق پہلے سے محفوظ ۳/کے عدد کو اَولاً ۵/میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۵/نکلے گا، پھر اس ۱۵/کو اصل مسئلے سے ضرب دیا جائے گا، تو مسئلے کی تصحیح ۴۵/سے ہوگی۔

اَب جو لڑکیوں کو مل رہا تھا، اُس کو ۱۵/سے ضرب دیں گے، تو وہ ۳۰/ہو جائے گا، اور ہر ہر لڑکی کو ۱۰-۱۰/بطور فرض ملے گا، اور جن ۲/لڑکیوں نے باپ کو خریدا تھا، اُن کے سہام کو ۱۵/میں تبدیل کر کے ۳/حصے یعنی ۹؛ ۳۰/اشرفیاں دینے والی صالحہ کو ملیں گے، اور ۲/حصے یعنی ۶ ۲۰/اشرفیاں دینے والی عالیہ کو ملیں گے۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳، تصـ: ۴۵

میت

صالحہ	عالیہ	ماریہ	صالحہ=۳	عالیہ=۲=۵
	ثلثان		عصبہ سببی	
	۲		۱	
	۳۰		۱۵	
۱۰	۱۰	۱۰	۹	۶

مـــجـــمـــوعـــی حـــصـــص

صالحہ	عالیہ	ماریہ
۱۹	۱۶	۱۰

وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ، وَيَكُوْنُ وَلَاؤُهُ لَهُ بِقَدْرِ الْمِلْكِ، كَثَلَاثِ بَنَاتٍ لِلْكُبْرٰى ثَلَاثُوْنَ دِيْنَارًا، وَلِلصُّغْرٰى عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَاشْتَرَتَا أَبَاهُمَا بِالْخَمْسِيْنَ ثُمَّ مَاتَ الْأَبُ، وَتَرَكَ شَيْئًا فَالثُّلُثَانِ بَيْنَهُنَّ أَثْلَاثًا بِالْفَرْضِ، وَالْبَاقِي بَيْنَ مُشْتَرِيَتِي الْأَبِ أَخْمَاسًا بِالْوَلَاءِ: ثَلَاثَةُ أَخْمَاسِهٖ لِلْكُبْرٰى، وَخُمُسَاهُ لِلصُّغْرٰى، وَتَصِحُّ مِنْ خَمْسَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ.

ترجمہ:- اور جو رشتے دار اپنے ذی رحم محرم (وہ رشتے دار جن سے نکاح ابدی طور پر حرام ہوتا ہے) کا مالک ہو، تو وہ آزاد ہو جائے گا، اور ملکیت کے بقدر اُس کا ولاء مالک کو ملے گا۔ مثال کے طور پر ۳ر بیٹیاں ہیں، جن میں سے کبریٰ نے ۳۰ر دینار اور صغریٰ نے ۲۰ر دینار صرف کر کے اپنے باپ کو ۵۰ر دینار میں خریدا تھا، پھر باپ کا انتقال ہوا، اور اُس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا، تو اَولاً اُن بیٹیوں کے درمیان ثلثان فرض کے طور پر اَثلاثاً (۳ر تہائی) تقسیم ہوگا، اور باقی باپ کی دونوں خریدار بیٹیوں کے درمیان ولاء کے طور پر اخماساً (۵ر حصے کر کے) تقسیم ہوگا؛ چناں چہ ۳ر خمس کبریٰ کو اور ۲ر خمس صغریٰ کو ملیں گے، اور مسئلہ کی تصحیح ۴۵ر سے ہوگی۔

تمرین

(۱) اگر بعض وارثین مل کر ذی رحم محرم کو خریدیں، تو ترکہ کی تقسیم کی کیا شکل ہوگی؟

(۲) زید نے ۴ر بہنیں چھوڑیں، جن میں سے ۲ر بہنوں نے ۵-۵ر ہزار روپئے دے کر زید کو خریدا تھا، اس کے علاوہ زید کا کوئی وارث نہیں ہے، تو زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

حجب کا بیان

(بَابُ الْحَجْبِ)

حجب کے لغوی معنیٰ ''روکنے'' کے آتے ہیں، اِسی لئے دربان اور چوکیدار کو حاجب کہا جاتا ہے، اور عورتیں جو پردہ کرتی ہیں، اُس کو ''حجاب'' کہا جاتا ہے۔

اور اِصطلاحی طور پر حجب کے معنیٰ یہ ہیں کہ ''کسی وارث کی موجودگی کی وجہ سے دوسرے وارث کو کلی یا جزئی طور پر وراثت سے روک دینا''۔

حجب کی شکلیں

حجب کی ۲/صورتیں ہیں:

(۱) حجبِ نقصان:- جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی وارث کا مقررہ حصہ کم کردیا جائے۔ (یعنی وہ حاجب کی وجہ سے بالکلیہ وراثت سے محروم نہ ہو؛ بلکہ اُس کا حصہ صرف گھٹ جائے) اور یہ صورت پانچ طرح کے وارثین میں پیش آتی ہے:

الف:- شوہر: جس کا حصہ اَولاد کی موجودگی میں نصف سے گھٹ کر ربع ہوجاتا ہے۔

ب:- بیوی: جس کا حصہ اَولاد کی وجہ سے ربع سے گھٹ کر ثمن ہوجاتا ہے۔

ج:- ماں: اُس کا حصہ اَولاد، پوتے، پوتیاں نیچے تک، اور متعدد بھائی بہنوں کی وجہ سے ثلث سے گھٹ کر سدس ہوجاتا ہے۔

د:- پوتی: اُسے ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں صرف سدس ملتا ہے؛ جب کہ اگر حقیقی

بیٹی نہ ہو اور صرف پوتی وارث ہو، تو وہ نصف کی مستحق ہوگی۔

ہ:- علاتی بہن: اُسے ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں سدس ملے گا؛ جب کہ اگر حقیقی بہن نہ ہو اور صرف ایک علاتی بہن ہو، تو وہ نصف کی مستحق ہوتی ہے۔ اِس کی مزید تفصیلات اَحوال کے بیان میں گذر چکی ہیں۔

الحَجُبُ عَلَى نَوُعَيْنِ: حَجُبُ نُقُصَانٍ، وَهُوَ حَجُبٌ عَنُ سَهُمٍ إِلَى سَهُمٍ، وَذٰلِكَ لِخَمُسَةِ نَفَرٍ: لِلزَّوُجَيُنِ، وَالأُمِّ، وَبِنُتِ الإِبُنِ، وَالأُخُتِ لِأَبٍ، وَقَدُ مَرَّ بَيَانُهُ.

ترجمہ:- حجب کی دو قسمیں ہیں: (۱) حجب نقصان، اس کا مطلب زیادہ حصہ سے محروم کر کے کم حصہ دینا، اور یہ ۵/ اَفراد کے لئے ہوتا ہے: (۱) شوہر (۲) بیوی (۳) ماں (۴) پوتی (۵) علاتی بہن۔ جن کا بیان گذر چکا ہے۔

(۲) حجبِ حرمان:- یعنی کسی شخص کی موجودگی کی وجہ سے کسی متعین رشتے دار کا وراثت سے بالکلیہ محروم ہوجانا، تو اِس سلسلے میں جاننا چاہئے کہ مجموعی طور پر وارثین دو طبقوں پر مشتمل ہیں:

ایک طبقہ وہ ہے جو کسی حال میں وراثت سے محروم نہیں ہوتا، اُس میں چھ طرح کے وارثین شامل ہیں: (۱) بیٹا (۲) باپ (۳) شوہر (۴) بیٹی (۵) ماں (۶) بیوی۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ وارثین جس صورت میں بھی وارث بن رہے ہوں، اُنہیں کوئی دوسرا شخص بالکل محروم نہیں کرسکتا۔ (البتہ اگر بالفرض وہ کسی مانع اِرث کے پائے جانے کی بنا پر محروم ہوں، تو وہ مستحق نہ ہوں گے؛ کیوں کہ موانع اِرث کی وجہ سے آدمی وراثت کی اہلیت سے ہی محروم ہوجاتا ہے)

اور وارثین کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو بعض حالات میں وارث بنتا ہے اور بعض دوسرے

حالات میں پوری طرح محروم ہوجاتا ہے۔

وَحَجْبُ حِرْمَانٍ، وَالوَرَثَةُ فِيهِ فَرِيْقَانِ: فَرِيْقٌ لاَ يَحْجُبُوْنَ بِحَالٍ اَلْبَتَّةَ وَهُمْ سِتَّةٌ: اَلإِبْنُ، وَالْأَبُ، وَالزَّوْجُ، وَالبِنْتُ، وَالْأُمُّ، وَالزَّوْجَةُ، وَفَرِيْقٌ يَرِثُوْنَ بِحَالٍ وَيَحْجُبُوْنَ بِحَالٍ.

ترجمہ:- اور حجب حرمان، اور اُس کے سلسلے میں وارثین کے دو فریق ہیں: (۱) وہ فریق جس کے اَفراد کسی بھی حال میں محروم نہیں ہوتے ہیں، وہ چھ ہیں: (۱) بیٹا (۲) باپ (۳) شوہر (۴) بیٹی (۵) ماں (۶) بیوی۔

(۲) دوسرا فریق جس کے اَفراد کبھی وارث بنتے ہیں اور کبھی محروم ہوتے ہیں۔

پہلا اُصول

اور اِس دوسرے طبقے میں (حجبِ حرمان) کی بنیاد ۲/اُصولوں پر ہے:

(۱) ذو واسطہ واسطہ کی وجہ سے محروم ہوگا: یعنی جس شخص کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی شخص کا واسطہ ضروری ہو (جیسے: نانی کا رشتہ میت سے جوڑنے کے لئے ماں کا واسطہ ضروری ہے) تو واسطہ کی موجودگی میں ذو واسطہ محروم ہوگا۔ اِسی طرح باپ کی موجودگی میں دادا اور بیٹے کی موجودگی میں پوتے اور پوتیاں محروم ہوتے ہیں۔

ایک مستثنیٰ صورت

اِس قاعدے سے اَخیافی بھائی بہن مستثنیٰ ہیں؛ کیوں کہ وہ ماں کی موجودگی میں بھی حسبِ ضابطہ وارث بنتے ہیں، اور اُن کے پوری طرح محروم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذو واسطہ واسطے کی وجہ سے اُس وقت محروم ہوتا ہے، جب واسطے کے اندر پورے ترکہ کے استحقاق کی اہلیت پائی جائے، مثلاً: باپ اور بیٹا (کہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں کل ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں) اور اگر

واسطہ ایسا ہو جو کل ترکہ کا مستحق نہ ہوتا ہو تو وہ حاجب بھی نہیں بنتا۔ بریں بنا ماں چوں کہ کسی ایک جہت سے پورے ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی؛ لہٰذا وہ اَخیافی بھائی بہنوں کے لئے حاجب بھی نہ ہوگی؛ حالاں کہ اَخیافی بھائی بہنوں کے لئے وہ واسطہ بن رہی ہے۔ (شریفیہ ص:۹۰-۹۱)

وَهٰذَا مَبْنِيٌّ عَلَى أَصْلَيْنِ: أَحَدُهُمَا هُوَ أَنَّ كُلَّ مَنْ يُدْلِىٰ إِلَى الْمَيِّتِ بِشَخْصٍ، لَا يَرِثُ مَعَ وُجُوْدِ ذٰلِكَ الشَّخْصِ سِوَى أَوْلَادِ الْأُمِّ؛ فَإِنَّهُمْ يَرِثُوْنَ مَعَهَا، لِانْعِدَامِ اسْتِحْقَاقِهَا جَمِيْعَ التَّرِكَةِ.

ترجمہ:- اور اِس کی بنیاد ۲/ اُصولوں پر ہے: (۱) ہر وہ وارث جو میت کی طرف کسی دوسرے کے واسطے سے منسوب ہو، وہ وارث اُس واسطے کی موجودگی میں محروم ہوگا، سوائے اَخیافی بھائی بہنوں کے؛ چناں چہ وہ ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں، اِس لئے کہ ماں مکمل ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی ہے۔

دوسرا اُصول

اور دوسرا اُصول ''الاقرب فالاقرب'' ہے کہ اَقرب کی موجودگی میں اَبعد کو محروم کردیا جائے گا؛ جیسا کہ عصبات کے بیان میں گذرا کہ اُن میں قوتِ قرابت کی بنیاد پر ترجیح دی جاتی ہے، اور اَقرب عصبہ اَبعد کے لئے حاجب بنتا ہے۔

وَالثَّانِيْ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ الْعَصَبَاتِ.

ترجمہ:- (۲) دوسرا ضابطہ ''الاقرب فالاقرب'' کی ترتیب کے مطابق ہے، جیسا کہ عصبات کے بیان میں گذر چکا ہے۔

محروم اور محجوب میں فرق

لغوی طور پر محروم یا محجوب کا مفہوم ایک ہی ہے؛ لیکن اصطلاحی اعتبار سے محروم کا اطلاق اُس وارث پر ہوتا ہے جو کسی مانع اِرث (قتل یا کفر وغیرہ) کے پائے جانے کی وجہ سے وراثت کا

اہل نہ رہے، ایسا شخص جمہور کے نزدیک کالعدم سمجھا جاتا ہے۔

اور محجوب کا اطلاق ایسے وارث پر ہوتا ہے جو وراثت کی اہلیت رکھنے کے باوجود کسی حاجب کی وجہ سے کلی یا جزئی طور پر وراثت کا مستحق نہ رہے۔

کیا محروم حاجب بن سکتا ہے؟

اَب یہاں بحث یہ ہے کہ کیا ایسا شخص جس میں موانع اِرث میں سے کوئی مانع پایا جائے جس کی بنا پر وہ وراثت سے محروم ہو، تو کیا وہ شخص کسی دوسرے رشتے دار کے لئے حاجب بن سکتا ہے یا نہیں؟ تو اِس بارے میں دو رائے ہیں:

(۱) جمہور صحابہؓ اور فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ محروم شخص نہ حاجب حرمان بن سکتا ہے اور نہ حاجب نقصان۔ اور اِس کی دلیل یہ ہے کہ دورِ صحابہؓ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک مسلمان عورت کا انتقال ہوا، اُس نے ایک مسلمان شوہر، دو اخیافی مسلمان بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا، تو حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے یہ فیصلہ فرمایا کہ شوہر کو نصف دیا جائے اور اخیافی بھائیوں کو ثلث دیا جائے، اور مابقیہ مال عصبہ کو دیا جائے۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ/تحقیق: شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ ۱۶/۲۵۵-۲۵۶ اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

(یہاں عصبہ سے مراد کافر بیٹے کے علاوہ دیگر عصبات ہیں) اَب اگر یہاں اُس بیٹے کو حاجب نقصان مانا جاتا، تو شوہر کا حصہ نصف کے بجائے ربع ہو جاتا۔ اِسی طرح اگر اُسے حاجب حرمان مانا جاتا، تو اخیافی بھائی بہنوں کو کچھ نہ ملتا۔

پس اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ محروم کسی طرح کا بھی حاجب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ گویا کہ محروم میت کے درجہ میں ہوتا ہے۔

(۲) اور سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک محروم شخص حاجب حرمان تو نہیں بن سکتا؛ لیکن حاجب نقصان بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے اپنی مسلمان بیوی،

دو اخیافی مسلمان بھائی، ایک کافر بیٹے اور ایک چچا کو چھوڑا، تو حضرت ابن مسعودؓ کے قول پر یہ کافر بیٹا جو کہ خود محروم ہوگا؛ لیکن اُس کی وجہ سے بیوی کا حصہ ربع کے بجائے ثمن ہو جائے گا؛ البتہ اخیافی بھائیوں کو حسبِ ضابطہ پورا حصہ ثلث ملے گا؛ کیوں کہ کافر بیٹا حاجب حرمان نہیں ہے، اور مابقیہ مال عصبہ یعنی چچا کو مل جائے گا۔ نقشہ یہ ہے:

مسئلہ: ۲۴

میت

زوجہ	۲/اخ لام	ابن کافر	عم
ثمن	ثلث	محروم	عصبہ
۳	۸		۱۳

کیا مجوب شخص حاجب بن سکتا ہے؟

اَب یہاں دوسری بحث یہ ہے کہ جو رشتے دار خود محجوب ہو رہا ہے، کیا وہ دوسرے رشتے دار کے لئے حاجب بن سکتا ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ بالاتفاق محجوب شخص حاجب بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے وارثین میں: ماں، دو بھائی اور باپ کو چھوڑا، تو بالاتفاق باپ کی وجہ سے بھائی محروم ہوں گے؛ لیکن اُن کی موجودگی کی بنا پر ماں کا حصہ ثلث سے گھٹ کر سدس ہو جائے گا، وغیرہ۔

محجوب کے حاجب بحجب نقصان بننے کی مثال:

مسئلہ: ٦

میت

ام	۲/اخ لام	اب
سدس	محجوب	عصبہ
۱		۵

محجوب کے حاجب بحجب حرمان بننے کی مثال:

مسئلہ: ۲

میت

ب	ام ام الام	ام الاب	زوج
عصبہ	محروم	محجوب	نصف
۱			۱

یہاں دیکھئے: باپ کی وجہ سے پرنانی محروم نہیں ہو رہی تھی؛ مگر (باپ کی وجہ سے) محجوبہ دادی نے پرنانی کو بالکلیہ محروم کر دیا۔

وَالمَحرُومُ لا يَحجُبُ عِندَنَا، وَعِندَ ابنِ مَسعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ يَحجُبُ حَجبَ النُّقصَانِ، كَالكَافِرِ، وَالقَاتِلِ، وَالرَّقِيقِ، وَالمَحجُوبُ يَحجُبُ بِالاتِّفَاقِ كَالإِثنَينِ مِنَ الإِخوَةِ وَالأَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِن أَيِّ جِهَةٍ كَانَا، فَإِنَّهُمَا لا يَرِثَانِ مَعَ الأَبِ، وَلٰكِن يَحجُبَانِ الأُمَّ مِنَ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ.

ترجمہ:- (بذاتِ خود) محروم ہمارے نزدیک حاجب نہیں بن سکتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک (بذاتِ خود) محروم حجب نقصان کے طریقے پر حاجب بن سکتا ہے، جیسا کہ کافر، قاتل، غلام۔ اور محجوب بالاتفاق حاجب بن سکتا ہے؛ جیسا کہ: کسی بھی رشتے کے (حقیقی، علاتی اور اَخیافی) دو یا اُس سے زیادہ بھائی بہن باپ کی موجودگی میں وارث نہیں بنیں گے؛ لیکن وہ ماں کے حصے کو ثلث سے گھٹا کر سدس بنا دیں گے۔

تمرین

(۱) حجب کی تعریف اور اُس کی شکلیں بیان کریں۔

(۲) حجب کے اُصول بیان کریں۔

(۳) محروم اور محجوب میں کیا فرق ہے؟ اور یہ دونوں حاجب بن سکتے ہیں یا نہیں؟

وراثت کے مسائل بنانے کے قواعد

(بَابَ مَخَارِجِ الفُرُوضِ)

جاننا چاہئے کہ قرآنِ مقدس میں ذوی الفروض کے جو حصے بیان کئے گئے ہیں، وہ دو قسموں پر مشتمل ہیں:

قسم اَول:- نصف، ربع، ثمن۔

قسم ثانی:- ثلثان، ثلث، سدس۔

یہ دونوں قسمیں تضعیف (دوگنا کرنا) اور تنصیف (آدھا کرنا) پر مشتمل ہیں، مثلاً: ثمن کا دوگنا کیا جائے تو ربع بنتا ہے اور ربع کا دوگنا کیا جائے تو نصف بنتا ہے، یہ تضعیف کی شکل ہوئی۔

اِسی طرح اگر نصف کا آدھا کیا جائے تو ربع بنے گا، اور ربع کا آدھا کیا جائے تو ثمن بنے گا، یہ تنصیف کی صورت ہے۔

اور یہی بات قسم ثانی کے اَعداد کے بارے میں بھی کہی جائے گی، یعنی سدس کا دوگنا ثلث، اور ثلث کا دوگنا ثلثان ہے۔ اور اِس کے برعکس ثلثان کا نصف ثلث اور ثلث کا نصف سدس ہے۔

> إِعْلَمْ أَنَّ الفُرُوضَ المَذْكُورَةَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ نَوْعَانِ: الأَوَّلُ: النِّصْفُ وَالرُّبْعُ وَالثُّمُنُ، وَالثَّانِيْ: الثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ عَلَى التَّضْعِيفِ وَالتَّنْصِيفِ.

ترجمہ:- کتاب اللہ میں مقررہ حصے دو صنف کے ہیں: (۱) نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) (۲) ثلثان (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) سدس (چھٹا) تضعیف وتنصیف کے طریقے پر۔

اَب مسئلہ کی تخریج کیسے کی جائے؟ اِس سلسلے میں درج ذیل اُصول کو پیشِ نظر رکھا جائے گا:

اُصول (۱):- اگر کسی مسئلے میں صرف ایک ذوی الفروض آئے، تو اُس کے مقررہ حصے کے ہم نام عدد سے مسئلہ بنے گا، مثلاً: ربع کے لئے ۴، ثمن کے لئے ۸، اور ثلث کے لئے ۳/وغیرہ؛ البتہ اگر نصف آئے تو مسئلہ ۲/سے بنے گا۔

مثال کے طور پر اگر وارثین میں ایک بیٹی اور ایک حقیقی بھائی ہو، تو یہاں بیٹی کا حصہ نصف ہے اور بھائی عصبہ ہے، تو مسئلہ ۲/سے بنے گا، اور ایک حصہ بیٹی کو اور ایک حصہ بھائی کو دیا جائے گا۔

اِسی طرح اگر میت نے وارثین میں شوہر اور ایک بیٹا چھوڑا، تو شوہر یہاں ذوی الفروض ہے، جس کا حصہ ربع ہے، اور ربع کا ہم نام عدد اَربعہ یعنی چار ہے؛ لہٰذا ۴/سے مسئلہ بنا کر ایک سہام شوہر کو اور ۳/سہام بیٹے کو دئے جائیں گے۔ مثلا:

مسئلہ: ۴

میت

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

اور اگر وارثین میں بیوی اور بیٹے کو چھوڑا تو مسئلہ ۸/سے بنے گا، ایک سہام بیوی کو اور سات سہام بیٹے کو ملیں گے۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۸

میت

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

اور اگر وارثین میں صرف ماں اور حقیقی بھائی ہو، تو مسئلہ ۳/ سے بنے گا، ایک حصہ ماں کو اور دو حصے بھائی کو دیئے جائیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ: ۳

میت

ام	اخ لاب وام
ثلث	عصبہ
۱	۲

> فَإِذَا جَاءَ فِي الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوضِ أُحَادُ أُحَادُ، فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْضٍ سَمِيُّهُ إِلَّا النِّصْفَ وَهُوَ مِنِ اثْنَيْنِ كَالرُّبُعِ مِنْ أَرْبَعَةٍ، وَالثُّمُنُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ، وَالثُّلُثُ مِنْ ثَلَاثَةٍ.
>
> **ترجمہ:-** چناں چہ اگر مسائل بنانے کے دوران اِن حصوں میں سے صرف ایک حصہ ہو، تو اُس حصہ کا مخرج اُس کا ہم نام عدد ہوگا سوائے نصف کے؛ کیوں کہ اُس کا مخرج دو ہوگا، جیسا کہ ربع کا مخرج چار، ثمن کا مخرج آٹھ اور ثلث کا مخرج تین ہے۔

اُصول (۲):- اگر وارثین میں متعدد ذوی الفروض پائے جائیں، مگر اُن کے حصص ایک ہی قسم سے متعلق ہوں (مثلاً: سدس اور ثلثان جمع ہو جائیں وغیرہ) تو اُن میں جو سب سے چھوٹا عدد ہوگا اُس سے مسئلہ بنایا جائے گا؛ اِس لئے کہ تضعیف کے اعتبار سے یہ چھوٹا عدد اپنے سے دو گنے اعداد کے لئے بھی مخرج بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مثلاً: ۶/ کا عدد سدس کے لئے بھی مخرج ہے، اور ساتھ میں اس سے دو گنے ثلث نیز ثلثان کے لئے بھی مخرج ہے۔

جیسے: کسی شخص نے ایک ماں، دو حقیقی بہنیں اور ایک چچا کو چھوڑا، تو ماں کا حصہ سدس ہے، اور بہنوں کا حصہ ثلثان ہے، تو اُن میں کمتر عدد سدس کا ہم نام ۶/ ہے؛ لہٰذا ۶/ سے مسئلہ بنا کر ایک حصہ ماں کو، ۴/ حصے دونوں بہنوں کو، اور مابقیہ ایک حصہ چچا کو دیا جائے گا۔ نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶
میت

عم	اختان لاب وام	ام
عصبہ	ثلثان	سدس
۱	۴	۱

اور اگر وارثین میں ماں، ۲/حقیقی بہنیں اور ۲/اَخیافی بہنیں ہوں، تو مسئلہ کی تخریج اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۶، عـ: ۷
میت

اختان لام	اختان لاب وام	ام
ثلث	ثلثان	سدس
۲	۴	۱

نوٹ:- یہ مسئلہ عائلہ ہے، عول کی تفصیلی وضاحت اگلے باب میں مستقل آ رہی ہے۔

وَإِذَا جَاءَ مَثْنٰى أَوْ ثَلٰثٌ وَهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ فَكُلُّ عَدَدٍ يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ، فَذٰلِكَ الْعَدَدُ أَيْضًا يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِ ذٰلِكَ الْجُزْءِ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ، كَالسِّتَّةِ هِيَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ وَلِضِعْفِهٖ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ.

ترجمہ:- اور جب اِن حصوں میں سے ۲/ یا ۳/ حصے جمع ہو جائیں بشرطیکہ وہ دونوں ایک ہی صنف سے متعلق ہوں، تو ایسی صورت میں جو عدد اپنے جزء کا مخرج ہوگا وہی عدد اپنے جزء کے ڈبل کا مخرج ہوگا، نیز اپنے ڈبل کے ڈبل کا مخرج ہوگا، جیسا کہ چھ سدس کا مخرج ہے، اور اُس کے ڈبل (ثلث) اور اُس کے ڈبل کے ڈبل (ثلثان) کا مخرج ہے۔

اُصول (۳):- اور اگر مذکورہ بالا قسم اول میں سے نصف کا اختلاط قسم ثانی کے بعض یا کل سہام کے ساتھ ہو، تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔

کل سے اختلاط کی مثال: کسی عورت نے انتقال کے وقت اپنے شوہر، ماں، ۲/حقیقی بہنیں اور ۲/اَخیافی بہنیں چھوڑیں، تو یہاں شوہر کا حصہ نصف ہے، اور ماں کا حصہ سدس ہے، اور حقیقی بہنوں کا حصہ ثلثان ہے، اور اخیافی بہنوں کا حصہ ثلث ہے، تو گویا کہ نصف کا اختلاط قسم ثانی کے تینوں اعداد سے ہورہا ہے؛ لہٰذا مسئلہ ۶/سے بنے گا، مگر ۱۰/سے عول ہوگا۔ (جس کی بحث اگلے باب میں آرہی ہے) نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ: ۶، عـ: ۱۰
میت

زوج	ام	اختان لام	اختان لاب وام
نصف	سدس	ثلث	ثلثان
۳	۱	۲	۴

نصف کی قسم ثانی کے بعض اعداد سے اختلاط کی مثال: بیوی کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر اور ۲/حقیقی بہنیں اور ایک چچا کو چھوڑا، تو یہاں نصف کا ثلثان سے اختلاط ہورہا ہے؛ لہٰذا مسئلہ چھ سے بنا کر ۳/شوہر کو اور ۴/حقیقی بہنوں کو دیا جائے گا، اور عول ۷/سے ہوگا۔

نصف کے ثلث سے اختلاط کی مثال:

مسئلہ: ۶، عـ: ۷
میت

زوج	اختان لاب وام	عم
نصف	ثلثان	عصبہ
۳	۴	محروم

اور اگر وارثین میں ایک بیٹی، ماں اور ایک چچا ہو تو تخریج اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۶
میت

بنت	ام	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

وَإِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ الْأَوَّلِ بِكُلِّ الثَّانِي أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ سِتَّةٍ.

ترجمہ:- اور جب صنف اول کے نصف کا اختلاط صنف ثانی کے تمام اَفراد یا بعض اَفراد سے ہو، تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔

اُصول (۴):- اگر کسی مسئلہ میں قسم اول میں سے ربع کا اختلاط قسم ثانی کے کل یا بعض سے ہو، تو مسئلہ ۱۲/ سے بنایا جائے گا۔

ربع کے قسم ثانی کے کل سے اختلاط کی مثال: کسی شخص کا انتقال ہوا اور اُس نے وارثین میں بیوی، ماں، ۲/ حقیقی بہنیں اور ۲/ اَخیافی بہنیں چھوڑیں، تو بیوی کو ربع مل رہا ہے، اور ماں کو سدس اور حقیقی بہنوں کو ثلثان، اور اخیافی بہنوں کو ثلث؛ لہٰذا مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، ۳/ بیوی کو، ۲/ ماں کو، ۴/ اخیافی بہنوں اور ۸/ حقیقی بہنوں کو ملے گا، اور ۱۷/ سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۷

میت

زوجہ	ام	اختان لام	اختان لاب وام
ربع	سدس	ثلث	ثلثان
۳	۲	۴	۸

ربع کے قسم ثانی کے بعض سے اختلاط کی مثال: الف:- ایک عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر، ماں اور ایک بیٹا چھوڑا، تو شوہر کو ربع ملے گا اور بیٹا عصبہ ہوگا، اور ماں کو سدس ملے گا؛ لہٰذا ۱۲/ سے مسئلہ بنا کر ۳/ شوہر کو، ۲/ ماں کو اور ۷/ بیٹے کو ملے گا۔

مسئلہ: ۱۲

میت

زوج	ام	ابن
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷

ب:- اور اگر وارثین میں بیوی، دو اَخیافی بہنیں اور ایک چچا ہو، تو یہ ربع کی ثلث سے اختلاط کی مثال ہوگی، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۱۲
میت

عم	اختان لام	زوجہ
عصبہ	ثلث	ربع
۵	۴	۳

ج:- اور اگر وارثین میں شوہر، دو بیٹیاں اور چچا ہوتو یہ ربع کی ثلثان سے اختلاط کی مثال ہوگی، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۱۲
میت

عم	بنتان	زوج
عصبہ	ثلثان	ربع
۱	۸	۳

وَإِذَا اخْتَلَطَ الرُّبُعُ بِكُلِّ الثَّانِي أَوْ بِبَعْضِهٖ فَهُوَ مِنْ اِثْنَيْ عَشَرَ.

ترجمہ:- اور جب ربع کا اختلاط صنف ثانی کے تمام اَفراد یا بعض اَفراد سے ہوتو مسئلہ بارہ سے بنے گا۔

اُصول (۵):- اگر قسم اول میں سے ثمن کا اختلاط قسم ثانی کے کل یا بعض سے پایا جائے، تو مسئلہ ۲۴/ سے بنایا جائے گا۔

واضح رہنا چاہئے کہ جمہور علماء کے نزدیک ثمن کا اختلاط قسم ثانی کے کل اَعداد سے متصور نہیں ہے؛ البتہ صرف سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے پر ثمن کے ساتھ قسم ثانی کے کل کا اختلاط ممکن ہے؛ کیوں کہ وہ محروم کو حاجب ماننے کے قائل ہیں، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

اور صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے وارثین میں بیوی، ایک کافر بیٹا، ماں، ۲/ حقیقی بہنیں اور ۲/ اَخیافی بہنیں چھوڑیں، تو سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اِس مسئلے میں بیوی کو ثمن، ماں کو سدس، حقیقی بہنوں کو ثلثان اور اَخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا، اور مسئلہ ۲۴/ سے بنایا جائے گا، جن میں سے ۳/ بیوی کو، ۴/ ماں کو، ۱۶/ حقیقی بہنوں کو اور

۸/ اخیافی بہنوں کو ملے گا، گویا ۳۱/ سے عول ہوگا۔ نقشہ درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۲۴، عـ: ۳۱
میت

زوجہ	ام	اختان لاب وام	اختان لام	ابن کافر
ثمن	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۴	۱۶	۸	

اِس کے برخلاف جمہور کے نزدیک مذکورہ مسئلے میں بیوی کو ربع ملے گا؛ کیوں کہ اُن کی رائے میں کافر بیٹا بیوی کے لئے حاجب نہیں ہے۔ پس قاعدہ نمبر۴ کے مطابق مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، اور ۱۷/ سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۷
میت

زوجہ	ام	اختان لاب وام	اختان لام	ابن کافر
ربع	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۲	۸	۴	

البتہ ثمن کا اختلاط قسم ثانی کے بعض حصوں سے بالاتفاق ممکن ہے، مثلاً:

الف:- ثمن کے ساتھ سدس اور ثلثان کا اختلاط: کسی شخص نے وارثین میں بیوی، ماں، دو بیٹیاں اور ایک چچا کو چھوڑا، تو مسئلہ ۲۴/ سے بنا کر بیوی کو ثمن، ماں کو سدس اور بیٹیوں کو ثلثان ملے گا، اور مابقیہ حصہ بطور عصبہ چچا کو دیا جائے گا۔ نقشہ یہ ہے:

مسئلہ: ۲۴
میت

زوجہ	ام	بنتان	عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱

ب:- ثمن کا ثلثان سے اختلاط: اگر شوہر کا انتقال ہوا، اُس نے بیوی، دو حقیقی بیٹیاں اور چچا کو چھوڑا، تو تخریج اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۲۴

میت

زوجہ	بنتان	عم
ثمن	ثلثان	عصبہ
۳	۱۶	۵

ج:- ثمن کی سدس سے اختلاط کی مثال: اگر وارثین میں بیوی، ماں اور بیٹا ہو تو تخریج اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۲۴

میت

زوجہ	ام	ابن
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

وَإِذَا اخْتَلَطَ الثُّمُنُ بِكُلِّ الثَّانِي أَوْ بِبَعْضِهِ فَهُوَ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ.

ترجمہ:- اور جب ثمن کا اختلاط صنف ثانی کے تمام یا بعض اَفراد سے ہو تو مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔

فائدہ (۱):- اگر کسی مسئلے میں قسم اول میں سے دو عدد جمع ہو جائیں، اور اُن کا اختلاط قسم ثانی سے ہو، تو قسم اول کے اعداد میں جو چھوٹا عدد ہوگا، اُس کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ بنے گا، مثلاً: اگر نصف و ربع ایک ساتھ مل جائیں، تو قاعدہ نمبر ۴/ کے اعتبار سے مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، مثلاً: وارثین میں شوہر، ایک بیٹی، ماں اور چچا ہوں، تو شوہر کا حصہ ربع ہے، اور بیٹی کا حصہ نصف ہے، یہ دونوں قسم اول میں سے ہیں، اور ماں کا حصہ سدس ہے، یہ قسم ثانی میں سے ہے؛ لہٰذا مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، شوہر کو ۳، بیٹی کو چھ، ماں کو ۲، اور مابقیہ ایک چچا کو ملے گا۔

فائدہ (۲):- اگر وارثین میں ذوی الفروض میں سے کوئی نہ پایا جائے، صرف عصبات

موجود ہوں، تو اُن کے عددِ رُءُوس کے اعتبار سے مسئلہ بنے گا، مثلاً: ۵/لڑکے چھوڑے تو ۵/ سے مسئلہ بنایا جائے گا، اور اگر عصبات میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوں، تو ہر مرد ۲/عورتوں کے قائم مقام ہوگا، اور اسی حساب سے عدد نکال کر مسئلہ بنایا جائے گا۔ مثلاً: وارثین میں اگر ۵/لڑکے اور ۵/لڑکیاں ہوں، تو مسئلہ ۱۵/ سے بنے گا۔

مسئلہ: ۱۵
میت

۵/ابن	۵/بنت
۱۰	۵

تمرین

(۱) شریعت میں مقررہ حصے کون کون سے ہیں؟

(۲) **علی التضعیف و التنصیف** کا کیا مطلب ہے؟

(۳) تخریج مسائل کے پانچوں اُصول مع اَمثلہ یاد کریں، اور کاپی میں بھی نوٹ کریں۔

عول کا بیان

(بَابُ الْعَوْلِ)

عول کے لغوی معنی ''غلبہ'' اور بھاری'' ہونے کے ہیں، نیز اوپر اُٹھنے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اور اصطلاحی طور پر عول کی تعریف یہ ہے کہ جب وراثت کے مستحقین پر ضابطے کا عدد کم پڑ جائے، تو اُس میں حسبِ ضرورت عدد بڑھا کر تقسیم کی جائے (تا کہ کسی ایک وارث پر کمی کا بوجھ نہ پڑے؛ بلکہ سب وارث مل کر بوجھ اُٹھائیں)

پہلے یہ بات آ چکی ہے کہ مجموعی طور پر مسائل میراث کی تخریج کے لئے جو اَعداد مقرر ہیں، وہ کل سات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۲-۳-۴-۸-۶-۱۲-۲۴

اِن میں سے اول چار مخارج یعنی ۲-۳-۴-۸ کا کبھی عول نہیں ہوتا (بلکہ جب بھی اُن کے مسئلے بنائے جائیں گے، تو ہر وارث کو پورا پورا عدد ملے گا)

اور مابقیہ تین مخارج یعنی: ۶-۱۲-۲۴ میں عول ہوتا ہے۔

> اَلْعَوْلُ أَنْ يُزَادَ عَلَى الْمَخْرَجِ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ، إِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ. اِعْلَمْ أَنَّ مَجْمُوْعَ الْمَخَارِجِ سَبْعَةٌ: أَرْبَعَةٌ مِنْهَا لَا تَعُوْلُ وَهِيَ: الإِثْنَانِ وَالثَّلاثَةُ وَالأَرْبَعَةُ وَالثَّمَانِيَةُ، وَثَلاثَةٌ مِنْهَا قَدْ تَعُوْلُ.

ترجمہ:- عول کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کا مخرج حصوں سے تنگ پڑ جانے کی صورت میں مسئلہ کے مخرج پر اُس کے اجزاء میں سے کوئی جزء بڑھ جائے۔ جاننا چاہئے کہ مخارج فروض سات ہیں، جن میں سے چار کا عول نہیں آتا ہے، اور وہ ۲-۳-۴-۸/ ہیں، اور تین کا عول آتا ہے۔

۶/ کا عول:- ان میں سے چھ کے عدد کا عول دس تک طاق اور جفت دونوں ہوتا ہے، اِس کی بالترتیب مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر اور دو حقیقی بہنیں چھوڑیں، تو مسئلہ ۶/ سے بنے گا، اُس میں سے نصف یعنی ۳/ شوہر کو اور ثلثان یعنی ۴/ بہنوں کو ملے گا، اور عول ۷/ سے ہوگا۔

مسئلہ: ۶، عـ: ۷

میت

زوج	۲/ اخت لاب وام
نصف	ثلثان
۳	۴

(۲) کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر، دو علاتی بہنیں اور ایک اَخیافی بہن چھوڑی تو ۶/ سے مسئلہ بنے گا، نصف یعنی ۳/ شوہر کو ملے گا، ثلثان یعنی ۴/ علاتی بہنوں کو ملے گا، اور سدس یعنی ایک اَخیافی بہن کو ملے گا، اور عول ۸/ سے ہوگا۔

مسئلہ: ۶، عـ: ۸

میت

زوج	۲/ اخت لاب	۱/ اخت لام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

(۳) کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر، ۲/ حقیقی بہنیں اور ۲/ اخیافی بہنیں چھوڑیں، تو ۶/ سے مسئلہ بنا کر نصف یعنی ۳/ شوہر کو، ثلثان یعنی ۴/ حقیقی بہنوں کو اور ثلث یعنی ۲/ اَخیافی

بہنوں کو ملے گا، اور ۹ر سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ٦، عـ: ۹
میت

۲ر اخت لام	۲ر اخت لاب وام	زوج
ثلث	ثلثان	نصف
۲	۴	۳

(۴) کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر، ماں، ۲ر علاتی بہنیں اور ۲ر اخیافی بہنیں چھوڑیں، تو مسئلہ ٦ر سے بنے گا، شوہر کو نصف یعنی ۳ر ملے گا، ماں کو سدس یعنی ایک، علاتی بہنوں کو ثلثان یعنی ۴ر اور اَخیافی بہنوں کو ثلث یعنی ۲ر ملے گا، اور ۱۰ر سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ٦، عـ: ۱۰
میت

۲ر اخت لام	۲ر اخت لاب	ام	زوج
ثلث	ثلثان	سدس	نصف
۲	۴	۱	۳

نوٹ:- اِس مسئلے کو "شُریحیه" کہا جاتا ہے، اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِسی طرح کے واقعہ میں قاضی شریحؒ نے شوہر کے لئے ۱۰ر میں سے ۳ر کا فیصلہ کیا، تو اِس فیصلے پر شوہر کو اطمینان نہیں ہوا، اور اُس نے لوگوں میں جا کر فریاد کرنی شروع کی کہ میرا حصہ تو آدھا بنتا ہے، مگر قاضی شریحؒ نے مجھے ۱۰ر میں سے کل ۳ر حصے دیئے ہیں، جب قاضی شریحؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُنھوں نے اُس شوہر کو بلوا کر تنبیہ فرمائی اور یہ جملہ کہا: "أَسَأْتَ الْقَوْلَ وَكَتَمْتَ الْعَوْلَ" یعنی تم نے اپنے معاملے میں عول کو چھپا کر بدزبانی کی ہے۔ (حاشیہ سراجی ص:۳۱ دینی کتاب گھر دیوبند)

عول کا مقصد:- واقعہ یہ ہے کہ ذوی الفروض کے حصص نص قطعی میں مقرر ہیں، پس کسی مسئلے میں جب متعدد اَصحاب الفروض جمع ہو جائیں گے، تو اُن کے درمیان حتی الامکان تعدیل کی کوشش کی جائے گی، اِسی کوشش کا نام "عول" ہے۔

أَمَّا السِتَّةُ فَإِنَّهَا تَعُوْلُ إِلىٰ عَشَرَةٍ وِتْرًا وَشُفْعًا.

ترجمہ:- چناں چہ چھ کا عول دس تک آتا ہے، طاق اور جفت کے طریقوں پر۔

۱۲؍کا عول:- اور ۱۲؍ کے عدد کا عول ۱۷؍ تک ہوتا ہے؛ لیکن یہ صرف طاق میں ہوگا، جفت میں نہ ہوگا، یعنی ۱۳-۱۵-۱۷۔ اِس کی بالترتیب مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) کسی شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ایک بیوی، ۲؍حقیقی بہنیں اور ایک اَخیافی بہن چھوڑی، تو مسئلہ ۱۲؍ سے بنے گا، جس میں سے ربع یعنی ۳؍ بیوی کو، ثلثان یعنی ۸؍حقیقی بہنوں کو اور سدس یعنی ۲؍ ایک اَخیافی بہن کو ملے گا، اور ۱۳؍ سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۳
میت

اخت لام	۲؍اخت لاب وام	زوجہ
سدس	ثلثان	ربع
۲	۸	۳

(۲) اگر کسی شخص کا انتقال ہوا، اور اُس نے بیوی، ۲؍علاتی بہنیں اور ۲؍اَخیافی بہنیں چھوڑیں، تو مسئلہ ۱۲؍ سے بنے گا، ربع یعنی ۳؍ بیوی کو، ثلثان یعنی ۸؍علاتی بہنوں کو، ثلث یعنی ۴؍اَخیافی بہنوں کو ملے گا، اور ۱۵؍ سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۵
میت

۲؍اخت لام	۲؍اخت لاب	زوجہ
ثلث	ثلثان	ربع
۴	۸	۳

(۳) اگر کسی شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ماں، بیوی، ۲؍حقیقی بہنیں اور ۲؍اَخیافی بہنیں چھوڑی، تو مسئلہ ۱۲؍ سے بنا کر بیوی کو ربع یعنی ۳، ماں کو سدس یعنی ۲، دو حقیقی بہنوں کو ثلثان یعنی ۸، اور ۲؍اَخیافی بہنوں کو ثلث یعنی ۴؍ ملے گا، اور عول ۱۷؍ سے ہوگا۔

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۷

میتـــــــ

۲/اخت لام	۲/اخت لاب وام	ام	زوجہ
ثلث	ثلثان	سدس	ربع
۴	۸	۲	۳

> **وَأَمَّا اِثْنَاعَشَرَ فَهِيَ تَعُوْلُ إِلىٰ سَبعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شُفْعًا.**
>
> **ترجمہ:-** بارہ کا عول سترہ تک آتا ہے، طاق کے طریقے پر نہ کے جفت کے۔

۲۴/کا عول:- ۲۴/کے عدد کا عول جمہور علماء کے نزدیک صرف ۲۷ تک ہوسکتا ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی، ۲/بیٹیاں اور ماں باپ کو چھوڑا، تو ۲۴/سے مسئلہ بنا کر ثمن یعنی ۳/بیوی کو، ثلثان یعنی ۱۶/دونوں بیٹیوں کو، سدس یعنی ۴/ماں کو اور سدس یعنی ۴/باپ کو ملے گا، اور عول ۲۷/سے ہوگا۔

اِس کو "مسئلہ منبریہ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منبر پر یہ مسئلہ پوچھا گیا اور آپ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ "اِس میں عورت کا حصہ آٹھویں کے بجائے نواں ہوگیا ہے"۔ تو لوگ آپ کی ذہانت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ (شریفیہ ص:۹۹)

مسئلہ: ۲۴، عـ: ۲۷

میتـــــــ

اب	ام	۲/بنت	زوجہ
سدس	سدس	ثلثان	ثمن
۴	۴	۱۶	۳

> **أَمَّـا أَرْبَـعَةٌ وَعِشْـرُوْنَ؛ فَـإِنَّهَـا تَـعُـوْلُ إِلىٰ سَبعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ عَوْلًا وَاحِدًا، كَمَا فِيْ الْمَسْئَلَةِ الْمِنْبَرِيَّةِ وَهِيَ: اِمْرَأَةٌ وَبِنْتَانِ وَأَبَوَانِ.**
>
> **ترجمہ:-** ۲۴/کا عول صرف ۲۷/آتا ہے، جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں پیش آیا ہے، اُس کی صورت یہ ہے کہ وارثین میں بیوی، ۲/بیٹیاں اور ماں باپ ہوں۔

فائدہ:- البتہ چوبیس کا عدد حضرت ابن مسعودؓ کے مسلک کے مطابق ۳۱؍تک ہوسکتا ہے؛ جیسا کہ پچھلے باب میں اِس کی مثال گذر چکی ہے،جس کی صورت یہ ہے کہ شوہر نے بیوی، ماں،۲؍علاتی بہنیں،۲؍اَخیافی بہنیں،اورکافر بیٹا چھوڑا،تو ایسی صورت میں بیوی کو ثمن یعنی ۳، ماں کو سدس یعنی ۴،علاتی بہنوں کو ثلثان یعنی ۱۶؍اوراَخیافی بہنوں کو ثلث یعنی ۸؍ملے گا،اور ۳۱؍سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۲۴، عـ: ۳۱

میت

زوجہ	ام	۲؍اخت لاب	۲؍اخت لام	ابن کافر
ثمن	سدس	ثلثان	ثلث	محروم
۳	۴	۱۶	۸	

وَلَا يُزَادُ عَلٰى هٰذَا إِلَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنَّ عِنْدَهُ تَعُوْلُ إِلَى أَحَدٍ وَّثَلَاثِيْنَ.

ترجمہ:- اور ۲۴؍کا عول اِس سے زیادہ نہیں آتا ہے،سوائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک؛ کیوں کہ اُن کے نزدیک ۲۴؍کا عول ۳۱؍تک آتا ہے۔

تمرین

(۱) عول کسے کہتے ہیں؟

(۲) عول کہاں تک ہوتا ہے؟

(۳) عول کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کے قول کی وضاحت کریں۔

اَعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

(فَصُلٌ فِيُ مَعُرِفَةِ التَّمَاثُلِ، وَالتَّدَاخُلِ، وَالتَّوَافُقِ، وَالتَّبَايُنِ بَيُنَ العَدَدَيُنِ)

یہ باب آگے آنے والے "بـــاب الـتـصـحيح" کا مقدمہ ہے، جس میں مختلف اَعداد کے درمیان نسبتوں کو بیان کیا گیا ہے، اُن کا جاننا حساب کے لئے ضروری ہے۔

تفصیل ذیل میں درج ہے:

(۱) تماثل:- اگر دو عدد بالکل برابر ہوں، تو اُن کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۲/ اور ۲، یا ۴/ اور ۴/ وغیرہ۔

> **تَمَاثُلُ العَدَدَيُنِ كَوُنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْآخَرِ.**
>
> **تــرجـمـه:-** تماثل العددین کا مطلب دو عددوں میں سے ایک عدد کا دوسرے عدد کے برابر ہونا ہے۔

(۲) تداخل:- اِس کی تعریف میں تعبیرات مختلف ہیں:

الف:- اگر ۲/ عددوں میں سے کم مقدار والا عدد گنتی میں اکثر مقدار والے کو بالکل گھٹا دے، تو اُن دونوں عددوں میں تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۲/ اور ۴/، یا ۳/ اور ۶، یعنی اگر دو مرتبہ دو کو گھٹا دیا جائے، اور ۳/ کو دو مرتبہ گھٹا دیا جائے، تو ۶/ ختم ہو جائے گا، وغیرہ۔

(**نوٹ:-** یہاں یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اِس اعتبار سے تو ایک کا عدد سبھی اَعداد کو گھٹا

سکتا ہے، تو گویا کہ ایک کے ساتھ دیگر اَعداد میں ہمیشہ تداخل کی نسبت ہوگی۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ماہرین حساب کے نزدیک اصطلاحی طور پر ایک عدد ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ عدد اُسے کہا جاتا ہے جو کئی اَعداد سے مل کر بنے، اور ایک میں یہ بات متحقق نہیں ہے) (مستفاد: حاشیہ سراجی/ ملا نظام الدین کیرانویؒ ص:۳۲ دینی کتاب گھر دیوبند)

ب:- یا یہ کہا جائے کہ ۲/اَعداد میں بڑا عدد اگر چھوٹے عدد پر تقسیم کیا جائے، اور صحیح صحیح تقسیم ہو جائے، کوئی کسر نہ رہے، تو اُن دونوں اَعداد میں تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۳/اور ۱۲/، اِس میں اگر ۱۲/کو ۳/ سے تقسیم کیا جائے، تو ۴/حصوں میں برابر تقسیم ہو جائے گی۔

ج:- یا یہ کہیں کہ ۲/اَعداد میں چھوٹے عدد کے ساتھ اگر اُس کے مثل اِضافہ کرتے رہیں تو وہ بڑے عدد کو پہنچ جائے، مثلاً: ۲/اور ۱۰/، کہ ۲/ کے ساتھ اگر ۴/مرتبہ ۲/کا اِضافہ کیا جائے، تو ۱۰/کا عدد پورا ہو جائے گا۔

د:- یا یہ کہیں کہ ۲/اَعداد میں چھوٹا عدد بڑے عدد کا جز ہو، مثلاً: ۳/اور ۹/میں، ۳/کا عدد ۹/کا تہائی حصہ ہے، اور بلا کسر ۹/پر تقسیم ہو رہا ہے، تو اِس طرح کے اَعداد کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی۔

وَتَدَاخُلُ العَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أَنْ يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الأَكْثَرَ – أَي يُفْنِيهِ – أَوْ نَقُوْلُ هُوَ أَنْ يَكُوْنَ أَكْثَرُ العَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الأَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيْحَةً، أَوْ نَقُوْلُ هُوَ أَنْ يَزِيْدَ عَلَى الأَقَلِّ مِثْلُهُ أَوْ مِثَالُهُ، فَيُسَاوِي الأَكْثَرَ، أَوْ نَقُوْلُ: هُوَ أَنْ يَكُوْنَ الأَقَلُّ جُزْءَ الأَكْثَرِ مِثْلَ ثَلاثَةٍ وَتِسْعَةٍ.

ترجمہ:- تداخل عددین کا مطلب یہ ہے کہ ۲/عددوں میں سے کا چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم کر دے، یا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ۲/عددوں میں بڑا عدد چھوٹے عدد پر (بغیر کسر کے) صحیح صحیح تقسیم ہو جائے، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چھوٹے عدد پر اُس کے ایک مثل یا چند مثل کا اِضافہ کرنے سے چھوٹا عدد بڑے عدد کے برابر ہوتا ہے۔ یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جزء ہو، جیسے: ۳/اور ۹۔

(۳) توافق:- ۲؍عددوں کے درمیان توافق کا مطلب یہ ہے کہ اُن میں کا چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم نہ کر سکے؛ البتہ کوئی تیسرا عدد ایسا پایا جائے جو اُن دونوں کو تقسیم کر کے ختم کر سکے۔

مثال کے طور پر ۸؍اور ۲۰، اِن ۲؍اَعداد میں چھوٹا عدد یعنی ۸؍ کا عدد بڑے عدد یعنی ۲۰؍ کو ختم نہیں کر سکتا؛ لیکن تیسرا اعدد مثلاً: ۴ دونوں کو ختم کر سکتا ہے، ۲؍مرتبہ میں ۸؍ کو، اور ۵؍مرتبہ میں ۲۰؍ کو، تو اِس طرح کے اَعداد اگر کسی مسئلے میں پائے جائیں، تو ۸؍ کا وفق ۲؍ رہوگا، اور ۲۰؍ کا وفق ۵؍ رہوگا، اور اِن دونوں کے درمیان نسبت کو "توافق بالربع" کہا جائے گا۔

> **وَتَوَافُقُ العَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ أَقَلُّهُمَا الأَكْثَرَ، وَلٰكِنْ يَعُدُّهُمَا عَدَدٌ ثَالِثٌ، كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ العِشْرِيْنِ يَعُدُّهُمَا أَرْبَعَةٌ، فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ؛ لِأَنَّ العَدَدَ العَادَّ لَهُمَا مَخْرَجٌ لِجُزْءِ الوِفْقِ.**
>
> **ترجمہ:-** ۲؍عددوں کے درمیان توافق کا مطلب یہ ہے کہ اُن دونوں میں کا چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم نہ کر سکے؛ بلکہ کوئی تیسرا عدد اِن دونوں عددوں کو ختم کرے، جیسے: آٹھ بیس کے ساتھ، جن دونوں کو ۴؍ کا عدد ختم کر رہا ہے؛ چناں چہ اُن دونوں میں توافق بالربع ہے؛ اِس لئے کہ اِن دونوں کو ختم کرنے والا عدد وفق کے جزء کا مخرج ہے۔

(۴) تباین:- اگر ۲؍اَعداد کے درمیان نہ تو تماثل ہو اور نہ تداخل ہو، اور توافق بھی نہ پایا جائے، کہ کوئی تیسرا عدد اُن دونوں کو ایک ساتھ ختم کر دے، تو پھر اُن کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۳؍اور ۴؍ یا ۹؍اور ۱۰؍ یا ۱۱؍اور ۱۲؍ وغیرہ۔

> **وَتَبَايُنُ العَدَدَيْنِ أَنْ لَا يَعُدَّ العَدَدَيْنِ مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالتِّسْعَةِ مَعَ العِشْرِيْنَ.**
>
> **ترجمہ:-** اور دو عددوں کے درمیان تباین کا مطلب یہ ہے کہ دونوں عددوں کو ایک ساتھ کوئی تیسرا عدد بھی ختم نہ کر سکے؛ جیسا کہ نو دس کے ساتھ۔

دوعددوں میں توافق وتباین جاننے کا آسان طریقہ

اگر دومختلف اَعداد کے درمیان توافق یا تباین کی نسبت کا جاننا مقصود ہو، تو اُن میں سے بڑے عدد سے چھوٹے عدد کے بقدر نکالتے جائیں، یہی عمل جانبین میں آخری حد تک کیا جائے، پھر اخیر میں اگر دونوں عدد ایک پر متفق ہوجائیں، تو اُن میں تباین ہے، اور اگر کسی عدد پر متفق ہوں تو اُسی عدد سے توافق ہوگا۔

تباین کی مثال:- مثلاً ۵/اور ۷/کے درمیان نسبت جاننے کا طریقہ یہ ہوگا کہ ۵/ جوکہ چھوٹا ہے، اُس کے بقدر بڑے عدد ۷/سے گھٹائیں گے تو ۲/بچے گا، اَب یہ ۲/چھوٹا اور ۵/بڑا ہوگیا؛ لہٰذا ۵/سے چھوٹے عدد ۲/کے بقدر دومرتبہ گھٹائیں گے، تو ایک بچے گا، اور یہ ا/ ۲/سے چھوٹا ہے، تو ۲/سے ا/کے بقدر گھٹائیں گے، تو ا/بچے گا۔ اَب اصل دونوں عدد ایک پر متفق ہوگئے، تو معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان تباین ہے۔ نقشہ درج ذیل ہے:

۵	۷	۳	۱۰
۲	۵	۱	۳
۳	۲	۲	۷
۲	۱	۱	۳
۱ تباین	۱		۴
			۳
		۱ تباین	۱

اِسی طرح ۷/اور ۱۰/کے درمیان اگر نسبت معلوم کرنی ہو، تو اَولاً ۷/کو ۱۰/میں سے گھٹائیں گے تو ۳/بچیں گے، بعدازاں ۳/کو ۷/میں سے دومرتبہ گھٹائیں گے تو ایک بچے گا، پس معلوم ہوا کہ ۷/اور ۱۰/میں بھی تباین کی نسبت ہے۔

توافق کی مثال:- مثلاً: ۸/اور ۱۸/، اِن دونوں کے درمیان اگر نسبت دیکھنی ہے، تو اَولاً ۱۸/میں سے ۸/کو گھٹایا جائے گا، تو یہ ۲/مرتبہ گھٹا کر ۲/بچے گا، اب جو ۲/بچے ہیں، اُس کو ۳/مرتبہ ۸/میں سے گھٹایا جائے گا تو بھی ۲/بچے گا، تو معلوم ہوا کہ اِن دونوں کے درمیان توافق

بالنصف پایا جاتا ہے۔

اُس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جیسے ۶ ؍اور ۱۰ ؍کہ جب ۱۰ ؍میں سے ۶ ؍کو گھٹایا تو ۴ ؍بچے، پھر ۴ ؍کو ۶ ؍میں سے گھٹایا تو بالآخر ۲ ؍بچے گا، تو اِن دونوں کے درمیان بھی توافق بالنصف ہوگا۔

توافق کی نسبت لکھنے کا ضابطہ

وراثت کا نقشہ بناتے وقت اگر اَعداد میں توافق ہو، تو ۲ ؍سے لے کر ۱۰ ؍تک صراحۃً عدد وفق کی طرف نسبت ہوگی، جیسے: توافق بالنصف، توافق بالثلث، توافق بالربع، توافق بالخمس، توافق بالسدس، توافق بالسبع، توافق بالثمن، توافق بالتسع، توافق بالعشر۔

اور اِس طرح کے توافق کو ''توافق ناطقہ'' یا ''توافق مُنطقہ'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ اِس میں خود لفظ ہی سے براہِ راست حقیقت کا اِظہار ہوتا ہے۔

توافق بالثلث :- مثلاً: ۶ ؍اور ۹۔

توافق بالربع :- مثلاً: ۸ ؍اور ۱۲۔

توافق بالخمس :- مثلاً: ۱۵ ؍اور ۲۵۔

توافق بالسدس :- مثلاً: ۱۲ ؍اور ۱۸۔

توافق بالسبع :- مثلاً: ۱۴ ؍اور ۲۱۔

توافق الثمن :- مثلاً: ۱۶ ؍اور ۲۴۔

توافق بالتسع :- مثلاً: ۱۸ ؍اور ۲۷۔

توافق بالعشر :- مثلاً: ۲۰ ؍اور ۳۰۔

اور ۱۰ ؍کے اوپر اَعداد سے اگر توافق پایا جائے، تو اُس کی تعبیر جزء کے لفظ کو بڑھا کر کی جائے گی، مثلاً: توافق بجزء من احد عشر، یا توافق بجزء من خمسۃ عشر وغیرہ۔

مثال کے طور پر ۲۲ ؍اور ۳۳ ؍کے درمیان ۱۱ ؍سے توافق ہو رہا ہے؛ کیوں کہ اِن دونوں کو ۱۱ ؍کا عدد کاٹ دیتا ہے، ۲۲ ؍کو ۲ ؍مرتبہ میں اور ۳۳ ؍کو ۳ ؍مرتبہ میں، تو اِن کے درمیان توافق

لکھتے وقت لکھا جائے گا کہ توافق بجزء من احد عشر۔

اِسی طرح ۲۶ ر اور ۳۹ ر میں عددِ وفق ۱۳ ر ہے، جو ۲۶ ر کو ۲ ر مرتبہ میں اور ۳۹ ر کو ۳ ر مرتبہ میں کاٹ رہا ہے، تو لکھا جائے گا: توافق بجزء من ثلاثۃ عشر۔

اِسی طرح ۳۰ ر اور ۴۵ ر میں عدد وفق ۱۵ ر ہوگا، اور اُسے توافق بجزء من خمسۃ عشر لکھا جائے گا......الخ۔

اِس طرح کے اَعداد کو ''منطق'' کے مقابلے میں ''اصم'' سے تعبیر کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان کی مراد واضح کرنے کے لئے الگ سے وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے۔

نوٹ:- کاٹنے والے عدد کو اصطلاحاً ''عددِ وفق'' اور جتنی مرتبہ میں کاٹے اُس عدد کو ''وفق'' کہتے ہیں۔

وَطَرِيْقُ مَعْرِفَةِ الْمُوَافَقَةِ وَالْمُبَايَنَةِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أَنْ يُنْقَصَ الْأَكْثَرُ بِمِقْدَارِ الْأَقَلِّ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَّةً أَوْ مِرَارًا حَتّٰى اتَّفَقَا فِيْ دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ فَإِنِ اتَّفَقَا فِيْ وَاحِدٍ فَلَا وِفْقَ بَيْنَهُمَا، وَإِنِ اتَّفَقَا فِيْ عَدَدٍ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ فَفِي الْإِثْنَيْنِ بِالنِّصْفِ وَفِي الثَّلَاثَةِ بِالثُّلُثِ وَفِي الْأَرْبَعَةِ بِالرُّبُعِ، هٰكَذَا إِلَى الْعَشَرَةِ، وَفِيْ مَا وَرَاءَ الْعَشَرَةِ يَتَوَافَقَانِ بِجُزْءٍ مِنْهُ أَعْنِيْ فِيْ أَحَدَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ أَحَدَ عَشَرَ، وَفِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ بِجُزْءٍ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ فَاعْتَبِرْ هٰذَا.

ترجمہ:- اور دو مختلف عددوں کے درمیان توافق اور تباین کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کے بقدر دونوں طرف سے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ گھٹایا جائے؛ یہاں تک کہ وہ دونوں عدد کسی ایک عدد پر جا کر متفق ہوں؛ چناں چہ اگر وہ دونوں عدد واحد پر متفق ہوں، تو اُن دونوں کے درمیان توافق نہیں ہے۔ اور اگر وہ دونوں کسی اور عدد پر متفق ہوں تو اُسی عدد سے اُن کے درمیان توافق

ہوگا۔ چناں چہ نصف میں ۲/سے، ثلث میں ۳/سے، ربع میں ۴/سے، اسی طرح ۱۰/تک۔ اور ۱۰/کے اوپر اُسی جزء سے توافق ہوگا، یعنی ۱۱/میں ۱۱/کے جزء سے اور ۱۵/میں ۱۵/کے جزء سے، دیگر کو اسی پر قیاس کیا جائے۔

تمرین

(۱) تماثل، تداخل، توافق اور تباین کی تعریف کیجئے۔

(۲) دو عددوں میں تباین اور توافق جاننے کا آسان طریقہ بیان کریں۔

(۳) توافق کی نسبت لکھنے کا ضابطہ کیا ہے؟ اُس کو بیان کریں۔

(۴) ''توافق ناطقہ'' یا ''منطقہ'' اور ''توافق اصم'' کسے کہتے ہیں؟

تصحیح کا بیان

(بَابُ التَّصْحِيْحِ)

''تصحیح'' کے لغوی معنی درست کرنے کے آتے ہیں۔ اور فنِ وراثت کی اِصطلاح میں ''تصحیح'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسے عدد سے مسئلہ بنایا جائے کہ مستحق وارثین یا قرض خواہوں پر پورا پورا تقسیم ہوجائے، کسر باقی نہ رہے۔

تو اِس سلسلے میں ۷/اُصول مقرر کئے گئے ہیں، جن میں سے ۳/اُصولوں کا تعلق عددِ رُؤوس اور سہام سے ہے۔ (اور یہ اُسی صورت میں متحقق ہوگا؛ جب کہ کسی مسئلے میں وارثین کی صرف ایک جماعت سے کسر دور کرنے کی ضرورت ہو)

اور ۴/اُصولوں کا تعلق متعدد اَعدادِ رُؤوس سے ہے (گویا اُن صورتوں سے ہے جن میں ایک ہی مسئلے میں متعدد وارثین کی جماعتیں پائی جارہی ہوں اور اُن کے سہام اور عددِ رُؤوس کے درمیان کسر دور کرنا مقصود ہو)

يَحْتَاجُ فِيْ تَصْحِيْحِ الْمَسَائِلِ إِلىٰ سَبْعَةِ أُصُوْلٍ: ثَلاثَةٌ بَيْنَ السِّهَامِ وَالرُّؤُوْسِ. وَأَرْبَعَةٌ بَيْنَ الرُّؤُوْسِ وَالرُّؤُوْسِ.
ترجمہ:- مسائل تصحیح کے سلسلے میں ۷/اُصول کی ضرورت ہے۔ ۳/اُصول کا تعلق سہام اور رُؤوس سے ہے، اور ۴/اُصول کا تعلق رُؤوس اور رُؤوس سے ہے۔

سہام اور عدد ِرُءُوس کے متعلق اُصول

اَب ذیل میں بالترتیب ۷؍اُصول ذکر کئے جاتے ہیں:

اُصول (۱):- اگر عدد رُءُوس پر سہام بلا کسر تقسیم ہو رہے ہوں، تو ضرب یا تقسیم کی ضرورت نہیں، مثلاً:

وارثین میں اگر ماں، باپ اور دو بیٹیاں ہوں تو مسئلہ ٦ ؍ سے بنے گا، ثلثان یعنی ۴؍ دو بیٹیوں کو دیا جائے گا، جن میں سے ہر ایک بیٹی کو ۲-۲؍ سہام مل جائیں گے، اور کوئی کسر واقع نہ ہوگا۔ اِسی طرح ماں کو سدس یعنی ایک سہام اور باپ کو بھی ایک سہام ملے گا۔

مسئلہ: ٦
میت

ام	اب	۲؍ بنت
سدس	سدس	ثلثان
۱	۱	۴

أَمَّا الثَّلاثَةُ: فَأَحَدُهَا إِنْ كَانَتْ سِهَامُ كُلِّ فَرِيقٍ مُنْقَسِمَةً عَلَيْهِمْ بِلا كَسْرٍ فَلا حَاجَةَ إِلَى الضَّرْبِ – كَأَبَوَيْنِ وَبِنْتَيْنِ –.

ترجمہ:- اور ۳؍ اُصولوں میں پہلا اُصول یہ ہے کہ اگر ہر فریق کے سہام رُءُوس پر بغیر کسر کے تقسیم ہو رہے ہوں، تو اُس وقت ضرب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جیسے: والدین اور ۲؍ بیٹیاں۔

اُصول (۲):- اگر وارثین کی ایک جماعت میں کسر واقع ہو، اور اُس جماعت کے عدد ِسہام اور عدد ِرُءُوس میں توافق پایا جائے، تو عدد ِرُءُوس کے وفق کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیا جائے گا۔

- مثال کے طور پر وارثین میں ماں باپ اور ۱۰؍ بیٹیاں ہوں تو اصل مسئلہ ٦ ؍ سے بنے گا۔ ثلثان یعنی ۴؍ دس بیٹیوں کو اور ایک ایک ماں باپ کو ملے گا، اَب بیٹیوں کا عدد ِسہام ۴؍،

اُن کے عددِ رُءُوس ۱۰؍ پر برابر بلا کسر تقسیم نہیں ہورہا ہے؛ لہٰذا ۴؍اور ۱۰؍ کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ اُن کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ لہٰذا عددِ رُءُوس کے وفق ۵؍ کو اصل مسئلہ ۶؍ میں ضرب دیا جائے گا، تو ۳۰؍ سے تصحیح ہوگی، پھر ہر سہام کو بھی ۵؍ سے ضرب دیا جائے گا، تو ۱۰؍ بیٹیوں کے سہام ۲۰؍ بنیں گے، جن میں سے ہر ایک بیٹی کو ۲-۲؍ مل جائیں گے، اور کسر دور ہوجائے گا، ماں اور باپ کو بھی ۵-۵؍ سہام ملیں گے۔

مسئلہ: ۶، تصـ: ۳۰ (مضـ: ۵)

میت

اُم	اب	۱۰؍ بنت
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰/۲

○ اور اِس اُصول کے تحت مسئلہ عائلہ کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی عورت نے وارثین میں شوہر، ۶؍ بیٹیاں، ماں اور باپ کو چھوڑا، تو ایسی صورت میں مسئلہ ۱۲؍ سے بنے گا، ربع یعنی ۳؍ شوہر کو، ثلثان یعنی ۸؍ چھ بیٹیوں کو، سدس یعنی ۲؍ ماں کو، اور سدس یعنی ۲؍ ہی باپ کو ملے گا، اور مسئلہ کا عول ۱۵؍ سے ہوگا۔ اَب اِس مسئلے میں لڑکیوں کے طائفہ میں کسر واقع ہورہا ہے؛ لہٰذا اِن کے عددِ رُءُوس ۶؍ اور عددِ سہام ۸؍ کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی۔ تو معلوم ہوگا کہ ۶؍ اور ۸؍ کے درمیان توافق بالنصف پایا جاتا ہے، اور ۶؍ کا وفق ۳؍ ہے؛ لہٰذا ۳؍ کو عول ۱۵؍ میں ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۴۵؍ سے ہوگی، اور شوہر کو ۹؍، ماں باپ کو ۶-۶؍ اور بیٹیوں کو ۲۴؍ ملیں گے، اور ۲۴؍ کو جب ۶؍ پر تقسیم کیا جائے گا، تو ہر بیٹی کے حصے میں ۴-۴؍ سہام آئیں گے، اور کسر ختم ہوجائے گا۔ نقشہ یہ ہے:

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۵، تصـ: ۴۵ (مضـ: ۳)

میت

زوج	۶؍ بنت	ام	اب
۳	۸	۲	۲
۹	۲۴/۴	۶	۶

وَالثَّانِيْ: إِنِ انْكَسَرَ عَلَى طَائِفَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلٰكِنْ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُوْسِهِمْ مُوَافَقَةٌ، فَيُضْرَبُ وِفْقُ عَدَدِ رُؤُوْسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، وَعَوْلِهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً، كَأَبَوَيْنِ وَعَشْرِ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٍ وَأَبَوَيْنِ وَسِتِّ بَنَاتٍ.

ترجمہ:- اور دوسرا اُصول یہ ہے کہ اگر کسی ایک فریق پر کسر واقع ہو؛ لیکن اُن کے سہام اور رُؤوس کے درمیان توافق ہو، تو ایسی صورت میں جن وارثین کے سہام پر کسر واقع ہو رہا ہے، اُن کے عددِ رُؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ماں باپ اور ۱۰/ بیٹیاں، یا شوہر، ماں باپ اور ٦/ بیٹیاں۔

اُصول (۳):- اگر وارثین کے عددِ رُؤوس اور عددِ سہام میں موافقت نہ پائی جائے؛ بلکہ تباین کی نسبت ہو، اور وارثین میں سے صرف ایک فریق پر کسر واقع ہو، تو ایسی صورت میں کل عددِ رُؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی۔ اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عددِ رُؤوس کو اصل مسئلہ کے بجائے عول میں ضرب دیا جائے گا۔

○ **غیر عائلہ کی مثال:-** کسی شخص نے وارثین میں ۵/ بیٹیاں، ماں اور باپ کو چھوڑا، تو مسئلہ ٦/ سے بنے گا، بیٹیوں کو ثلثان یعنی ۴/ ملے گا، ماں کو سدس یعنی ایک ملے گا، اور باپ کو بھی سدس یعنی ایک ملے گا۔ اَب یہاں پر بیٹیوں کے عددِ رُؤوس اور اُن کے سہام میں کسر واقع ہو رہا ہے، اور اُن دونوں عددوں کے درمیان تباین کی نسبت ہے، تو تیسرے اُصول کے اعتبار سے لڑکیوں کے عددِ رُؤوس ۵/ کو اصل مسئلہ ٦/ سے ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۳۰/ سے ہوگی، پھر ہر وارث کے سہام کو عددِ مضروب ۵/ میں ضرب دیا جائے، تو اِس اعتبار سے لڑکیوں کا حصہ ۲۰/ ہو جائے گا، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۵-۵/ سہام ملیں گے، ۲۰/ سے تقسیم کیا جائے گا، تو ہر ایک کے حصے میں بلا کسر ۴-۴/ سہام آئیں گے۔

مسئلہ:٦، تصـ: ۳۰ (مضـ: ۵)
میت

۵/ بنت	اب	ام
ثلثان	سدس	سدس
۴	۱	۱
۲۰/ہ	۵	۵

○ **مسئلہ عائلہ کی مثال:-** اگر کسی عورت کا انتقال ہوا، اور اُس نے وارثین میں شوہر اور ۵/ حقیقی بہنیں چھوڑیں، شوہر کا حصہ نصف ہے، اور حقیقی بہنوں کا ثلثان ہے؛ لہٰذا اصل مسئلہ ٦/ سے بنے گا، شوہر کو ۳/ سہام اور بہنوں کو ثلثان یعنی ۴/ ملیں گے، اور عول ۷/ سے ہوگا۔ اَب بہنوں کے طائفہ میں کسر واقع ہوا کہ اصل مسئلہ سے ملئے ہوئے سہام ۴/، اُن کے عددِ رُؤوس ۵/ پر برابر تقسیم نہیں ہورہے ہیں، اور جب نسبت دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ عددِ رُؤوس ۵/ اور عددِ سہام ۴/ کے درمیان تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا مذکورہ قاعدہ کے اعتبار سے بہنوں کے کل عددِ رُؤوس ۵/ کو مسئلہ عائلہ ۷/ میں ضرب دیا جائے گا، اور تصحیح ۳۵/ سے ہوگی، پھر ہر فریق کے سہام کو بھی ۵/ سے ضرب دیں گے تو بہنوں کا حصہ ۲۰/ اور شوہر کا حصہ ۱۵/ ہوجائے گا۔

مسئلہ:٦، عـ:۷، تصـ:۳۵ (مضـ: ۵)
میت

۵/ اخت	زوج
ثلثان	نصف
۴	۳
۲۰/ہ	۱۵

وَالثَّالِثُ: أَنْ لَا تَكُوْنَ بَيْنَ سِهَامِهِمْ وَرُؤُوْسِهِمْ مُوَافَقَةٌ فَيُضْرَبُ كُلُّ عَدَدِ رُؤُوْسِ مَنِ انْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ السِّهَامُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ وَعَوْلِهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَأَبٍ وَأُمٍّ وَخَمْسِ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٍ وَخَمْسِ أَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ.

ترجمہ:- تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ وارثین کے سہام اور اُن کے عددِ رُؤوس کے درمیان توافق نہ ہو، تو ایسی صورت میں اُن وارثین کے کل عددِ رُؤوس (جن پر اُن کے سہام برابر تقسیم نہیں ہورہے ہیں) کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر مسئلہ عائلہ ہے تو عول میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ماں باپ اور ۵/بیٹیاں، یا شوہر اور ۵/حقیقی بہنیں۔

نوٹ:- یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ۳/اُصولوں میں تماثل، توافق اور تباین کے قاعدے تو بیان ہوئے ہیں؛ لیکن اگر عددِ رُؤوس اور عددِ سہام میں تداخل پایا جائے، تو اُس کا کوئی ضابطہ الگ سے بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

تو اِس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ عددِ رُؤوس اور عددِ سہام میں تداخل کی جتنی بھی شکلیں پائی جاسکتی ہیں، وہ یا تو تماثل میں داخل ہوں گی یا توافق میں، اِس لئے تداخل کی سب صورتیں ضمناً اُصول نمبر ایک اور اُصول نمبر دو کے تحت داخل ہیں۔

اور اِس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر عددِ رُؤوس اور عددِ سہام میں تداخل ہو تو دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو عددِ رُؤوس چھوٹا ہوگا اور عددِ سہام بڑا ہوگا، تو ایسی صورت میں سہام کا بڑا عدد؛ عددِ رُؤوس پر بلا کسر تقسیم ہوجائے گا۔

مثلاً: وارثین میں اگر ماں باپ اور ۲/بیٹیاں ہوں، تو مسئلہ ۶/سے بنے گا، ماں باپ کو ۱-۱/اور بیٹیوں کو ۴/ملیں گے۔

اَب دیکھئے کہ عددِ رُؤوس ۲/اور عددِ سہام ۴/میں تداخل ہے، اور سہام کا عدد بڑا ہے، اَب اگر عددِ سہام ۴/کو عددِ رُؤوس ۲/پر تقسیم کیا جائے، تو بلا کسر ہر ایک بیٹی کو ۲-۲/سہام ملیں گے، اور تصحیح کی ضرورت نہ ہوگی، اِسی لئے اِس طرح کے تداخل کو "تداخل بحکم تماثل" کہا جاتا ہے۔

(۲) اور تداخل کی دوسری شکل یہ ہے کہ عددِ رُؤوس عددِ سہام سے بڑا ہو، تو ایسی صورت

میں کسر واقع ہوا رہا ہو کہ چھوٹا عددِ سہام اپنے سے بڑے عددِ رُؤوس پر بلاکسر تقسیم نہ ہوگا، تو اِس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ جتنی مرتبہ میں چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹے گا، اُس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا جائے، اِس کاٹنے والے عدد کو ''دخل'' کہتے ہیں، اِس کی وہی حیثیت ہے جو توافق کے مسئلہ میں ''وفق'' کی ہوتی ہے۔

اِس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ایک بیوی اور ۶/ چچا چھوڑے، تو اصل مسئلہ ۴/ سے بنے گا، بیوی کو ربع یعنی ایک ملے گا، اور مابقیہ ۳/ بطور عصبہ ۶/ چچاؤں کو ملیں گے۔

اَب دیکھئے کہ اِس مسئلے میں چچاؤں کے طائفہ میں کسر واقع ہو رہا ہے کہ اُنہیں ملے ہوئے سہام ۳/ اُن کے عددِ رُؤوس پر بلاکسر منقسم نہیں ہو رہے ہیں، اور جب نسبت دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ اِن دونوں میں تداخل ہے، اور اِن کا دخل ۲/ ہے؛ اِس لئے کہ ۳/ کا عدد دو مرتبہ میں ۶/ کو کاٹ دیتا ہے؛ لہٰذا ۲/ کو اصل مسئلہ ۴/ سے ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۸/ سے ہوگی، پھر اِسی طرح ہر فریق کے سہام کو ۲/ سے ضرب دینے سے بیوی کو ۲/ اور چچاؤں کو ۶/ سہام ملیں گے، اور ہر چچا کے حصے میں ۱-۱/ سہام بلاکسر آ جائے گا، تو یہ ترتیب چوں کہ توافق والے اُصول کے مشابہ ہے، اِس لئے اِس طرح کے مسئلہ کو ''تداخل بحکم توافق'' کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تداخل والی صورتیں چوں کہ حکما تماثل اور توافق میں داخل ہیں، اِس لئے اُن کے متعلق الگ سے اُصول بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔

متعدد اَعدادِ رُؤوس سے متعلق اُصول

مذکورہ ۳؍اُصول کا تعلق عددِ رُؤوس اور عددِ سہام کے درمیان کسر دور کرنے سے تھا، اَب آگے جو ۴؍اُصول آ رہے ہیں، اُن کا تعلق متعدد اَعدادِ رُؤوس اور اُن کے سہام کے درمیان کسر ختم کرنے سے ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اُصول ۱/۴:- اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زائد ورثہ کی جماعت پر کسر واقع ہو رہا ہو، اور اُن کے اَعدادِ رُؤوس کے درمیان تماثل کی نسبت ہو، تو کسی ایک جماعت کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی۔

مثال کے طور پر کسی شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ۶؍بیٹیاں، ۳؍دادیاں اور ۳؍چچا چھوڑے، تو اصل مسئلہ ۶؍سے بنے گا، بیٹیوں کو ثلثان یعنی ۴؍ملے گا، دادیوں کو سدس یعنی ایک ملے گا، اور چچاؤں کو بطور عصبہ ایک ملے گا۔

اَب یہاں وارثین کے تینوں فریقوں پر کسر واقع ہے، بیٹیوں کا عددِ رُؤوس ۶؍ہے، اور سہام ۴؍ہے، اور اُن دونوں کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۶؍کا وفق ۳؍نکلے گا، اس ۳؍کے عدد کو محفوظ رکھا جائے گا۔

پھر دیکھئے ۳؍دادیوں کا سہام ایک ہے، اور اُن کے مابین تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا عددِ رُؤوس ۳؍کو الگ محفوظ رکھا جائے گا۔

اِسی طرح چچاؤں کے عددِ رُؤوس اور سہام میں تباین کی نسبت ہے، بریں بنا اُن کے عددِ رُؤوس ۳؍کو بھی الگ کرلیا جائے گا۔

تو اَب غور کیا جائے کہ تینوں فریق کا عدد ۳-۳ ہی نکلا ہے، جن میں تماثل کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۳/ کو اصل مسئلہ ۶/ سے ضرب دیا جائے گا، اور ۱۸/ سے تصحیح ہوگی، پھر ہر ایک فریق کے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو عددِ مضروب ۳/ میں ضرب دے کر ہر وارث کو اُس کا حصہ دیا جائے گا، جو کسر کے بغیر سب میں تقسیم ہو جائے گا۔

مسئلہ: ۶، تصـ: ۱۸ (مضـ: ۳)

میت

۶/ بنت	۳/ جدۃ	۳/ عم
ثلثان	سدس	عصبہ
۴	۱	۱
۱۲/۲	۳/۱	۳/۱

وَأَمَّا الْأَرْبَعَةُ: فَأَحَدُهَا أَنْ يَكُوْنَ الْكَسْرُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ، وَلَكِنْ بَيْنَ أَعْدَادِ رُؤُوْسِهِمْ مُمَاثَلَةٌ، فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، مِثْلَ سِتِّ بَنَاتٍ وَثَلاثِ جَدَّاتٍ وَثَلاثَةِ أَعْمَامٍ.

ترجمہ:- اور ۴/ اُصولوں میں پہلا اُصول یہ ہے کہ ۲/ یا ۲/ سے زیادہ فریق پر کسر واقع ہو؛ لیکن اُن کے اَعدادِ رُؤوس کے درمیان تماثل ہو، اُس کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ۶/ بیٹیاں، ۳/ دادیاں اور ۳/ چچا۔

اُصول ۲/۵:- اگر مسئلہ میں وارثین کے متعدد فریقوں کے درمیان کسر واقع ہو، اور اُن کے اَعدادِ رُؤوس آپس میں تداخل کی نسبت رکھتے ہوں، تو اُن میں جو سب سے بڑا عدد ہوگا اُس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے، اور حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

○ مثال کے طور پر کسی شخص کا انتقال ہوا، اُس نے وارثین میں ۴/ بیویاں، ۳/ دادیاں اور ۱۲/ چچا چھوڑے، تو حسبِ ضابطہ مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، اس میں ربع یعنی ۳/ چار بیویوں کو ملیں گے، سدس یعنی ۲/ دادیوں کو ملیں گے، اور مابقیہ ۷/ بارہ چچاؤں کو ملیں گے۔

اَب اِن تینوں فریقوں میں کسر واقع ہو رہا ہے، تو اَولاً ہم اَعدادِ رُؤوس اور سہام میں

نسبت دیکھیں گے،تو معلوم ہوگا کہ تینوں فریقوں میں عددرُؤوس اور عددِسہام میں تباین پایا جاتا ہے؛ لہٰذا ہرایک فریق کا عددِرُؤوس الگ الگ محفوظ کرلیا جائے گا۔

بعد اَزاں اُن کے آپس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی،تو یہ اَعداد: ۴-۳-۱۲/ ہوئے،اب اِن کے درمیان جب آپس میں نسبت دیکھی گئی،تو پتہ چلا کہ ۴/کا عدد بھی ۱۲/ میں داخل ہے،اور۳/کا عدد بھی اس میں داخل ہے،پس اُصول نمبر۵/کے مطابق اِن متداخل اَعداد میں بڑے عدد یعنی۱۲ کو عددِمضروب بنا کر اصل مسئلے ۱۲/میں ضرب دیا جائے گا،تو حاصل ضرب ۱۴۴/ نکلے گا،پھر اِسی طرح ہرفریق کے سہام کو بھی عددِمضروب ۱۲/میں ضرب دیا جائے گا،تو ہر وارث کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔

مثال کے طور پر:

مسئلہ: ۱۲، تصـ:۱۴۴ (مضـ: ۱۲)
میتـــــــــ

۴/زوجہ	۳/جدۃ	۳/عم
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۳۶/۹	۲۴/۸	۸۴/۷

وَالثَّانِيْ: أَنْ يَكُوْنَ بَعْضُ الْأَعْدَادِ مُتَدَاخِلًا فِيْ الْبَعْضِ، فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُضْرَبَ أَكْثَرُ الْأَعْدَادِ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، مِثْلَ أَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلاثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَا عَشَرَ عَمًّا.

ترجمہ:- دوسرا اُصول یہ ہے کہ ایک عدد کا دوسرے عدد میں تداخل ہو،تو اُس کا حکم یہ ہے کہ سب سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ۴/بیویاں،۳/دادیاں اور۱۲/ چچا۔

اُصول ۳/۶:- اگر وارثین کے کئی فریق کے درمیان کسر واقع ہو،اور اُن کے اَعداد

رُءُوس کے درمیان توافق پایا جائے، تو اَولاً کسی ایک فریق کے عدد رُءُوس کے وفق کو دوسرے عددِ رُءُوس کے کل میں ضرب دیا جائے گا، پھر جو حاصل ضرب نکلے گا، اُس میں اور تیسرے فریق کے عددِ رُءُوس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر اُن میں توافق کی نسبت ہو تو تیسرے کے مبلغ کو وفق میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر توافق کی نسبت نہ ہو؛ بلکہ تباین کی ہو، تو تیسرے فریق کے کل عدد میں ضرب دیا جائے گا، پھر جو حاصل ضرب نکلے گا، اُس کو چوتھے فریق کے عدد پر پیش کیا جائے گا، اور حسبِ ضابطہ اُس کے اصل یا وفق میں ضرب دیا جائے گا، پھر آخر میں جو مبلغ نکلے گا اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے، جس کی وضاحت درج ذیل مثال سے ہوگی:

اگر کسی شخص نے اپنے وارثین میں ۴؍بیویاں، ۱۸؍بیٹیاں، ۱۵؍دادیاں اور ۶؍چچا چھوڑے، تو یہاں مسئلہ ۲۴؍سے بنے گا، بیویوں کو ثمن یعنی ۳؍ملے گا، بیٹیوں کو ثلثان یعنی ۱۶؍ ملے گا، دادیوں کو سدس یعنی ۴؍ملے گا، اور مابقیہ ایک بطور عصبہ چچاؤں کو ملے گا۔

اَب اَولاً یہ دیکھا جائے گا کہ اِس مسئلے میں ایک سے زائد بلکہ ہر طائفے میں کسر واقع ہے؛ لہٰذا ہر فریق کے عددِ رُءُوس اور سہام میں نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ بیویوں کا عددِ رُءُوس ۴؍ہے، اور اُن کے سہام ۳؍ہیں، اُن میں تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۴؍کے عدد کو محفوظ رکھ لیا جائے گا۔ اور بیٹیوں کا عددِ رُءُوس ۱۸؍ہے، اور اُن کے سہام سولہ ہیں، ان کے درمیان توافق بالنصف کی نسبت ہے، جس کی بنا پر ۱۸؍کا وفق ۹؍نکلے گا، اب اِس ۹؍کے عدد کو محفوظ رکھ لیا جائے، اُس کے بعد دادیوں کا عددِ رُءُوس ۱۵؍ہے، اور سہام ۴؍ہیں، اُن کے درمیان تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۱۵؍کو محفوظ رکھ لیا جائے گا، اور چچاؤں کا عددِ رُءُوس ۶؍اور سہام ایک ہے، اِس لئے ۶؍کے عدد کو محفوظ رکھ لیا جائے گا، اِس طرح کل محفوظ رکھے ہوئے اَعداد درج ذیل ہوں گے: ۴-۶-۱۵-۹۔

اَب جب ہم نے ۴؍اور ۶؍میں نسبت دیکھی، تو ان میں بھی توافق بالنصف کی نسبت ملی؛ لہٰذا اُن میں سے ایک عدد کو ہم نے آدھا کر دیا، اور پھر اُسے دوسرے میں ضرب دے دیا، مثلاً: ۴؍کو ۲؍کیا، اور پھر ۲؍کو ۶؍میں ضرب دیا، یا ۶؍کو ۳؍کیا، اور پھر ۳؍کو ۴؍میں ضرب دیا، تو حاصل

ضرب ۱۲ر نکلا، اب اِس حاصل ضرب کی نسبت جب ۹ر سے دیکھی گئی تو ان میں توافق بالثلث کی نسبت نکلی؛ گویا کہ ۹ر کا وفق ۳ر ہے، اس میں ۱۲ر کو ضرب دیا گیا تو حاصل ضرب ۳۶ر نکلا، اس کے بعد ۳۶ر اور ۱۵ میں نسبت دیکھی گئی تو اُن میں بھی توافق بالثلث کی نسبت نکلی؛ لہٰذا ۱۵ر کے وفق ۵ر میں ۳۶ر کو ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۸۰ر نکلے گا، اور ۱۸۰ر کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا تو تصحیح ۴۳۲۰ر کے عدد سے ہوگی، پھر جس فریق کو اصل مسئلے سے جتنے سہام ملے ہیں، اُس کو عددِ مضروب ۱۸۰ر سے ضرب دے کر ہر وارث پر بلا کسر تقسیم کر دیا جائے گا۔

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۴۳۲۰ (مضـ: ۱۸۰)

میت

۴ر زوجہ	۱۸ر بنت	۱۵ر جدۃ	۶ر عم
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰/۱۳۵	۲۸۸۰/۱۶۰	۷۲۰/۴۸	۱۸۰/۳۰

اَعدادِ محفوظہ: (۴-۶-۹-۱۵)

نقشہ اعدادِ مضروبہ

۲×۶=۱۲

۱۲×۳=۳۶

۳۶×۵=۱۸۰

وَالثَّالِثُ: أَنْ يُوَافِقَ بُعْضُ الْأَعْدَادِ بَعْضًا، فَالْحُكْمُ فِيهَا أَنْ يُضْرَبَ وِفْقُ أَحَدِ الْأَعْدَادِ فِي جَمِيعِ الثَّانِي، ثُمَّ مَا بَلَغَ فِي وِفْقِ الثَّالِثِ إِنْ وَافَقَ الْمَبْلَغُ الثَّالِثَ، وَإِلَّا فَالْمَبْلَغُ فِي جَمِيعِ الثَّالِثِ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي الرَّابِعِ كَذٰلِكَ، ثُمَّ الْمَبْلَغُ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَمَانِيَ عَشَرَةَ بِنْتًا وَخَمْسَ عَشَرَةَ جَدَّةً وَسِتَّةَ أَعْمَامٍ.

ترجمہ:- تیسرا اُصول یہ ہے کہ دو عددوں کے درمیان توافق ہو، تو اُس کا

حکم یہ ہے کہ کسی ایک عدد کے وفق کو دوسرے عدد کے کل میں پھر مبلغ کو تیسرے عدد کے وفق میں ضرب دیا جائے گا، اگر مبلغ اور تیسرے عدد میں توافق ہو، ورنہ (یعنی اگر مبلغ اور تیسرے عدد میں توافق نہ ہو) تو مبلغ کو تیسرے عدد کے کل میں، پھر مبلغ کو چوتھے عدد میں اِسی طرح ضرب دیا جائے گا، اُس کے بعد (آخری) مبلغ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ۴/ بیویاں، ۱۸/ بیٹیاں، ۱۵/ دادیاں اور ۶/ چچا۔

اُصول ۴/ ۷:- اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو، اور اُن کے اَعدادِ رُؤوس کے مابین تباین کی نسبت ہو، اور کوئی توافق یا تداخل نہ پایا جائے، تو ایک عدد کو دوسرے کے کل عدد میں ضرب دیا جائے گا، پھر حاصل ضرب کو تیسرے عدد میں ضرب دیا جائے گا، پھر اُس کے حاصل ضرب کو چوتھے میں ضرب دیا جائے گا، پھر اخیر میں جو مبلغ نکلے گا، اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی۔

مثال کے طور پر کسی شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ۲/ بیویاں، ۶/ دادیاں، ۱۰/ بیٹیاں اور ۷/ چچا چھوڑے، تو اصل مسئلہ ۲۴/ سے بنے گا، بیویوں کو ثمن یعنی ۳، دادیوں کو سدس یعنی ۴، اور بیٹیوں کو ثلثان یعنی ۱۶/ سہام دئے جائیں گے، اور مابقیہ ایک حصہ بطور عصبہ ۷/ چچاؤں کو ملے گا۔

اَب غور کیا جائے کہ اِن چاروں فریقوں میں کسر واقع ہو رہا ہے، بیویوں کا عددِ رُؤوس ۲ اور سہام ۳/ ہے، ان میں تباین ہے، اِس لئے عددِ رُؤوس ۲/ کو محفوظ رکھا جائے، دادیوں کا عددِ رُؤوس ۶/ اور سہام ۴/ ہے، ان میں توافق بالنصف ہے؛ لہٰذا اُن کے عددِ رُؤوس کے وفق ۳/ کو محفوظ رکھا جائے گا، اور بیٹیوں کا عددِ رُؤوس ۱۰/ ہے، اور عددِ سہام ۱۶/ ہے، اِن کے مابین بھی توافق بالنصف ہے؛ لہٰذا اُن کے عددِ رُؤوس کے وفق ۵/ کو محفوظ رکھا جائے گا، اور چچاؤں کا عددِ رُؤوس ۷/ اور سہام ایک ہے، اِن میں تباین ہے؛ لہٰذا ۷/ کو محفوظ رکھا جائے گا۔

تو محفوظ کردہ اَعداد: ۲-۳-۵-۷/ ہوئے، اور یہ سب اَعداد آپس میں متباین ہیں؛ لہٰذا تصحیح کے اُصول ۴/ ۷ کے اعتبار سے اَولاً ۲/ کو ۳/ میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۶/ نکلے گا،

پھر ۶ رکو ۵ رمیں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب ۳۰ ر نکلے گا، پھر ۳۰ رکو ۷ رمیں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۱۰ ر نکلے گا، یہی عدد مضروب بنے گا، اور اسے اصل مسئلہ ۲۴ رمیں ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح کا عدد ۵۰۴۰ ر نکلے گا، پھر ہر فریق کے سہام کو عددِ مضروب ۲۱۰ رمیں ضرب دیا جائے تو ہر ایک کا حصہ نکل آئے گا۔

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۵۰۴۰ (مضـ: ۲۱۰)

میت

۲/زوجہ	۶/جدۃ	۱۰/بنت	۷/عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰/۳۱۵	۸۴۰/۱۴۰	۳۳۶۰/۳۳۶	۲۱۰/۳۰

اعدادِ محفوظہ: (۲-۳-۵-۷)

نقشہ اعدادِ مضروبہ

۲×۳=۶

۶×۵=۳۰

۳۰×۷=۲۱۰

وَالرَّابِعُ: أَنْ تَكُوْنَ الْأَعْدَادُ مُتَبَايِنَةً، لَا يُوَافِقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَالْحُكْمُ فِيْهَا أَنْ يُضْرَبَ أَحَدُ الْأَعْدَادِ فِيْ جَمِيْعِ الثَّانِيْ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الثَّالِثِ ثُمَّ مَا بَلَغَ فِيْ جَمِيْعِ الرَّابِعِ، ثُمَّ مَا اجْتَمَعَ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، كَإِمْرَأَتَيْنِ، وَسِتِّ جَدَّاتٍ، وَعَشْرِ بَنَاتٍ، وَسَبْعَةِ أَعْمَامٍ.

ترجمہ:- چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ اَعداد کے درمیان تباین ہو، یعنی توافق نہ ہو، تو اُس کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا، پھر مبلغ

کو تیسرے کے کل میں، پھر مبلغ کو چوتھے کے کل میں۔ اُس کے بعد مجموعہ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے: ۲؍بیویاں، ۶؍دادیاں، ۱۰؍بیٹیاں اور ۷؍چچا۔

تمرین

(۱) سہام اور عدد رُؤوس کے متعلق اُصول یاد کریں۔

(۲) متعدد اَعدادِرُؤوس سے متعلق اُصول یاد کریں۔

ہر فریق کے سہام جاننے کا طریقہ

(فَصْلٌ)

مذکورہ بالا اُصول کے مطابق مسائل کی تصحیح کے بعد اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ تصحیح میں سے ہر فریق کو کتنے سہام ملیں گے؟ تو اِس کا طریقہ یہ ہے کہ اَصل مسئلے میں سے پہلے جس فریق کو جتنے سہام ملے تھے، اُن کو اُس مسئلے کے عددِ مضروب میں ضرب دے دیا جائے، تو جو حاصل ضرب نکلے گا، وہی اُس فریق کے سہام ہوں گے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اُوپر ذکر کردہ مثالوں میں سے ہر مثال پر اُسے منطبق کیا جاسکتا ہے۔

> وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، فِيْمَا ضَرَبْتَهُ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، فَمَا حَصَلَ، كَانَ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الفَرِيْقِ.
>
> **ترجمہ:-** جب آپ تصحیح میں سے ہر فریق کے حصہ کو جاننا چاہیں تو ہر فریق کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام کو اصل مسئلہ میں ضرب دیجئے، اُس کے بعد جو ماحصل ہوگا وہ اُس فریق کا حصہ ہوگا۔

ہر وارث کے سہام نکالنے کے طریقے

اَب اگر ہم یہ چاہیں کہ ہر فریق کو جو سہام مل رہے ہیں، اُن میں سے ہر فرد کے سہام متعین کریں، تو اِس کی تعیین کے لئے درج ذیل طریقے اپنائے جاسکتے ہیں:

طریقہ (۱):- پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلے سے جو سہام مل رہے ہیں،

اُن کو اُس فریق کے عددِ رُؤوس پر تقسیم کر دیا جائے، اور جو حاصل قسمت نکلے، اُس کو اُس مسئلے کے عددِ مضروب میں ضرب دے دیا جائے، تو جو حاصل ضرب نکلے گا، وہی اُس فریق کے فرد کا سہام ہوگا، جس کو درج ذیل نقشے سے سمجھا جائے:

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۵۰۴۰ مضـ: ۲۱۰

میت

۲/زوجہ	۶/جدۃ	۱۰/بنت	۷/عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰/ ۳۱۵	۸۴۰/ ۱۴۰	۳۳۶۰/ ۳۳۶	۲۱۰/ ۳۰

مذکورہ نقشے میں مثلاً ۲/ بیویوں کو ۳/ سہام ملے ہیں، اَب ۳/ کو جب ۲/ پر تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک بیوی کے حصے میں میں ۱ ۱/۲ / سہام آئیں گے، اور ۱ ۱/۲ کو جب عدد مضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۱۵/ نکلے گا، یہی اِس فریق کے فرد کا سہام ہے۔

اِسی طرح ۶/ دادیوں کا سہام ۴/ ہے، تو ۴/ کو جب ۶/ پر تقسیم کیا جائے گا، تو ہر ایک دادی کے حصے میں ۲/۳ آئے گا، اور اُس کو جب ۲۱۰/ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۴۰/ نکلے گا، یہی اُس فریق کے ہر فرد کا سہام ہے۔ اور یہی تناسب مابقیہ فریقوں میں بھی دیکھا جائے گا۔

> **وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَعْرِفَ نَصِيْبَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ، فَاقْسِمْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ عَلَى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ، ثُمَّ اضْرِبِ الْخَارِجَ فِي الْمَضْرُوْبِ، وَالْحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ.**
>
> **ترجمہ:-** اور اگر آپ اُس فریق کے ہر فرد کا حصہ جاننا چاہتے ہیں تو ہر فریق کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام اُن کے عددِ رُؤوس پر تقسیم کر دیجئے، پھر حاصل قسمت کو مضروب میں ضرب دیجئے؛ چناں چہ ماحصل اُس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

طریقہ (۲):- ہر فرد کے سہام نکالنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اَولاً عددِ مضروب کو کسی بھی فریق کے عددِ رُءُوس پر تقسیم کر دیا جائے، اُس کے بعد جو حاصل قسمت نکلے، اُس کو اُس فریق کے اصل مسئلے سے ملے ہوئے سہام میں ضرب دے دیا جائے، تو جو حاصل ضرب نکلے گا وہی اُس فریق کے فرد کا سہام ہوگا۔

مثال کے طور پر مذکورہ نقشے میں عددِ مضروب ۲۱۰ ہے، اُسے فریق اول یعنی ۲/ بیویوں پر تقسیم کیا جائے، تو حاصل قسمت ۱۰۵/ نکلے گا، پھر ۱۰۵/ کو اصل مسئلہ سے ملے ہوئے عددِ سہام یعنی ۳/ میں ضرب دے دیا جائے، تو حاصل ضرب ۳۱۵/ نکلے گا، جو ہر ایک بیوی کا سہام ہے۔
اِسی طرح اگر ۲۱۰ کو فریق ثانی کے عددِ رُءُوس ۶/ پر تقسیم کیا جائے، تو حاصل قسمت ۳۵/ نکلے گا، پھر اُسے اصل سہام ۴/ میں ضرب دے دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۴۰/ ہوگا، یہی ہر دادی کا سہام ہوگا۔

> **وَوَجْهٌ آخَرَ وَهُوَ أَنْ تَقْسِمَ المَضْرُوْبَ عَلَى أَيِّ فَرِيْقٍ شِئْتَ، ثُمَّ اضْرِبِ الخَارِجَ فِيْ نَصِيْبِ الفَرِيْقِ الَّذِيْ قَسَمْتَ عَلَيْهِمِ المَضْرُوْبَ، فَالحَاصِلُ نَصِيْبُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الفَرِيْقِ.**
>
> **ترجمہ:-** اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ مضروب کو جس فریق پر بھی چاہیں تقسیم کر دیں، پھر حاصل قسمت کو اُس فریق کے حصے میں ضرب دیجئے جس پر آپ نے مضروب کو تقسیم کیا ہے؛ چناں چہ حاصل ضرب اُس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

طریقہ (۳):- اور ہر فرد کے سہام کو الگ کرنے کا تیسرا طریقہ – جسے طریقۂ نسبت بھی کہتے ہیں، اور جو مصنف کے نزدیک زیادہ واضح ہے – یہ ہے کہ ہر فریق کو اصل مسئلے سے جو سہام ملے ہیں، اُن کی عددِ رُءُوس سے نسبت دیکھی جائے اور اُسی نسبت کے بقدر عددِ مضروب میں سے ہر فرد کو سہام دے دئے جائیں۔

مثال کے طور پر مذکورہ نقشے میں ۲/ بیویوں کو جو ۳/ سہام ملے ہیں، اُن کی عددِ رُءُوس ۲/

سے ۱½ (ڈیڑھ) کی نسبت ہے، پس عددِ مضروب ۲۱۰/سے بھی اُسی نسبت کے بقدر ہر فرد کو دے دیا جائے، تو اُس کا ڈیوڑھا ۳۱۵/ نکلے گا۔

اور ۶/دادیوں کو جو ۴/سہام ملے ہیں، تو اِن کے درمیان جب نسبت دیکھی گئی تو ۲/تہائی کی نسبت نکلی، اور عددِ مضروب ۲۱۰ کا ۲/تہائی ۱۴۰/ ہے، وہی ہر دادی کا حصہ ہے۔

اِسی طرح ۱۰/بیٹیوں کو جو ۱۶/سہام ملے ہیں، اُن میں جب نسبت دیکھی گئی تو ۱.۶/کی نسبت نکلی؛ چناں چہ عددِ مضروب ۲۱۰/کو جب ۱.۶ سے ضرب دیا گیا تو حاصل ضرب ۳۳۶/نکلا جو ہر ایک بیٹی کا حصہ ہے۔

اور ۷/چچا کو ۱/سہام ملا تھا، تو اُن کے سہام اور عددِ رُؤوس کے درمیان سبع (1/7) کی نسبت ہے، پس عددِ مضروب ۲۱۰/کا ساتواں حصہ ۳۰ ہر ایک چچا کو ملے گا۔

ایک اور مثال

نسبت کے طریقے کو سمجھنے کے لئے ایک اور مثال ملاحظہ کریں:

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۱۶۸

میت

۳/زوجہ	۲/جدہ	۴/بنت	۷/عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۲۱/۷	۲۸/۱۴	۱۱۲/۲۸	۷/۱

مذکورہ نقشے میں وارثین کو حصے دینے اور پھر مسئلہ کی تصحیح ۱۶۸/سے کرنے کے بعد جب غور کیا گیا تو بیویوں کے عددِ رُؤوس ۳/اور اصل مسئلے سے ملے ہوئے سہام ۳/میں برابری کی نسبت ہے؛ چناں چہ مکمل مضروب ۷/ایک بیوی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوا، اور دادیوں کے عددِ رُؤوس ۲/اور سہام ۴/میں دوگنے کی نسبت ہے، اِس لئے مضروب ۷/کا دوگنا ۱۴/ایک دادی کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوا، لڑکیوں کے عددِ رُؤوس ۴/اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام ۱۶/میں

چار گنے کی نسبت ہے، اِس لئے مضروب ۷ / کا ۴ / گنا یعنی ۲۸ / ایک لڑکی کا حصہ ہوا، اور چچاؤں کے عدد ِرُءُوس ۷ / اور اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام ایک میں ساتویں کی نسبت ہے، اِس لئے مضروب ۷ / کا ساتواں یعنی ایک ہر ایک چچا کا تصحیح سے ملا ہوا حصہ ہوا۔

وَهُنَاكَ وَجْهٌ آخَرُ، وَهُوَ طَرِيْقُ النِّسْبَةِ، وَهُوَ الْأَوْضَحُ، وَهُوَ أَنْ تَنْسِبَ سِهَامَ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ إِلَى عَدَدِ رُؤُوْسِهِمْ مُفْرَدًا، ثُمَّ تُعْطِيْ بِمِثْلِ النِّسْبَةِ مِنَ الْمَضْرُوْبِ، لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ آحَادِ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ.

ترجمہ:- اور یہاں ایک تیسرا طریقہ بھی ہے، اور اُس کو ''طریقۂ نسبت'' کہا جاتا ہے، اور یہ زیادہ واضح ہے۔ (اِس کی وضاحت یہ ہے کہ) اصل مسئلہ سے ملے ہوئے سہام اور اُن کے عدد ِرُءُوس کے درمیان علیحدہ علیحدہ نسبت دیکھی جائے، پھر اُسی نسبت کے مطابق مضروب میں سے اُس فریق کے ہر فرد کو حصہ دے دیجئے۔

ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ

ہر وارث کے سہام معلوم کرنے کے لئے اُوپر جو تین طریقے لکھے گئے ہیں، اُن کے علاوہ ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ تصحیح کے بعد ہر فریق کو جو سہام ملیں، اُن کو اس فریق کے عدد ِرُءُوس پر تقسیم کردیا جائے، تو جو حاصل قسمت نکلے گا وہی فرد کا سہام ہوگا۔ مثلاً اِس نقشہ پر دوبارہ نظر ڈالیں:

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۵۰۴۰ مضـ: ۲۱۰

میتـ

۲ / زوجہ	۶ / جدۃ	۱۰ / بنت	۷ / عم
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰ / ۳۱۵	۸۴۰ / ۱۴۰	۳۳۶۰ / ۳۳۶	۲۱۰ / ۳۰

درج بالا نقشے میں ۲ر بیویوں کو تصحیح کے بعد ۶۳۰ر سہام ملے تھے، اُن کو اگر ۲ر میں تقسیم کیا جائے، تو حاصل قسمت ۳۱۵ر نکلے گا، جو ہر ایک بیوی کا سہام ہوگا۔

اِسی طرح دوسرے فریق میں ۶ر دادیوں کو ۸۴۰ر سہام ملے ہیں، اُس کو اگر عددِ رُؤوس ۶ر میں تقسیم کیا جائے تو حاصل قسمت ۱۴۰ر نکلے گا، وہی ہر ایک دادی کا سہام ہے۔

اِسی طرح تیسرے فریق میں ۱۰ر بیٹیوں کو تصحیح کے بعد ۳۳۶۰ر سہام ملے تھے، پس اُس کو اگر ۱۰ر میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت ۳۳۶ر نکلے گا، وہی ہر ایک بیٹی کا سہام ہوگا۔

اور چوتھے فریق میں ۷ر چچاؤں کو ۲۱۰ر سہام ملے تھے، اُس کو عددِ رُؤوس ۷ر میں جب تقسیم کیا جائے گا، تو جو حاصل قسمت نکلے گا وہی ہر ایک چچا کا سہام ہوگا۔

یہ طریقہ بہت آسان ہے، اِس میں عددِ مضروب کی طرف یا اصل مسئلہ کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی؛ بلکہ صرف ایک تقسیم کے عمل سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔

تمرین

(۱) ہر وارث کے سہام نکالنے کے کتنے طریقے ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

(۲) طریقۂ نسبت کی دونوں مثالیں سمجھ کر کاپی میں نوٹ کریں۔

(۳) ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ

(فَصْلٌ فِيْ قِسْمَةِ التَّرِكَاتِ بَيْنَ الوَرَثَةِ وَالغُرَمَاءِ)

اگر وارثین میں ترکہ کی تقسیم اُن کے سہام کے مطابق کرنی ہو تو اُس کے لئے درج ذیل حساب کو اختیار کیا جائے گا:

(۱) اَولاً یہ دیکھا جائے گا کہ عددِ تصحیح اور عددِ ترکہ کے درمیان کیا نسبت ہے؟ اگر تباین کی نسبت ہو تو ہر وارث کو جتنے سہام ملے ہیں، اُن کو ترکہ کے عدد میں ضرب دیا جائے گا، پھر جو حاصل ضرب نکلے گا، اُسے عددِ تصحیح میں تقسیم کردیا جائے گا، اور حاصل قسمت کے بقدر ترکہ میں سے وارث کو حصہ دیا جائے گا۔

اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے وارثین میں ۲/ بیٹیاں اور ماں باپ کو چھوڑا، تو اصل مسئلہ ۶/ سے بنے گا، ثلثان یعنی ۴/ بیٹیوں کو ملے گا اور ایک ایک ماں باپ کو ملے گا۔ اَب فرض کیجئے کہ مورث نے ترکہ میں ۷/ اَشرفیاں چھوڑی ہیں، تو اَولاً اصل مسئلہ ۶/ اور عددِ ترکہ ۷/ میں نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ یہاں تباین کی نسبت ہے، تو مذکورہ بالا ضابطے کے مطابق ایک بیٹی کو اصل مسئلہ سے جو سہام ملے ہیں، یعنی ۲، اُس کو کل ترکہ یعنی ۷/ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۴/ نکلے گا، پھر ۱۴/ کو اصل مسئلہ ۶/ میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت $2\frac{2}{6}$ نکلے گا، یہی ہر ایک بیٹی کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا، اور اِس کا نقشہ اِس طرح بنایا جائے گا:

مسئلہ: ٦	تباین	ترکہ: ۷/اشرفی
میت		
۲/بنت	ام	اب
ثلثان	سدس	سدس
۴		

سہام:	۲ - ۲	۱	۱
ترکہ:	$2\frac{2}{6}$ $2\frac{2}{6}$	$1\frac{1}{6}$	$1\frac{1}{6}$

إِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيْحِ وَالتَّرِكَةِ مُبَايَنَةٌ، فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِيْ جَمِيْعِ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى التَّصْحِيْحِ، مِثَالُهُ بِنْتَان وَأَبَوَان، وَالتَّرِكَةِ سَبْعَةُ دَنَانِيْرَ.

ترجمہ:- اگر تصحیح اور ترکہ کے درمیان تباین ہو، تو تصحیح سے ملے ہوئے ہر فریق کے سہام کو کل ترکہ میں ضرب دیجئے، پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کردیجئے، مثال کے طور پر: دو بیٹیاں اور ماں باپ ہوں، اور ترکہ سات دینار ہو۔

(۲) اور اگر تصحیح اور عدد ترکہ کے درمیان توافق پایا جائے تو ہر وارث کے سہام کو اَولاً ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے گا، اور جو حاصل ضرب نکلے گا اُس کو تصحیح کے وفق میں تقسیم کردیا جائے گا، اور حاصل قسمت ہی وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

مثال کے طور پر کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے ایک شوہر، ایک دادی، ایک اخیافی بہن اور ۲/حقیقی بہنیں چھوڑیں، تو مسئلہ ٦/ سے بنے گا، اور ۹/ سے عول ہوگا۔ شوہر کو نصف یعنی ۳، دادی کو سدس یعنی ایک، اَخیافی بہن کو سدس یعنی ایک اور دونوں حقیقی بہنوں کو ثلثان یعنی ۴/سہام ملیں گے۔

اَب فرض کیجئے کہ ترکہ ۱۲/اشرفی ہے، تو اَولاً اصل مسئلہ ۹/اور عددِ ترکہ ۱۲/کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ ان میں توافق بالثلث کی نسبت ہے، پس ۹/کا وفق ۳/ ہے، اور ۱۲/کا وفق ۴/ ہے؛ لہٰذا شوہر کے سہام ۳/کو اَولاً ۴/میں ضرب دیا جائے، اور پھر

حاصل ضرب ۱۲/ کو تصحیح کے وفق ۳/ میں تقسیم کر دیا جائے گا، تو حاصل قسمت ۴/ نکلے گا، وہی شوہر کا حق ہوگا۔

اور دادی کا حصہ ۱/ ہے، جس کو ترکہ کے وفق ۴/ میں ضرب دیا جائے گا، بعد ازاں اُسے تصحیح کے وفق ۳/ میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت $\frac{1}{3}$ ۱ نکلے گا، وہی دادی کا حق ہوگا، اور اتنا ہی اخیافی بہن کا حق ہوگا، اور ہر حقیقی بہن کو جو ۲-۲/ سہام ملے ہیں، تو ۲/ کو ترکہ کے وفق ۴/ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۸/ نکلے گا، پھر ۸/ کو تصحیح کے وفق ۳/ میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت $\frac{2}{3}$ ۲ نکلے گا، یہی ہر ایک حقیقی بہن کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا، اور اِس کا نقشہ درج ذیل طریقے پر بنایا جائے گا:

مسئلہ: ۶، عـ: ۹، وفقـ: ۳ توافق: ۳ عددترکہ: ۱۲، وفق: ۴

میت

	زوج	جدۃ	۱/ اخت لام	۲/ اخت لاب وام
	نصف	سدس	سدس	ثلثان
سہام:	۳	۱	۱	۴/۲
ترکہ:	۴	$\frac{1}{3}$ ۱	$\frac{1}{3}$ ۱	$\frac{2}{3}$ ۲ $\frac{2}{3}$ ۲

وَإِذَا كَانَ بَيْنَ التَّصْحِيْحِ وَالتَّرِكَةِ مُوَافِقَةٌ فَاضْرِبْ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَّصْحِيْحِ فِيْ وِفْقِ التَّرِكَةِ ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى وِفْقِ التَّصْحِيْحِ، فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذَلِكَ الْوَارِثِ فِيْ الْوَجْهَيْنِ هٰذَا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرْدٍ.

ترجمہ:- اور جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان توافق ہو، تو تصحیح میں سے ہر وارث کے ملے ہوئے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیجئے، پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق پر تقسیم دیجئے؛ چناں چہ حاصل قسمت دونوں صورتوں (تباین اور توافق) میں اُس وارث کا حصہ ہوگا۔ یہ ضابطہ ہر فرد کے حصہ کو جاننے کے لئے ہے۔

ترکہ میں سے ہر فریق کا مجموعی حصہ نکالنے کا اُصول

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وارثین میں سے کسی ایک فریق کو مجموعی طور پر ترکے میں سے کتنا حصہ مل رہا ہے؟

تو اُس کا اُصول یہ ہے کہ اگر عددِ تصحیح اور عددِ ترکہ میں توافق پایا جائے، تو ایک فریق کو تصحیح سے جو سہام ملے ہیں، اُن کو عددِ ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق میں تقسیم کر دیا جائے گا، پس حاصل قسمت اس فریق کا ترکے میں سے حصہ ہوگا۔

اِس کی مثال یہ ہے کہ کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر ۴ر حقیقی بہنیں اور ۲ر اخیافی بہنیں چھوڑیں، تو اصل مسئلہ ۶ر سے بنے گا، اور ۹ر سے عول ہوگا۔ شوہر کو نصف: ۳، حقیقی بہنوں کو ثلثان: ۴، اور اخیافی بہن کو ۲ر ملیں گے۔

اَب فرض کیجئے کہ میت نے ترکہ میں ۳۰ر روپئے چھوڑے ہیں، تو جب ۹ر اور ۳۰ر کے درمیان نسبت دیکھی گئی، تو معلوم ہوا کہ ان میں توافق بالثلث کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۹ر کا وفق ۳ر ہوگا، اور ۳۰ر کا وفق ۱۰ر ہوگا۔ اَب مذکورہ بالا اُصول کے مطابق تصحیح سے ایک فریق کو ملے ہوئے سہام کو ترکہ کے وفق یعنی ۱۰ر میں ضرب دیا جائے گا، مثلاً: شوہر کو ۳ر سہام ملے ہیں، تو اُس کو ۱۰ر میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۰ر نکلا، پھر اس ۳۰ر کو عددِ عول کے وفق ۳ر میں تقسیم کیا تو حاصل قسمت ۱۰ر نکلا، یہی شوہر کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا۔

اِسی طرح ۴ر حقیقی بہنوں کے سہام ۴ر تھے، اُنہیں عددِ ترکہ کے وفق میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۴۰ر نکلا، پھر ۴۰ر کو عددِ عول کے وفق ۳ر میں تقسیم کیا، تو بہنوں کے فریق کو ترکے میں سے $\frac{۱}{۳}$ ۱۳ر ملا، اور یہی عمل جب اَخیافی بہنوں کے سہام میں کیا گیا، تو اُن کے فریق کا حصہ $\frac{۲}{۳}$ ۶ آیا۔ نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶، عـ: ۹، وفقـ: ۳ توافق:۳ عدد ترکہ:۳۰، وفق:۱۰
میت

۲/اخت لام	۴/اخت لاب وام	زوج
ثلث	ثلثان	نصف
۲	۴	۳
۶ ۲/۳	۱۳ ۱/۳	۱۰

○ اور اگر تصحیح اور ترکے کے درمیان تباین پایا جائے، تو ہر فریق کو ملے ہوئے سہام کو کل عددِ ترکہ میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر جو حاصل ضرب نکلے گا، تو اُس کو کل عدد تصحیح میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ درج ذیل مثال سے اِس کی وضاحت ہوگی:

مسئلہ: ۶، عـ: ۹ تباین عددِ ترکہ:۳۵
میت

۲/اخت لام	۴/اخت لاب وام	زوج
ثلث	ثلثان	نصف
۲	۴	۳
۷ ۷/۹	۱۵ ۵/۹	۱۱ ۶/۹

اِس مثال میں ہر فریق کے ملے ہوئے سہام کو اَولاً کل عددِ ترکہ میں ضرب دیا جائے گا، اور بعد اَزاں کل عددِ تصحیح یعنی عددِ عول میں تقسیم کیا گیا، تو جو حاصل قسمت نکلا وہی ترکے میں سے ہر فریق کا حصہ ہے۔ پھر ہر فریق میں سے ہر فرد کو کتنا حصہ ملے گا؟ اُس کا ذکر اُوپر شروع میں آ چکا ہے۔

وَأَمَّا لِمَعْرِفَةِ نَصِيْبِ كُلِّ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ، فَاضْرِبْ مَا كَانَ لِكُلِّ فَرِيْقٍ مِنْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ فِيْ وِفْقِ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْمَبْلَغَ عَلَى وِفْقِ الْمَسْئَلَةِ إِنْ كَانَ بَيْنَ التَّرِكَةِ وَالْمَسْئَلَةِ مُوَافَقَةٌ؛ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ، فَاضْرِبْ فِيْ كُلِّ التَّرِكَةِ، ثُمَّ اقْسِمِ الْحَاصِلَ عَلَى جَمِيْعِ الْمَسْئَلَةِ فَالْخَارِجُ نَصِيْبُ ذٰلِكَ الْفَرِيْقِ فِي الْوَجْهَيْنِ.

ترجمہ:- البتہ ہر فریق کے حصہ کو جاننے کے لئے اصل مسئلہ سے ملے ہوئے ہر فریق کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دیجئے، پھر مبلغ کو مسئلہ کے وفق پر تقسیم کر دیجئے، جب کہ ترکہ اور مسئلہ کے درمیان توافق ہو۔ اور اگر دونوں کے درمیان تباین ہو تو کل ترکہ میں ضرب دیجئے، پھر حاصل ضرب کو مسئلہ کے کل پر تقسیم کر دیجئے؛ چناں چہ حاصل قسمت دونوں صورتوں میں اُس فریق کا حصہ ہوگا۔

تمرین

(۱) ترکہ تقسیم کرنے کا کیا ضابطہ ہے؟

(۲) ترکہ میں سے ہر فریق کا مجموعی حصہ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم کا بیان

واضح ہو کہ اگر میت نے اتنا مال چھوڑا ہو جس سے قرض خواہوں کے مطالبے پورے کئے جاسکتے ہوں، تو اُس کے لئے الگ سے تقسیم کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اَولاً قرض کے بقدر رقم ترکہ سے نکال کر قرض خواہوں میں تقسیم کردی جائے گی، اور مابقیہ رقم وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی؛ جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے۔

البتہ اگر میت نے اتنا کم مال چھوڑا ہو جس سے قرض خواہوں کے مطالبات پورے نہ کئے جاسکیں، تو ایسی صورت میں ہر قرض خواہ کو اُس کے مقدار قرض کے تناسب سے ترکہ میں سے حصہ ملے گا؛ تا کہ دوسرے قرض خواہوں کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

اَب کس تناسب سے ترکہ تقسیم ہو؟ اِس کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ ہر قرض خواہ کو وارث کی جگہ رکھا جائے، اور پھر اس کا جتنا قرض ہو اُس مقدار کو سہام قرار دیا جائے، اور سب قرض خواہوں کے قرض کی مجموعی مقدار کو جوڑ کر اُس سے مسئلہ بنایا جائے، مثال کے طور پر میت کے تین قرض خواہ ہیں:

(۱) خالد؛ جس کا قرض ۱۲/ روپئے ہے۔

(۲) ماجد؛ جس کا قرض ۱۶/ روپئے ہے۔

(۳) حارث؛ جس کا قرض ۲۰/ روپئے ہے۔

اَب اِن سب قرضوں کو جب جوڑا گیا تو ۴۸/ کا عدد نکلا، اسی سے مسئلہ بنایا جائے گا۔

فرض کیجئے کہ میت نے ۳۶/ روپئے چھوڑے ہیں، تو اَب ۳۶/ اور ۴۸/ میں نسبت

دیکھی جائے گی، تو ''توافق بجزءٍ من اثنی عشر'' نکلا؛ لہٰذا ۳۶ر کا وفق ۳ر میں قرض خواہ خالد کے قرض کی مقدار ۱۲ر کو ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۶ر نکلے گا، پھر ۳۶ر کو اصل مسئلہ ۴۸ر کے وفق ۴ر میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت ۹ر نکلے گا، یہی ترکہ میں سے خالد کو دیا جائے گا۔

اِسی طرح ماجد کا قرض ۱۶ر روپئے تھا، اُسے بھی ترکہ کے وفق ۳ر میں جب ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۴۸ر نکلے گا، اور ۴۸ر کو اصل مسئلہ کے وفق ۴ر میں تقسیم کیا جائے گا، تو حاصل قسمت ۱۲ر نکلے گا، یہی ماجد کا حصہ ہوگا۔

اور حارث کا قرض ۲۰ر روپئے تھا، اُس کو تین میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب ۶۰ر کو چار میں تقسیم کریں گے تو حاصل قسمت ۱۵ر نکلے گا، یہی حارث کا حصہ ہوگا، اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴۸، وف: ۴ — توافق: ۱۲ — ترکہ: ۳۶ وفق: ۳

میت

خالد	ماجد	حارث
۱۲	۱۶	۲۰
۹	۱۲	۱۵

○ اور اگر قرض کی مجموعی مقدار اور ترکہ کے عدد میں تباین کی نسبت ہو، تو ایسی صورت میں ہر قرض خواہ کے قرضے کے عدد کو ترکہ کے کل عدد میں ضرب دیں گے، اور پھر حاصل ضرب کو مجموعی قرض کے عدد میں تقسیم کیا جائے گا، پس مذکورہ بالا مثال میں بالفرض اگر ترکہ کی مقدار ۱۷ر روپئے ہو، تو اُس کے اور ۴۸ر کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی، تو نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴۸ — تباین — ۱۷

میت

خالد	ماجد	حارث
۱۲	۱۶	۲۰
۴ $\frac{۱۲}{۴۸}$	۵ $\frac{۳۲}{۴۸}$	۷ $\frac{۴}{۴۸}$

أَمَّا فِيْ قَضَاءِ الدُّيُوْنِ، فَدَيْنُ كُلِّ غَرِيْمٍ بِمَنْزِلَةِ سِهَامِ كُلِّ وَارِثٍ فِيْ الْعَمَلِ، وَمَجْمُوْعُ الدُّيُوْنِ بِمَنْزِلَةِ التَّصْحِيْحِ.

ترجمہ:- قرضوں کی اَدائیگی کے سلسلے میں (ضابطہ یہ ہے کہ) ہر قرض خواہ کے قرض کو مسئلہ بناتے وقت ہر وارث کے سہام کے درجہ میں رکھا جائے، اور قرضوں کے مجموعہ کو تصحیح کے درجہ میں رکھا جائے۔

فائدہ:- اور اگر ترکہ میں کسر واقع ہو، تو کسر کے مخرج سے ترکہ کو ضرب دیا جائے گا، اور پھر اُس میں کسر کے عدد کو جوڑ دیا جائے گا، مثلاً: اُوپر کے نقشے میں اگر ترکہ کی مقدار ساڑھے سترہ روپئے ہو، تو کسر کے مخرج نصف یعنی ۲؍ سے ۱۷؍ کو ضرب دیا جائے گا، اور حاصل ضرب ۳۴؍ میں کسر کے عدد ۱؍ کو جوڑ کر ترکہ کو ۳۵؍ مان لیا جائے گا۔ اِسی طرح کسر کے مخرج سے اصل مسئلہ کو بھی ضرب دے کر ۹۶؍ سے مسئلہ مبسوطہ بنایا جائے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴۸، مبسـ: ۹۶ ترکہ ۱۷ $\frac{۱}{۲}$، مبسـ: ۳۵

میت

خالد	ماجد	حارث
۱۲	۱۶	۲۰
۴ $\frac{۳۶}{۹۶}$	۵ $\frac{۸۰}{۹۶}$	۷ $\frac{۲۸}{۹۶}$

وَإِنْ كَانَ فِيْ التَّرِكَةِ كُسُوْرٌ، فَابْسُطِ التَّرِكَةَ وَالْمَسْئَلَةَ كِلْتَيْهِمَا: أَيْ اِجْعَلْهُمَا مِنْ جِنْسِ الْكَسْرِ، ثُمَّ قَدِّمْ فِيْهِ مَا رَسَمْنَاهُ.

ترجمہ:- اور اگر ترکہ میں کسر ہو، تو ترکہ اور مسئلہ دونوں کو پھیلا دیا جائے، یعنی دونوں کو کسر کی جنس سے بنایا جائے، اُس کے بعد ہمارے بیان کردہ گذشتہ ضابطہ کو پیش نظر رکھا جائے۔

تمرین

(۱) قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟

(۲) ترکہ میں کسر واقع ہونے کی صورت میں تقسیم ترکہ کا کیا طریقہ ہے؟

تخارج کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ التَّخَارُجِ)

''تخارج'' کا اصل مادہ خروج ہے، جس کے معنی نکلنے کے آتے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر ''تخارج'' کا اِطلاق اِس بات پر ہوتا ہے کہ ''وارثین اپنے میں سے کسی وارث کو متعین چیز دے کر ترکہ میں حصہ سے سبک دوشی پر مصالحت کرلیں''۔

اور اِس سلسلے میں تقسیم کا ضابطہ یہ ہے کہ اَولاً سبھی وارثین کو شامل کر کے حسبِ دستور مسئلہ بنایا جائے گا، اور سب کو مقررہ سہام دے دیئے جائیں گے، اُس کے بعد جس وارث نے صلح کی ہے، اُس کے سہام کو اصل مسئلہ کے عدد سے گھٹا دیا جائے گا۔

نوٹ:- اور اگر ترکہ بھی تقسیم کرنا ہو تو مابقیہ عدد اور ترکہ میں نسبت دیکھ کر وہی اُصول جاری کیا جائے گا، جو گذشتہ باب میں گذرا ہے۔

پہلی مثال

اُس کی مثال یہ ہے کہ فاطمہ کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر علی اور ماں خدیجہ اور چچا عباس کو چھوڑا، تو اصل مسئلہ ۶/ سے بنے گا، نصف یعنی ۳/ شوہر کو، ثلث یعنی ۲/ ماں کو اور مابقیہ ایک بطور عصبہ چچا کو ملے گا۔

اَب بالفرض شوہر: ''علی'' نے دین مہر کے بدلے میں فاطمہ کے ترکہ میں سے اپنا حصہ نہ لینے پر صلح کرلی، تو ایسی صورت میں اُس کے سہام ۳/ کو اصل مسئلہ سے گھٹا دیا جائے گا، تو باقی ۳/ بچیں گے۔ اَب فرض کیجئے کہ فاطمہ نے ترکہ میں ۹/ روپئے چھوڑے ہیں، تو ۹/ اور ۳/ میں

تداخل کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۹ر کے دخل ۳ر میں ماں کے سہام ۲ر کو ضرب دیا جائے، تو حاصل ضرب ۶ر نکلے گا۔ اِسی طرح چچا کے سہام ایک کو بھی ۳ر میں ضرب دیا جائے گا، اور حاصل ضرب ۳ر نکلے گا، یہی چچا کا حصہ ہوگا۔

الغرض تخارج میں اصل مسئلہ کے بجائے مابقیہ مسئلے اور ترکہ کے عدد کے درمیان نسبت دیکھ کر حسبِ ضابطہ نقشہ بنایا جائے گا:

مسئلہ: ۶، مبـ: ۳، دخل: ۱ تداخل ترکہ: ۹، دخل: ۳

میت

زوج	ام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱
(مصالح علی المہر)	۶	۳

مَنْ صَالَحَ عَلیٰ شَيْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ، فَاطْرَحْ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيْحِ، ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنَ التَّرِكَةِ عَلَى سِهَامِ البَاقِيْنَ؛ كَزَوْجٍ وَأُمٍّ، وَعَمٍّ، فَصَالَحَ الزَّوْجُ عَلَى مَا فِيْ ذِمَّتِهِ مِنَ المَهْرِ، وَخَرَجَ مِنَ البَيْنِ، فَيُقْسَمُ بَاقِيْ التَّرِكَةِ بَيْنَ الْأُمِّ وَالعَمِّ أَثْلاثًا بِقَدْرِ سِهَامِهِمَا: سَهْمَانِ لِلْأُمِّ، وَسَهْمٌ لِلْعَمِّ.

ترجمہ:- جو وارث ترکہ میں سے کسی مخصوص حصے کے عوض مصالحت کر لے، تو اُس کے حصے کو تصحیح میں سے گھٹا دیا جائے، پھر مابقیہ ترکہ کو باقی وارثین کے سہام پر تقسیم کر دیا جائے۔ جیسے: شوہر، ماں اور چچا۔ پس شوہر نے اپنے ذمہ مہر کے عوض مصالحت کر لی اور وہ درمیان سے نکل گیا، تو باقی ترکہ کو ماں اور چچا کے درمیان اَثلاثاً (۳ر تہائی) کر کے اُن کے حصوں کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا، یعنی ماں کو ۲ر حصے اور چچا کو ایک حصہ ملے گا۔

دوسری مثال

○ دوسری مثال یہ ہے کہ علی کا انتقال ہوا، اُس نے ایک بیوی فاطمہ اور ۴/ بیٹے: حسن، حسین، محسن اور ابوبکر چھوڑے، تو مسئلہ ۸/ سے بنے گا۔ ا/ بیوی فاطمہ کو، اور ۷/ بطور عصبہ حسن، حسین، محسن اور ابوبکر کو مجموعی طور پر ملا، اب ۷/ اور ۴/ میں تباین ہے؛ لہٰذا ۴/ کو اصل مسئلہ ۸/ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۲/ نکلے گا، اِسی سے مسئلے کی تصحیح کی جائے گی، اور اِس اعتبار سے بیوی کا حصہ ۴/ ہو جائے گا، اور ہر بیٹے کو ۷-۷/ سہام ملیں گے۔

اَب اگر بالفرض ۴/ بیٹوں میں سے ایک بیٹے حسن نے ترکہ میں سے کوئی چیز لے کر مصالحت کر لی، تو اُس کے سہام ۷/ کو اصل تصحیح ۳۲/ سے گھٹا دیا جائے گا، تو مابقیہ ۲۵/ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

اگر بالفرض ترکہ ۱۲۰/ روپئے ہو، تو اَولاً ۲۵/ اور ۱۲۰/ میں نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ اِن میں توافق بالخمس کی نسبت ہے، تو ترکہ کا وفق ۲۴/ اور تصحیح کا وفق ۵/ نکلے گا، اُس کے بعد حسب ضابطہ ہر وارث کے سہام کو ترکہ کے وفق میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق میں تقسیم کر دیا جائے گا، اور جو حاصل قسمت نکلے گا، وہی اُس وارث کا حصہ ہوگا۔

مثلاً: بیوی فاطمہ کے سہام ۴/ تھے، اُس کو ترکہ کے وفق ۲۴/ میں ضرب دیا، تو حاصل ۹۶/ نکلا، پھر ۹۶/ کو ۵/ میں تقسیم کیا تو حاصل قسمت $\frac{1}{5}$ ۱۹ نکلا۔

پھر حسین کا حصہ ۷/ رہے، اُس کو ۲۴/ سے ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۶۸/ نکلا، اُس کو جب ۵/ میں تقسیم کیا تو حاصل قسمت $\frac{3}{5}$ ۳۳ نکلے گا، وہی باقی بیٹوں کا حصہ ہوگا۔

نقشہ درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۸، تصـ:۳۲، مبـ: ۲۵/۵ توافق بالخمس تـ: ۱۲۰/۲۴

میت

ابن (حسن)	ابن (ابوبکر)	ابن (محسن)	ابن (حسین)	زوجہ (فاطمہ)
عصبہ	عصبہ	عصبہ	عصبہ	ثمن
			۷	۱
۷	۷	۷	۷	۴
(مصالح علی شیٔ)	۳/۵ ۳۳	۳/۵ ۳۳	۳/۵ ۳۳	۱/۵ ۱۹

أَوْ زَوْجَةٌ، وَأَرْبَعَةُ بَنِينَ، فَصَالَحَ أَحَدُ الْبَنِينَ عَلَى شَيْءٍ، فَيُقْسَمُ بَاقِي التَّرِكَةِ عَلٰى خَمْسَةٍ وَّعِشْرِينَ سَهْمًا: لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَلِكُلِّ ابْنٍ سَبْعَةٌ.

ترجمہ:- یا بیوی اور چار بیٹے (ہوں)؛ چناں چہ ایک بیٹا کسی چیز کے عوض مصالحت کر کے درمیان سے نکل گیا، تو باقی ترکہ کو پچیس حصے کر کے چار حصے بیوی کے لئے اور ہر بیٹے کے لئے سات حصے ہوں گے۔

تمرین

(۱) تخارج کسے کہتے ہیں؟

(۲) تخارج کی دونوں مثالیں سمجھ کر کاپی میں نوٹ کریں۔

(۳) زید کا انتقال ہوا، اُس نے بیوی راشدہ، دو بیٹیاں سعیدہ، رشیدہ، اور ایک چچا زاد بھائی سعید کو چھوڑا، اُن میں سے ایک بیٹی سعیدہ نے ترکہ میں سے کچھ مال لے کر صلح کر لی، تو مسئلہ کس طرح بنے گا؟ کاپی میں نقشہ بنا کر تفصیل لکھیں۔

رد کا بیان

(بَابُ الرَّدِّ)

’’رد‘‘ ’’عول‘‘ کی ضد ہے، یعنی عول میں ذوی الفروض بڑھ جاتے ہیں اور سہام گھٹ جاتے ہیں، اِس لئے سہام میں اِضافے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِس کے برخلاف ’’رد‘‘ میں ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد کچھ سہام باقی رہ جاتے ہیں، جن کو دوبارہ وارثین کی طرف رد کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو اِس طرح کے مسائل میں اَولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ وارثین دو طرح کے ہیں:

(۱) بعض وہ ہیں جن پر مابقیہ سہام کا رد ہوگا، یعنی شوہر بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الفروض، اُن کا مجموعی نام ’’من یرد علیہم‘‘ ہے۔

(۲) اور بعض وہ وارثین ہیں، جن پر زائد سہام کا رد نہیں ہوسکتا، یعنی شوہر اور بیوی؛ اُن کو ’’من لا یرد علیہم‘‘ کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ (تاہم یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب نسبی ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام موجود نہ ہوں، تو ایسی صورت میں متأخرین اَحناف کا فتویٰ یہ ہے کہ مابقیہ ترکہ بیت المال میں جمع کرنے کے بجائے احد الزوجین پر صرف کردیا جائے گا) (کما أفاده الشامي بحثًا ۱۰/ ٥٤٠ زکریا)

اُس کے بعد یاد رکھنا چاہئے کہ رد کے مسائل ۴ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ''من یرد علیہم'' کی صرف ایک جنس ہو اور اُن کے ساتھ ''من لا یرد علیہم'' میں سے کوئی نہ ہو۔

(۲) ''من یرد علیہم'' کی متعدد اجناس ہوں، اور ''من لا یرد علیہم'' میں سے کوئی نہ ہو۔

(۳) ''من یرد علیہم'' کی ایک جنس ہو اور اُس کے ساتھ ''من لا یرد علیہم'' بھی پایا جائے۔

(۴) ''من یرد علیہم'' کی متعدد اَجناس ہوں اور اُن کے ساتھ ''من لا یرد علیہم'' میں سے بھی کوئی پایا جائے۔

استقرائی طور پر ''رد'' کے مسائل مذکورہ چار قسموں پر ہی منحصر ہیں۔

نوٹ:- جمہور علماء اور صحابہؓ کا مذہب یہی ہے کہ زائد سہام کو ''من یرد علیہم'' پر لوٹایا جائے گا، یہی اَحناف کی رائے ہے؛ جب کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ زائد سہام کو بیت المال میں داخل کردیا جائے گا، اِسی کو مالکیہ وشافعیہ نے اختیار کیا ہے (البتہ موجودہ دور میں بیت المال کے نظام میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے وہ حضرات بھی وارثین پر رد کرنے کو اولیٰ سمجھتے ہیں)

اَلرَّدُّ ضِدُّ الْعَوْلِ، مَا فَضُلَ عَنْ فَرْضِ ذَوِي الْفُرُوْضِ وَلَا مُسْتَحِقَّ لَهُ، يُرَدُّ عَلٰى ذَوِي الْفُرُوْضِ بِقَدْرِ حُقُوْقِهِمْ إِلَّا عَلَى الزَّوْجَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَبِهٖ أَخَذَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَلْفَاضِلُ لِبَيْتِ الْمَالِ، وَبِهٖ أَخَذَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ:- ''رد'' ''عول'' کی ضد ہے۔ ذوی الفروض کے حصوں میں سے کوئی حصہ بچ جائے اور اُس کا کوئی مستحق نہ ہو، تو اُس حصے کو ذوی الفروض پر اُن کے حصوں کے بقدر لوٹا دیا جائے گا، سوائے زوجین کے، اکثر صحابہؓ کا یہی قول ہے۔ اِسی قول کو ہمارے اَصحابِ حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں

کہ وہ بچا ہوا حصہ بیت المال کے لئے ہوگا، اِس قول کو حضرت اِمام مالک اور حضرت اِمام شافعی علیہما الرحمہ نے اختیار کیا ہے۔

○ اَب ذیل میں مذکورہ بالا ۴/ قسموں میں سے ہر قسم سے متعلق تخریج مسئلہ کے ضابطے بیان کیئے جارہے ہیں:

قسم اول

اگر مورث نے اپنے وارثین میں ''من لا یرد علیہم'' (شوہر یا بیوی) میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، مگر ''من یرد علیہم'' میں سے ایک جنس کے وارث چھوڑے ہیں، مثلاً: ۲/ بیٹیاں یا ۲/ بہنیں یا ۲/ دادیاں، تو ایسی صورت میں تطویل سے بچتے ہوئے اُن کے عددِ رُؤوس کے مطابق مسئلہ بنا کر ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا، مثلاً اگر صرف ۲/ بیٹیاں چھوڑی ہیں، اور اُن کے ساتھ کوئی عصبہ بھی نہیں ہے، تو ۲/ سے مسئلہ بنا کر کل مال اُن دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا (اور ۴/ رہوں تو ۴/ سے، ۶/ رہوں تو ۶/ سے مسئلہ بنے گا......الخ) اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۲
میت

بنت	بنت
۱	۱

مسئلہ: ۴
میت

بنت	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

ثُمَّ مَسَائِلُ البَابِ عَلیٰ أَقْسَامٍ أَرْبَعَةٍ: أَحَدُهَا أَنْ یَکُوْنَ فِيْ المَسْئَلَةِ جِنْسٌ وَاحِدٌ مِمَّنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ عِنْدَ عَدْمِ مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ، فَاجْعَلِ

الـمَسْـئَلَةَ مِـنْ رُؤُوْسِهِـمْ، كَـمَا لَوْ تَـرَكَ بِنْتَيْنِ أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ جَدَّتَيْنِ، فَاجْعَلِ المَسْئَلَةَ مِنْ اثْنَيْنِ.

ترجمہ:- پھر رد کے مسائل چار قسم کے ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں ''من لا یرد علیہ'' کے نہ ہونے کے وقت ''من یرد علیہ'' کی ایک جنس ہو، تو مسئلہ ''من یرد علیہ'' کے عددِ رُؤوس سے بنایا جائے گا۔ جیسے: اگر میت نے ۲/بیٹیاں یا ۲/بہنیں یا ۲/دادیاں چھوڑیں، تو مسئلہ ۲/سے بنایا جائے گا۔

قسم ثانی

اگر میت نے ''من لا یرد علیہم'' میں سے کسی کو نہیں چھوڑا؛ البتہ ''من یرد علیہم'' میں متعدد اَجناس کے وارثین چھوڑے ہیں، تو ضابطہ یہ ہے کہ اَولاً حسب دستور مسئلہ بنا کر جس جنس کو جتنے سہام مل رہے ہوں، اُن سب کو جوڑ کر ''مسئلہ ردیہ'' بنا دیا جائے گا، اور اُسی کے مطابق تقسیم ہوگی۔

مثال (۱):- اگر کسی مسئلے میں صرف ۲/سدس جمع ہو جائیں، تو ۲/سے رد ہوگا، مثلاً: میت نے صرف ایک دادی اور اَخیافی بہن چھوڑی، تو ضابطہ کے مطابق اصل مسئلہ ۶/سے بنے گا، اور اُس میں سے دادی کو ایک اور اَخیافی بہن کو ایک ملے گا، پس اِن دونوں کے سہام کو جوڑ کر ۲/سے ''مسئلہ ردیہ'' بنایا جائے گا، اور انجام کار کل ترکہ دادی اور اَخیافی بہن کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جائے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶، رد: ۲
میت

۱/جدة	۱/اخت لام
سدس	سدس
۱	۱

مثال (۲):- اگر کسی مسئلے میں صرف سدس وثلث جمع ہو جائیں، مثلاً: میت نے

وارثین میں صرف ماں اور ۲/اَخیافی بھائی بہن چھوڑے تو اصل مسئلہ ۶/سے بنایا جائے گا، جس میں سے بطور سدس ایک ماں کو اور ثلث یعنی ۲/اَخیافی بھائی بہنوں کو ملیں گے۔ اِن دونوں کے سہام کو جمع کر کے ۳/سے ''مسئلہ ردیہ'' بنے گا، اور کل مال کے ۲/ثلث اخیافی بھائی بہنوں کو اور ایک ثلث ماں کو ملے گا، اور نقشہ درج ذیل طریقے پر بنے گا:

مسئلہ: ۶، رد: ۳

میت

۲/اخت لام	ام
ثلث	سدس
۲	۱

مثال (۳):- اگر نصف اور سدس جمع ہو جائیں، تو ۴/سے رد ہوگا، مثلاً: میت نے وارثین میں صرف ماں اور ایک بیٹی کو چھوڑا، تو اصل مسئلہ ۶/سے بنے گا، جس میں سے ۳/بیٹی کو اور ایک ماں کو ملے گا، پس دونوں کے سہام کو جوڑ کر ۴/سے ''مسئلہ ردیہ'' بنایا جائے گا، اور اِسی اعتبار سے ''من یرد علیہم'' پر تقسیم ہوگی، یعنی ماں کو $\frac{۱}{۴}$ اور بیٹی کو $\frac{۳}{۴}$ ملے گا۔ اور نقشہ درج ذیل طریقے کے مطابق بنے گا:

مسئلہ: ۶، رد: ۴

میت

۱/بنت	ام
نصف	سدس
۳	۱

مثال (۴):- اگر کسی مسئلے میں ثلثان اور سدس جمع ہو جائیں، تو پانچ سے رد ہوگا، مثلاً: میت نے وارثین میں صرف ۲/بیٹیاں اور ماں چھوڑیں، تو اصل مسئلہ ۶/سے بنے گا، جس میں سے بطور ثلثان ۴/بیٹیوں کو اور بطور سدس ایک ماں کو دیا جائے گا، پھر دونوں کے سہام کو جوڑ کر ''مسئلہ ردیہ ۵/سے بنایا جائے گا، اور اُسی حساب سے ترکہ کی تقسیم ہوگی، یعنی $\frac{۴}{۵}$ بیٹیوں کو اور $\frac{۱}{۵}$ ماں کو ملے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ٦، رد: ۵
میت

ام	۲/ بنت
سدس	ثلثان
۱	۴

مثال (۵):- اگر نصف اور سدس جمع ہو جائیں، تب بھی ۵/ سے رد ہوگا، مثلاً: میت نے صرف ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک ماں کو چھوڑا، مسئلہ ٦/ سے بنا کر ۳/ بیٹی کو ایک پوتی کو اور ایک ماں کو ملے گا، اور مجموعی سہام ۵/ سے ''مسئلہ ردیہ'' بنایا جائے گا، اور پھر تقسیم بھی اُسی اعتبار سے ہوگی، یعنی بیٹی کو $\frac{3}{5}$، پوتی کو $\frac{1}{5}$ اور ماں کو بھی $\frac{1}{5}$ ملے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ٦، رد: ۵
میت

بنت	بنت الابن	ام
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

مثال (٦):- اگر نصف اور ثلث جمع ہو جائیں، تب بھی ۵/ سے رد ہوگا، مثلاً: میت نے صرف ایک بہن اور ماں کو چھوڑا، تو اصل مسئلہ ٦/ سے بنا کر بہن کو تین اور ماں کو ۲/ دیا جائے گا، اور مجموعی سہام ۵/ سے ''مسئلہ ردیہ'' بنے گا، جس میں سے سہام تقسیم ہوں گے، یعنی بہن کو $\frac{3}{5}$ اور ماں کو $\frac{2}{5}$ ملے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ٦، رد: ۵
میت

اخت لاب وام	ام
نصف	ثلث
۳	۲

وَالثَّانِي إِذَا اجْتَمَعَ فِي الْمَسْئَلَةِ جِنْسَانِ أَوْ ثَلاثَةُ أَجْنَاسٍ مِمَّنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ، عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَاجْعَلِ الْمَسْئَلَةَ مِنْ سِهَامِهِمْ: أَعْنِي مِنِ اثْنَيْنِ إِذَا كَانَ فِي الْمَسْئَلَةِ سُدُسَانِ، أَوْ مِنْ ثَلاثَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا ثُلُثٌ وَسُدُسٌ، أَوْ مِنْ أَرْبَعَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا نِصْفٌ وَسُدُسٌ، أَوْ مِنْ خَمْسَةٍ إِذَا كَانَ فِيهَا ثُلُثَانِ وَسُدُسٌ، أَوْ نِصْفٌ وَسُدُسَانِ، نِصْفٌ وثُلُثٌ.

ترجمہ:- اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگر مسئلہ میں ''من لا یرد علیہ'' کے نہ ہونے کے وقت ''من یرد علیہ'' کی ۲/یا ۳/جنس جمع ہوجائیں، تو مسئلہ اُن کے سہام سے بنایا جائے گا۔ یعنی ۲/سے بنایا جائے گا، جب مسئلہ میں ۲/سدس جمع ہوجائیں۔ یا ۳/سے بنایا جائے گا جب مسئلہ میں ثلث اور سدس جمع ہوجائیں، یا ۴/سے بنایا جائے گا جب مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہوجائیں، یا ۵/سے بنایا جائے گا جب مسئلہ میں ثلثان اور سدس، یا نصف اور ۲/سدس، یا نصف اور ثلث جمع ہوجائیں۔

قسم ثالث

اگر میت نے ''من یرد علیہم'' میں سے ایک جنس کے وارثین کو چھوڑا، اور ساتھ میں ''من لا یرد علیہم'' میں سے بھی کوئی ہو اور اصل مسئلے کے اعتبار سے وارثین پر تقسیم کے بعد کچھ سہام باقی بچ رہے ہوں؛ گویا کہ ''رد'' کی ضرورت ہو، تو ایسی صورت میں ''من لا یرد علیہم'' کے اقل ترین مخرج سے مسئلہ بنایا جائے گا، اور ''من لا یرد علیہم'' کو اُس کا سہام دینے کے بعد جو عدد باقی بچے گا، اُس کے اور ''من یرد علیہم'' کے عدد رُؤوس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی:

الف:- اگر اُن کے مابین تماثل کی نسبت ہو تو مابقیہ سہام اُن میں تقسیم کردیے جائیں گے، اور مزید کسی عمل کی ضرورت نہ ہوگی۔ مثلاً: فاطمہ کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر علی اور ۳ بیٹیاں: ماجدہ، خالدہ، راشدہ کو چھوڑا، تو اِس مثال میں اگر مقررہ ضابطے کے موافق مسئلہ کی تخریج کی جاتی تو ۱۲/سے مسئلہ بنتا، جن میں سے ۳/شوہر کو اور ۸/بیٹیوں کو دیے جاتے، اور ایک سہام باقی

رہ جاتا؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ ''مسئلہ ردیہ'' ہے۔ بریں بنا قسم ثالث کے ضابطے کے مطابق ''من لا یرد علیہم'' شوہر کے اقل مخرج یعنی ۴ر سے مسئلہ بنے گا، جس میں سے ار سہام شوہر کو دیا جائے گا، اور ۳ر باقی بچیں گے۔ اَب اِس مابقیہ ۳ر میں اور ''من یرد علیہم'' کے عدد دِرُؤوس ۳ر میں نسبت دیکھی جائے گی، تو اُن میں تماثل کی نسبت ظاہر ہوگی، پس مابقیہ ۳ر سہام اُنہیں ۳ر بیٹیوں میں تقسیم کر دئے جائیں گے، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴، مبـ: ۳ تماثل
میت

زوج	۳ر بنت
ربع	ثلثان
ا	۳

مسئلہ: ۸، مبـ: ۷ تماثل
میت

زوجہ	۷ر بنت
ثمن	ثلثان
ا	۷

ب:- اور اگر ''من لا یرد علیہم'' کو اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد جو عدد باقی بچے، اُس میں اور ''من یرد علیہم'' کے عدد دِرُؤوس میں توافق پایا جائے، تو ایسی صورت میں عدد دِرُؤوس کے وفق کو ''من لا یرد علیہم'' کے اصل مخرج میں ضرب دیں گے، اور حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی، پھر ''من لا یرد علیہم'' کے سہام کو عددِ مضروب یعنی عدد دِرُؤوس کے وفق میں اور ''من یرد علیہم'' کے سہام کو مابقیہ کے وفق میں ضرب دیا جائے گا، تو ہر فریق کا حصہ نکل آئے گا۔

مثال کے طور پر اگر فاطمہ کا انتقال ہوا، اور اُس نے شوہر علی اور ۶ر بیٹیاں (خالدہ، ماجدہ، راشدہ، رقیہ، صفیہ، سمیہ) کو چھوڑا، تو ''من لا یرد علیہم'' کے اقل مخرج ۴ر سے مسئلہ بنے گا، ایک شوہر علی کو اور مابقیہ ۳ر سہام اور ''من یرد علیہم'' بیٹیوں کے عدد دِرُؤوس ۶ر میں نسبت دیکھی جائے گی، تو ان میں تداخل کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۶ر کے دخل ۲ر کو ''من لا یرد علیہم'' کے اصل مخرج ۴ر میں ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۸ر سے ہوگی؛ چناں چہ شوہر کا حصہ ایک کے بجائے دو ہو جائے گا، اور

بیٹیوں کا حصہ ۳؍ کے بجائے ۶؍ ہو جائے گا، جو سب پر برابر تقسیم ہوگا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴، مبـ: ۳، تصـ: ۸ تداخل

میت

زوج	۶؍ بنت
ربع	ثلثان
۱	۳
۲	۶/۱

ج:- اگر ''من لا یرد علیہم'' کو اقل مخرج سے سہام دینے کے بعد جو عدد باقی بچے، اُس میں اور ''من یرد علیہم'' کے عدد دِرُؤوس میں تباین کی نسبت پائی جائے تو ایسی صورت میں کل عدد دِرُؤوس کو ''من لا یرد علیہم'' کے اصل مخرج میں ضرب دیں گے، اور حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

مثال کے طور پر فاطمہ کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر علی اور ۵؍ بیٹیاں (خالدہ، ماجدہ، راشدہ، رقیہ، صفیہ) کو چھوڑا، تو ''من لا یرد علیہم'' کے اقل مخرج ۴؍ سے مسئلہ بنایا جائے گا، جس میں سے اقل یعنی ایک شوہر علی کو اور ۳؍ سہام باقی رہ جائیں گے، اب اُن کے اور ''من یرد علیہم'' کے عدد دِرُؤوس ۵؍ میں تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۵؍ کو ''من لا یرد علیہم'' کے اصل مخرج ۴؍ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ۲۰؍ نکلے گا، اِسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی؛ چناں چہ شوہر کے سہام ایک کو ۵؍ میں ضرب دیں گے، تو اُس کے سہام ۵؍ ہو جائیں گے۔ اِسی طرح مابقیہ بیٹیوں کے سہام ۵؍ کو مابقیہ ۳؍ میں ضرب دیا جائے گا تو بیٹیوں کے سہام ۱۵؍ ہو جائیں گے، اور ہر ایک بیٹی کو ۳-۳؍ سہام ملیں گے، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴، مبـ: ۳، تصـ: ۲۰، تباین

میت

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱			۱۵		
۵	۳	۳	۳	۳	۳

مسئلہ: ۸، مضـ: ۷، تصـ: ۸۰
میتــ

زوجہ	۱۰/بنت
۱	۷
۱۰	۷۰/۷

وَالثَّـالِثُ: أَنْ يَكُوْنَ مَعَ الْأَوَّلِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَأَعْطِ فَرْضَ مَنْ لَا يُـرَدُّ عَـلَيْهِ مِنْ أَقَلِّ مَخَارِجِهِ، فَإِنِ اسْتَقَامَ الْبَاقِيْ عَلىٰ رُؤُوْسِ مَنْ يُرَدُّ عَـلَيْـهِ، فَبِهَـا، كَـزَوْجٍ وَثَـلَاثِ بَـنَـاتٍ، وَإِنْ لَـمْ يَسْتَقِمْ، فَاضْرِبْ وِفْقَ رُؤُوْسِهِـمْ فِـيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، إِنْ وَافَقَ رُؤُوْسُهُمُ الْبَاقِيْ كَزَوْجٍ وَسِتِّ بَنَاتٍ، وَإِلَّا فَاضْرِبْ كُلَّ رُؤُوْسِهِمْ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَالْمَبْلَغُ تَصْحِيْحُ الْمَسْئَلَةِ كَزَوْجٍ وَخَمْسِ بَنَاتٍ.

ترجمہ:- اور تیسری قسم یہ ہے کہ ''من یرد علیہ'' کے ساتھ ''من لا یرد علیہ'' ہو، تو ''من لا یرد علیہ'' کا حصہ اُس کے اقل مخرج سے دیجئے، اُس کے بعد اگر باقی ماندہ ''من یرد علیہ'' کے عددِ رُءُوس پر برابر تقسیم ہو جائے تو بہتر ہے۔ (اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) جیسے: شوہر اور ۳/بیٹیاں۔ اور اگر باقی ماندہ ''من یرد علیہ'' کے عددِ رُءُوس پر برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے، تو اُن کے عددِ رُءُوس کے وفق کو ''من لا یرد علیہ'' کے فرض کے مخرج میں ضرب دیجئے، جب کہ اُن کے عددِ رُءُوس اور باقی ماندہ کے درمیان توافق ہو۔ جیسے: شوہر اور ۶/بیٹیاں۔ اور (اگر اُن کے عددِ رُءُوس اور باقی کے درمیان توافق نہیں ہے تو) اُن کے کل عددِ رُءُوس کو ''من لا یرد علیہ'' کے فرض کے مخرج میں ضرب دیجئے؛ چناں چہ حاصل ضرب مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ جیسے: شوہر اور ۵/بیٹیاں۔

قسم رابع

''مسائل ردیہ'' کی چوتھی امکانی صورت یہ ہے کہ ''من لا یرد علیہم'' میں سے کسی وارث کے ساتھ ''من یرد علیہم'' کی متعدد اجناس موجود ہوں، تو اُس میں دو شکلیں ہوسکتی ہیں:

الف:- ''من لا یرد علیہم'' کو اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد جو سہام باقی بچیں، وہ اگر ''من یرد علیہم'' کے سہام پر برابر تقسیم ہورہے ہوں، تو قسم ثالث کی صورت نمبر ایک کی طرح اُنہیں تقسیم کر کے ہر فریق کا حصہ نکالا جائے گا؛ گویا کہ ''من لا یرد علیہم'' کا اقل مخرج ہی اصل مسئلہ قرار پائے گا، اور تتبع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اِس طرح کی صورت صرف ایک شکل میں پائی جاسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ میت نے بیوی، ۴/دادیاں اور ۶/اخیافی بہنیں چھوڑیں، تو ایسی صورت میں ''من لا یرد علیہم'' کے اقل مخرج یعنی ۴/سے مسئلہ بنایا جائے گا، جس میں سے اقل یعنی ربع ایک بیوی کو دینے کے بعد مابقیہ ۳/بچیں گے، اور ''من یرد علیہم'' کا اصل مسئلہ ۶/سے بنے گا، اس میں سے سدس یعنی ایک دادیوں کو ملے گا، اور ثلث یعنی ۲/اخیافی بہنوں کو ملے گا، اور ان دونوں کے کل سہام ۳/بنیں گے؛ لہٰذا مسئلہ ردیہ ۳/ہی سے بنایا جائے گا، اور ''من لا یرد علیہم'' کا مابقیہ بھی ۳/ہی ہے، جو ''من یرد علیہم'' کے مسئلے پر برابر تقسیم کردیا جائے گا، اور یہاں تک رد کا عمل پورا ہوجائے گا۔

البتہ چوں کہ ''من یرد علیہم'' کے سہام اور عدد رُءوس میں کسر واقع ہورہا ہے، اس لئے ان میں حسب ضابطہ تصحیح کا اُصول جاری ہوگا۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ ۴/دادیوں اور اُن کے سہام ایک میں تباین ہے؛ لہٰذا عدد رُءوس ۴/کو محفوظ رکھا جائے گا، اور ۶/اخیافی بہنوں اور اُن کے سہام ۲/کے درمیان تداخل بمعنی توافق بالنصف ہے؛ لہٰذا ۶/کا وفق ۳/قرار پائے گا، اور اس کو محفوظ کرلیا جائے گا۔ اُس کے بعد عدد رُءوس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ ۴/اور ۳/میں تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا ۴/کو ۳/میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۲/نکلے گا، پھر ۱۲/کو ''من لا یرد علیہم'' کے اقل مخرج ۴/میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۴۸/نکلے گا، اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، اور پھر ہر ایک سہام کو عددِ مضروب ۱۲/میں ضرب

دیں گے، تو بیوی کو ۱۲، ۴/ دادیوں میں سے ہر ایک کو ۳-۳، اور ۶/ اَخیافی بہنوں میں سے ہر ایک کو ۴-۴/ سہام ملیں گے، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئله: ۴، تصـ: ۴۸، مبـ: ۳، مسئله: ۶، رد: ۳، مضـ: ۱۲
میتـــ

زوجه	۴/ جدة	۶/ اخت لام
ربع	سدس	ثلث
۱	۱	۲
۱۲	۱۲/۳	۲۴/۴

اَعدادِ محفوظہ: ۴×۳=۱۲

ب:- اگر "من یرد علیہم" کے متعدد اَجناس موجود ہوں، اور "من لا یرد علیہم" کو اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ عدد "من یرد علیہم" کے مسئلے پر برابر تقسیم نہ ہوں، تو ایسی صورت میں "من یرد علیہم" کا مسئلہ ردیہ بنانے کے بعد مسئلہ ردیہ کو "من لا یرد علیہم" کے مخرج میں ضرب دیا جائے گا، اور جو حاصل ضرب نکلے گا، وہی دونوں فریق یعنی "من لا یرد علیہم" اور "من یرد علیہم" کا مخرج ہوگا، اُسی سے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔

مثال کے طور پر کسی کا انتقال ہوا، اُس نے ۴/ بیویاں، ۹/ بیٹیاں اور ۶/ دادیاں چھوڑیں تو "من لا یرد علیہم" کے اقل مخرج ۸/ سے مسئلہ بنا کر اُس کا اقل یعنی ایک سہام بیویوں کو دیا جائے گا اور ۷/ سہام باقی بچیں گے، اُس کے بعد "من یرد علیہم" کا اصل مسئلہ ۶/ سے بنے گا، جس میں سے ۴/ بیٹیوں کو اور ایک دادیوں کو دیا جائے گا، پس مسئلہ ردیہ ۵/ ہوگا، اور "من لا یرد علیہم" کے بقیہ ۷/ اور "من یرد علیہم" کے مسئلہ ردیہ ۵/ کے درمیان تباین ہے؛ لہٰذا حسبِ ضابطہ "من یرد علیہم" کے مسئلہ ۵/ کو "من لا یرد علیہم" کے اصل مسئلہ ۸/ سے ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۴۰/ نکلے گا، اِسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، اور یہی دونوں فریق کا مخرج ہوگا۔ بعد اَزاں ہر فریق کے سہام کی تعیین کے لئے یہ عمل کیا جائے گا کہ "من لا یرد علیہم" کو جو سہام ملا ہے، یعنی ایک اس کو "من یرد علیہم" کے مسئلے ۵/ میں ضرب دیا جائے گا؛ لہٰذا بیویوں کے سہام ۵/ ہو جائیں گے، پھر "من یرد علیہم" میں سے بیٹیوں کو جو حصہ ملا ہے یعنی ۴، اُس کو "من لا یرد علیہم"

کے مابقیہ عدد ۷ر میں ضرب دیا جائے گا، تو بیٹیوں کے سہام ۲۸ر ہو جائیں گے۔ اِسی طرح ''من یرد علیہم'' میں سے دادیوں کا حصہ ایک تھا، اُسے بھی ۷ر میں ضرب دیا جائے گا، تو اُن کے سہام ۷ر ہو جائیں گے، یہاں تک رد کی کارروائی مکمل ہوگی۔

اَب چوں کہ ہر فریق کے عدد رُءُوس اور سہام میں کسر واقع ہو رہا ہے، اِس لئے اِس کسر کو دور کرنے کے لئے تصحیح کے اُصولوں کے مطابق عمل کیا جائے گا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۴ر بیویوں اور اُن کے سہام ۵ر میں تباین ہے؛ لہٰذا ۴ر کو محفوظ کرلیا جائے گا، اُس کے بعد ۹ر بیٹیوں اور اُن کے سہام ۲۸ر میں تباین ہے، اس لئے ۹ر کو محفوظ رکھا جائے گا، اسی طرح ۶ر دادیوں اور اُن کے سہام ۷ر میں تباین ہے، اس لئے ۶ر کے عدد کو محفوظ رکھا جائے گا، اب محفوظ عدد: ۴-۶-۹ر ہوئے، تو ان کے درمیان ۴ اور ۶ر میں توافق بالنصف کی نسبت پائی جاتی ہے؛ لہٰذا حسبِ ضابطہ اُن میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا، یعنی یا تو ۲ر کو ۶ر میں ضرب دیں یا ۳ر کو ۴ر میں ضرب دیں، حاصل ضرب ۱۲ر نکلے گا، اور جب ۱۲ر اور ۹ر میں نسبت دیکھی جائے گی، تو توافق بالثلث کی نسبت نکلے گی؛ لہٰذا ۹ر کے وفق ۳ر کو ۱۲ر میں یا ۱۲ر کے وفق ۴ر کو ۹ر میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۳۶ر نکلے گا، اور ۳۶ر کو جب تصحیح ۴۰ر میں ضرب دیا جائے گا، تو مبلغ ۱۴۴۰ر نکلے گا؛ گویا کہ عدد مضروب ۳۶ر ہوگا، اسی سے ہر فریق کے سہام کو ضرب دیا جائے گا، اور پھر ہر فرد پر تقسیم کر دیا جائے گا، بالآخر ہر بیوی کو ۴۵ر ہر بیٹی کو ۱۱۲ر اور ہر دادی کو ۴۲ر ملیں گے، اور تقسیم اِس طرح ہوگی:

مسئلہ: ۸، مب: ۷، تص: ۴۰، مسئلہ: ۶، رد: ۵، تص: ۱۴۴۰، مض: ۳۶

میت

۴ر زوجہ	۹ر بنت	۶ر جدۃ
۱	۴	۱
۵	۲۸	۷
۱۸۰/۴۵	۱۰۰۸/۱۱۲	۲۵۲/۴۲

وَالرَّابِعُ: أَنْ يَكُوْنَ مَعَ الثَّانِيْ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فَاقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ عَلٰى مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَإِنِ اسْتَقَامَ فَبِهَا وَهٰذَا فِيْ صُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ وَهِيَ أَنْ يَكُوْنَ لِلزَّوْجَاتِ الرُّبُعُ وَالبَاقِيْ بَيْنَ أَهْلِ الرَّدِّ أَثْلاثًا كَزَوْجَةٍ وَأَرْبَعِ جَدَّاتٍ وَسِتِّ أَخَوَاتٍ لِأُمٍّ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ فَاضْرِبْ جَمِيْعَ مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ، فَالمَبْلَغُ مَخْرَجُ فُرُوْضِ الفَرِيْقَيْنِ كَأَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَتِسْعِ بَنَاتٍ وَسِتِّ جَدَّاتٍ، ثُمَّ اضْرِبْ سِهَامَ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْ مَسْئَلَةِ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ وَسِهَامَ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ مَخْرَجِ فَرْضِ مَنْ لَا يُرَدُّ عَلَيْهِ. وَإِنِ انْكَسَرَ عَلَى البَعْضِ، فَتَصْحِيْحُ المَسَائِلِ بِالأُصُوْلِ المَذْكُوْرَةِ.

ترجمہ:- چوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے (''من یرد علیہ'' کی دو یا دو سے زیادہ جنس) کے ساتھ ''من لا یرد علیہ'' ہو، تو ''من لا یرد علیہ'' کے فرض کے مخرج کے بچے ہوئے حصے کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ پر تقسیم کیجئے؛ چناں چہ اگر برابر تقسیم ہو جائے تو بہتر ہے۔ (اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اور یہ صورت صرف ایک شکل میں پیش آ سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب بیویوں کے لئے ربع (چوتھائی) ہو اور باقی ''من یرد علیہ'' کے درمیان ''اَثلاثاً'' (۳/تہائی) تقسیم ہو رہا ہو۔ جیسے: ایک بیوی، ۴/دادیاں، ۶/اَخیافی بہنیں۔ اور اگر باقی ماندہ ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ پر برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے، تو ''من یرد علیہ'' کے کل مسئلہ کو ''من لا یرد علیہ'' کے فرض کے مخرج میں ضرب دیجئے؛ چناں چہ حاصل ضرب دونوں فریقوں کے فرض کا مخرج ہوگا، جیسے: ۴/بیویاں، ۹/بیٹیاں اور ۶/دادیاں ہوں، اُس کے بعد ''من لا یرد علیہ'' کے سہام کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلے میں اور ''من یرد علیہ'' کے سہام کو ''من لا یرد علیہ'' کے فرض کے

مخرج کے بچے ہوئے عدد میں ضرب دیجئے۔ اور اگر کسی فریق پر کسر ہو تو مسائل کی تصحیح مذکورہ ضابطوں کے مطابق کی جائے گی۔

نوٹ:- قوله: "أَقَلَّ مَخَارِجِهٖ": واضح رہے کہ یہاں اقل ترین مخرج کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بہر صورت "من لا یرد علیہم" کے سب سے کم مخرج (مثلاً: ۲/ یا ۸) سے مسئلہ بنایا جائے؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ "مسائل ردیہ" میں مسئلہ بناتے وقت متعدد فروض کے اختلاط کے سلسلے میں جو ضابطے متعین کئے گئے ہیں (جیسے: نصف اور سدس کے اختلاط کی صورت میں ٦/ سے اور ربع اور سدس سے اختلاط کی صورت میں ۱۲/ سے، اور ثمن اور سدس سے اختلاط کی صورت میں ۲۴/ سے مسئلہ بنایا جاتا ہے، وغیرہ) اُن کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا؛ بلکہ دیگر وارثین کے اعتبار سے "من لا یرد علیہم" کا جو اصل حصہ بنتا ہے، اُسی کے مخرج سے مسئلہ بنایا جائے گا، مثلاً: اگر اَولاد موجود ہو تو بیوی کا حصہ ثمن ہوتا ہے، تو ۸/ سے مسئلہ بنے گا۔ اور اگر اَولاد موجود نہ ہو تو حصہ ربع ہوتا ہے؛ لہٰذا ۴/ سے مسئلہ بنایا جائے گا......الخ۔

تمرین

(۱) "رد" کی تعریف کیجئے؟

(۲) "من یرد علیہم" اور "من لا یرد علیہم" کون کون ہیں؟

(۳) ذوی الفروض سے بچے ہوئے مال کے سلسلے میں کیا اختلاف ہے؟

(۴) "رد" کے چاروں ضابطے مع اَمثلہ ذکر کریں؟

مقاسمۃ الجد کا بیان

(بَابُ مُقَاسَمَۃُ الجَدّ)

تمہید

اگر میت نے وارثین میں صرف دادا اور بھائی بہنوں کو چھوڑا، تو دادا کو ترکہ میں کس قدر حصہ ملے گا؟ اور بھائیوں کو کیا دیا جائے گا؟ اِس بارے میں دورِ صحابہؓ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس خاص صورت سے متعلق کوئی مرفوع روایت موجود نہیں ہے۔

اور دادا کے متعلق جب غور کیا جاتا ہے، تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ بعض مسائل میں باپ کے مشابہ ہے اور بعض میں بھائیوں کے مشابہ۔

جن مسائل میں وہ باپ کے مشابہ ہے، وہ درج ذیل ہیں:

الف:- جس طرح باپ کی موجودگی میں اَخیافی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں، اِسی طرح دادا کی موجودگی میں بالاتفاق اَخیافی بھائی بہن محروم قرار پاتے ہیں۔

ب:- اگر باپ نابالغ بچے یا بچی کا نکاح کرائے، تو بالغ ہونے کے بعد اُن کو خیار بلوغ نہیں ملتا، اِسی طرح اگر دادا نکاح کرائے، تو بھی خیار بلوغ نہیں ملے گا۔

ج:- جس طرح باپ کی موجودگی میں بھائی کو نابالغ پر ولایت اجبار حاصل نہیں ہوتی، اِسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی بھائیوں کو ولایت نہیں ملتی۔

د:- جس طرح باپ کو زکوۃ دینا درست نہیں، اِسی طرح دادا کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

ہ:- جس طرح باپ کی منکوحہ بیٹے پر حرام ہے، اور بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے، اِسی طرح دادا کی منکوحہ پوتے پر اور پوتے کی منکوحہ دادا پر حرام ہوتی ہے۔

و:- اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے، تو باپ سے قصاص نہیں لیا جاتا، اِسی طرح اگر دادا پوتے کا قتل کردے، تو دادا سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، وغیرہ۔

اور بعض مسائل میں دادا بھائی کے مشابہ ہوتا ہے، مثلاً:

الف:- اگر یتیم نابالغ بچہ ہو اور اُس کے قریبی اعزہ میں دادا اور ماں موجود ہوں، تو اُس نابالغ بچے کے اخراجات کی ذمہ داری دو تہائی دادا پر اور ایک تہائی ماں پر ہوگی، اور یہی حکم دادا کے بجائے بھائی کی موجودگی کی صورت میں ہے۔ (اِس کے برخلاف اگر باپ حیات ہو، تو بلا شرکت غیرے پوری ذمہ داری باپ کی ہوتی ہے)

ب:- اگر دادا خود نادار اور فقیر ہو، تو اُس پر یتیم پوتے کے نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے، یہی حکم نادار بھائی کا بھی ہے۔ (اِس کے برخلاف باپ بہرصورت بچے کے نفقہ کا ذمہ دار ہے)

ج:- اگر دادا اِسلام لے آئے اور اُس کا پوتا نابالغ ہو، تو دادا کے اِسلام کی وجہ سے اُس پوتے کو مسلمان قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہی حکم بھائی کے اِسلام لانے کی صورت میں ہے کہ اُس کے اِسلام کی وجہ سے اُس کے نابالغ بھائی کو مسلمان قرار نہیں دیا جائے گا۔ (اِس کے برخلاف اگر باپ اِیمان لے آئے، تو اُس کی نابالغ اَولاد خود بخود مسلمان قرار پاتی ہے)

د:- نابالغ پوتے کے صدقہ فطر کی ذمہ داری دادا پر نہیں ہے، اور یہی حکم بھائی کا بھی ہے؛ لیکن اگر باپ موجود ہو، تو اُس پر بچوں کا صدقہ فطر نکالنا واجب ہوتا ہے، وغیرہ۔ (مستفاد: شریفیہ ص:۱۳۲ نزار مصطفیٰ باز مکہ معظّمہ)

تو دادا کے اندر دونوں پہلوؤں کی موجودگی کی وجہ سے یہ مسئلہ اہم اجتہادی مسائل میں شامل ہوگیا، اور بنیادی طور پر اُس کے بارے میں دو رائے سامنے آئیں:

پہلی رائے:

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم (جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ) اور تابعین (حضرت قتادہ، حضرت حسن بصری، حضرت عروۃ بن الزبیر، حضرت جابر بن زید، حضرت اِمام محمد بن سیرین، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں) کی رائے یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی، علاتی اور اَخیافی بھائی بہن سب اِسی طرح محروم ہوجائیں گے؛ جیسا کہ باپ کی موجودگی میں محروم ہوجاتے ہیں، اِسی قول کو اِمام اَعظم حضرت اِمام اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔ عام طور پر حنفیہ کا مفتی بہ قول یہی ہے۔

> قَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعالىٰ عَنْهُ: وَمَنْ تَابَعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ: بَنُوْ الأَعْيَانِ وَبَنُوْ العَلَاتِ لَا يَرِثُوْنَ مَعَ الجَدِّ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ، وَبِهٖ يُفْتىٰ.
>
> **ترجمہ:-** سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن کی رائے کی موافقت کرنے والے صحابہؓ فرماتے ہیں کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن دادا کے ساتھ وارث نہیں بنیں گے، یہی حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور اِسی پر فتویٰ ہے۔

دوسری رائے:

اور اِس بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں حقیقی یا علاتی بھائی بہنوں کو محروم نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اُنہیں بھی حصہ ملے گا؛ البتہ دادا اور بھائیوں میں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ اِس کی کیفیت کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دادا کو بھائی کے درجہ میں رکھ کر تقسیم کی جائے گی؛ لیکن اگر اِس طرح تقسیم کرنے میں دادا کے مقررہ حصے: سدس میں اگر کمی آرہی ہو، تو

پھر اَولاً دادا کو سدس دے کر مابقیہ مال دیگر بھائیوں میں تقسیم ہوگا؛ گویا حضرت نے دادا کا کم سے کم حصہ سدس قرار دیا، یہ قول صاحب سراجی کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے، اور حنفیہ میں سے کسی نے اِس کے مطابق فتویٰ بھی نہیں دیا ہے۔

(۲) اور دوسرا قول جو سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی اِسی کی تائید فرمائی ہے۔ نیز حنفیہ میں سے حضرات صاحبینؒ اور دیگر ائمہ میں مالکیہ اور شافعیہ بھی اِسی قول کے قائل ہیں، اور غالباً صاحب سراجی کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے، اِسی لئے آپ نے اِس قول کے مطابق مقاسمۃ الجد کے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دادا اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ کی ۳ر حالتیں ہوسکتی ہیں:

الف:- دادا کے ساتھ صرف حقیقی بھائی بہن ہو یا صرف علاتی بھائی بہن ہوں، اور کوئی ذی فرض نہ ہو، تو دادا کو ثلث کل اور مقاسمہ میں سے افضل حصہ ملے گا۔

ب:- مذکورہ صورت میں اگر کوئی ذی فرض بھی ہو، تو دادا کو اُمور ثلاثہ: ثلث باقی، سدس کل اور مقاسمہ میں سے افضل ملے گا۔

ج:- اگر دادا کے ساتھ حقیقی وعلاتی دونوں طرح کے بھائی بہن جمع ہوجائیں، تو اَولاً علاتی کو تخریج مسئلہ میں شریک کریں گے، پھر اگر کوئی ذی فرض نہیں ہے تو دادا کو افضل الامرین ملے گا، اور اگر کوئی ذی فرض بھی ہے تو دادا کو افضل الامور الثلاثۃ ملے گا، اور علاتی کا حصہ اَعیان کو دے دیا جائے گا، اور علاتی حصہ لئے بغیر درمیان سے نکل جائیں گے، مگر اِس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے، جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

(**نوٹ:-** مذکورہ قول اگرچہ حنفیہ کی عام کتب میں مفتی بہ قرار نہیں دیا گیا ہے؛ لیکن بعض فقہاء اَحناف نے اِس قول کی تائید فرمائی ہے، اور یہی اَئمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کا اختیار فرمودہ ہے۔ **وفي الدر المنتقی في شرح الملتقی ٤/٥١٢: والذي استحسن بعض المتأخرین من مشایخنا في مسائل الجد الفتویٰ بالصلح في مواضع الخلاف، وقالوا: إذا کنا نفتي بالصلح في تضمین الأچیر المشترک لاختلاف الصحابة**

– رضي الله عنهم – فالاختلاف هنا أظهر، فالفتویٰ فیه بالصلح أولیٰ، كما نقله شیخ شیخنا العسلاني الإمام عن المبسوط وشرح السراجیة لحیدر فتدبر.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته ۳۰۱/۸ بعد ذكر مذهب علي وابن مسعود وزید بن ثابت – رضي الله عنهم – في توریث الإخوة مع الجد: وهو رأي الجمهور (المذاهب الثلاثة والصاحبین) وبه أخذ القانون في مصر وسوریة، انتهی)

مقاسمۃ الجد کی وضاحت

مذکورہ دوسرے قول کی وضاحت یہ ہے کہ:

الف:– مسئلہ بناتے وقت دادا کو ایک بھائی کے درجہ میں رکھ کر سہام دئے جائیں گے۔ پس اگر دادا کا حصہ اُس تقسیم میں کل مال کے ثلث یا اس سے زیادہ ہو تو اُسی مقاسمہ کے طریقے پر تقسیم ہوگی۔

اور اگر دادا کا حصہ ثلث سے کم ہو، تو ایسی صورت میں مقاسمہ کے بجائے براہِ راست اثلاثاً مسئلہ بنا کر دادا کو اولاً ثلث دے دیا جائے گا، اور مابقیہ مال بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ بھائی بہنوں کی تعداد دیکھ کر دادا کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، تو کبھی مقاسمہ (یعنی بھائی کے درجے میں رکھنے) کو اختیار کیا جائے گا، اور کبھی براہِ راست ثلث کل دیا جائے گا؛ گویا جس صورت میں دادا کا حصہ زائد ہوگا اُسی کو اپنایا جائے گا۔ اِس کو ایک مثال سے سمجھئے:

اگر دادا کے ساتھ صرف ایک بھائی ہو، تو ایسی صورت میں اگر اَثلاثاً مسئلہ بنایا جائے، تو ۳/ سے مسئلہ بنا کر ایک دادا کو اور ۲/ بھائی کو ملے گا، اور دادا کا حصہ بھائی سے کم رہے گا؛ لیکن اگر مقاسمہ کے طور پر مسئلہ بنایا جائے، یعنی دادا کو ایک بھائی کے درجہ میں رکھا جائے، تو مسئلہ ۲/ سے بنے گا، اور دادا اور بھائی کو ایک ایک ملے گا؛ لہٰذا مذکورہ دونوں صورتوں میں مقاسمہ والی صورت میں دادا کو زیادہ مل رہا ہے؛ لہٰذا اُسی کو اختیار کیا جائے گا؛ لیکن اگر دادا کے ساتھ ۳/ بھائی ہوں، اَب اگر دادا کو بھائی فرض کرکے مقاسمہ کے طور پر حصہ دیا جائے، تو اُسے $\frac{1}{4}$ ملے گا، اور اگر اثلاثا

دیا جائے تو $\frac{1}{3}$ ملے گا؛ لہٰذا اِس صورت میں مقاسمہ کو چھوڑ دیا جائے گا، اور اثلاثاً حصہ دیا جائے گا، اور اِسی پر دیگر صورتیں متفرع کی جاسکتی ہیں۔ نقشہ ملاحظہ کریں:

مقاسمہ اَولیٰ ہونے کی مثال

مقاسمہ

مسئلہ: ۲، معمول بہ

میت	
جد صحیح (ایک بھائی کے قائم مقام)	ا/ اخ
عصبہ	
ا	ا

ثلث کل

مسئلہ: ۳

میت	
جد صحیح	اخ
ثلث کل	عصبہ
ا	۲

ثلث اَولیٰ ہونے کی مثال

مقاسمہ

مسئلہ: ۴

میت	
جد صحیح (ایک بھائی کے قائم مقام)	۳/ اخ
عصبہ	
ا	۳

ثلثِ کل

مسئلہ: ۳، تصـ: ۹ معمول بہ
میتـــ

جد صحیح	۳/اخ
ثلث کل	عصبہ
۱	۲
۳	۶/۲

مقاسمہ اولیٰ ہونے کی دوسری مثال

مقاسمہ

مسئلہ: ۵ معمول بہ
میتـــ

جد	اخ	اخت
	عصبہ	
۲	۲	۱

ثلثِ کل

مسئلہ: ۳، تصـ: ۹، مضـ: ۳
میتـــ

جد	اخ	اخت
ثلث کل	عصبہ	
۱/۳	۲/۶	
	۴	۲

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَرِثُوْنَ مَعَ الجَدِّ وَهُوَ قَوْلُهُمَا، وَقَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.

وَعِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لِلْجَدِّ مَعَ بَنِي الْأَعْيَانِ وَبَنِي الْعَلَّاتِ أَفْضَلُ الْأَمْرَيْنِ: مِنَ الْمُقَاسَمَةِ وَمِنْ ثُلُثِ جَمِيْعِ الْمَالِ. وَتَفْسِيْرُ الْمُقَاسَمَةِ: أَنْ يُجْعَلَ الْجَدُّ فِي الْقِسْمَةِ كَأَحَدِ الْإِخْوَةِ.

ترجمہ:- اورسیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقی اور علاتی بھائی بہن دادا کے ساتھ وارث بنیں گے، یہی حضرات صاحبین، اِمام مالک اور اِمام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک حقیقی اور علاتی بھائی بہن کے ساتھ دادا کو ''افضل الامرین'' یعنی مقاسمہ اور ثلث المال میں سے سب سے بہتر دیا جائے گا۔ اور مقاسمہ کی توضیح یہ ہے کہ دادا کو وراثت کی تقسیم میں ایک بھائی کے درجہ میں رکھا جائے۔

دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں تو کیا کریں؟

ب:- ویسے تو اُصول یہ ہے کہ حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں؛ لیکن محرومی کے باوجود وہ کسی دوسرے وارث کے لئے حجب نقصان کا سبب بن سکتے ہیں، مثلاً: اگر ماں کے ساتھ ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی بھائی ہو، تو گو کہ علاتی بھائی محروم ہوگا؛ لیکن اُس کی وجہ سے ماں کا حصہ ثلث کے بجائے سدس ہو جائے گا۔

بعینہ اِسی طرح زیر بحث مسئلہ ''مسئلہ مقاسمہ'' میں اگر دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی دونوں طرح کے بھائی بہن ہوں، تو مسئلہ بناتے وقت علاتی بھائی بہنوں کو شامل کیا جائے گا، جن کی بنا پر دادا کا حصہ کم ہو جائے گا، پھر علاتی بھائی بہن مسئلہ سے خارج کر دئے جائیں گے، اور اُن کا حصہ حقیقی بھائی بہنوں کو دے دیا جائے گا۔

○ مثال کے طور پر اگر میت نے وارثین میں دادا ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی بھائی کو

چھوڑا، تو ایسی صورت میں اگر شروع ہی سے علاتی بھائی کو خارج کر دیا جائے، تو دادا کو نصف ملے گا؛ لیکن اگر علاتی بھائی کو شامل کر کے مسئلہ بنایا جائے اور مقاسمہ کی صورت اختیار کی جائے تو مسئلہ ۳/ سے بنے گا، جس میں سے ایک دادا کو اور ایک ایک دونوں بھائیوں کو ملے گا، پھر علاتی بھائی مسئلہ سے ساقط کر دیا جائے گا، اور اُس کا جو حصہ ہے یعنی ایک؛ وہ حقیقی بھائی کو دے دیا جائے گا، تو گویا کہ ۳/ میں سے ایک حصہ دادا کو اور ۲/ حصے حقیقی بھائی کو ملیں گے، اور علاتی بھائی کو مسئلہ میں شامل کر لینے کی وجہ سے دادا کا حصہ نصف کے بجائے ثلث رہ جائے گا۔ اِسی کو صاحب کتاب نے "اضرارًا للجد" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ نقشہ اِس طرح بنے گا:

مقاسمہ

مسئلہ: ۳
میت

جد	ا/اخ لاب وام	ا/اخ لاب
	عصبہ	
ا	ا+ا=۲	ا (خارج)

ثلثِ کل

مسئلہ: ۳
میت

جد	اخ لاب وام	اخ لاب
ثلث		عصبہ
ا	۲	م

صورتِ مذکورہ میں مقاسمہ اور ثلث کل دونوں صورتوں میں دادا کو برابر حصہ مل رہا ہے؛ لہٰذا کسی بھی ایک پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔

اور دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی دونوں طرح کے بھائی بہن جمع ہونے کی صورت میں ثلث کل اولیٰ ہونے کی مثال درج ذیل ہے:

مقاسمہ

مسئلہ: ۷
میت

۳/اخت لاب	اخ لاب وام	جد
خارج	عصبہ	
	۲+۳=۵	۲

ثلثِ کل

مسئلہ: ۳
میت

۳/اخت لاب	اخ لاب وام	جد
خارج	عصبہ	ثلث کل
	۲	۱

وَبَنُوْ العَلَّاتِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ القِسْمَةِ مَعَ بَنِيْ الْأَعْيَانِ إِضْرَارًا لِلْجَدِّ، فَإِذَا أَخَذَ الجَدُّ نَصِيْبَهُ فَبَنُوْ العَلَّاتِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ البَيْنِ خَائِبِيْنَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَالبَاقِيْ لِبَنِيْ الْأَعْيَانِ.

ترجمہ:- اور علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو نقصان پہنچانے کے لئے تقسیم میں شامل ہوں گے، اُس کے بعد جب دادا اپنا حصہ لے لے گا، تو علاتی بھائی بہن بغیر کچھ لئے درمیان سے نکل جائیں گے، اور اُن کا باقی حصہ حقیقی بھائی بہنوں کو دے دیا جائے گا۔

ایک مستثنیٰ صورت

(۳) اُوپر یہ بات گذر چکی ہے کہ اگر وارثین میں دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی دونوں طرح کے بھائی بہن ہوں، تو مجموعی طور پر دادا کا حصہ کم کرانے کی غرض سے اصل مسئلہ سے علاتی بھائیوں کو حصہ دیا جائے گا؛ لیکن بالآخر وہ حصہ لئے بغیر مسئلے سے باہر ہو جائیں گے، اور اُن کے

نام کا حصہ حقیقی بھائیوں کی طرف منتقل ہو جائے گا؛ لیکن ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں علاتی بھائی بہنوں کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

اور اُس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے وارثین میں دادا ایک حقیقی بہن اور ۲ / علاتی بہنیں چھوڑیں، تو ایسی صورت میں مقاسمہ کے طور پر دادا کو بھائی فرض کرتے ہوئے اصل مسئلہ عدد رُءوس ۵ / سے بنے گا؛ کیوں کہ جب دادا کو بھائی فرض کیا جائے گا، تو وہ ۲ / بہنوں کے قائم مقام ہوگا، ایک حقیقی بہن اور ۲ / علاتی بہن، تو کل ۵ / عدد رُءوس ہو گئے؛ چناں چہ ۵ / سے مسئلہ بنا، جس میں سے ۲ / حصے دادا کو دے دئے جائیں گے۔

بعد ازاں ہر بہن کو ۱-۱ / دیا جائے گا، پھر حقیقی بہن چوں کہ تنہا ہونے کی صورت میں صرف نصف کی مستحق ہوتی ہے، نہ اِس سے کم نہ زیادہ؛ لہٰذا اُس کے نصف کو پورا کرنے کے لئے علاتی بہنوں کو ملے ہوئے ۲ / سہام میں سے مزید ڈیڑھ لیا جائے گا، جس سے حقیقی بہن کا حصہ ڈھائی ہو جائے گا، جو کہ نصف الکل ہے، اور ۲ / علاتی بہنوں کے حصے میں اَب صرف نصف سہام باقی بچے گا، اور یہ نصف سہام ۲ / علاتی بہنوں پر برابر تقسیم نہیں ہوسکتا، اِس لئے کسر کے مخرج ۲ / کو اصل مسئلہ ۵ / سے ضرب دیا جائے گا، اور حاصل ضرب ۱۰ / میں سے ۴ / دادا کو، ۵ / حقیقی بہن کو اور ۲ / بہنوں کو ملے گا، اور ایک ۲ / علاتی بہنوں کو ملے گا، اور ایک اِن دو علاتی بہنوں پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوسکتا، اِس لئے ۲ / کو ۱۰ / میں ضرب دیا جائے گا، تو ۲۰ / سے تصحیح ہوگی، اور دادا کو ۸، حقیقی بہن کو ۱۰، اور ہر علاتی بہن کو ۱-۱ / ملے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۵، تصـ: ۱۰، تصـ: ۲۰

میت

جد	۱ / اخت لاب وام	۲ / اخت
	عصبہ	
۲	۱+ $\frac{۱}{۲}$ ۱ = $\frac{۱}{۲}$ ۲	۲- $\frac{۱}{۲}$ ۱ = $\frac{۱}{۲}$
۴	۵	۱
۸	۱۰	۲

مذکورہ صورت میں دادا کے لئے مقاسمہ ہی بہتر ہے؛ کیوں کہ اُس میں ۵؍میں سے ۲؍مل رہے ہیں؛ جب کہ ثلث کل کی صورت میں ٦؍سے مسئلہ بن کر ۲؍ملیں گے۔ نقشہ دیکھیں:

مسئلہ: ٦، تصـ: ۱۲
میت

جد	اخت لاب وام	۲؍اخت لاب
ثلث کل	نصف	سدس
۲	۳	۱
۴	٦	۱/۲

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اگر مذکورہ مثال میں ۲؍علاتی بہنوں کے بجائے ایک علاتی بہن ہو، تو ایسی صورت میں علاتی بہن کے لئے کچھ باقی نہیں بچے گا؛ کیوں کہ ایسی صورت میں مسئلہ ۴؍سے بنے گا۔ ۲؍دادا کو اور ۱-۱؍ہر بہن کو، پھر علاتی بہن کا ایک سہام حقیقی بہن کو مل جائے گا، جس سے اُس کا نصف پورا ہو جائے گا۔ اور اُس کی مثال یہ ہے کہ:

مسئلہ: ۴
میت

جد	۱؍اخت لاب وام	۱؍اخت لاب
۲	۲	محروم

إِلَّا إِذَا كَانَتْ مِنْ بَنِي الْأَعْيَانِ أُخْتٌ وَاحِدَةٌ؛ فَإِنَّهَا إِذَا أَخَذَتْ فَرْضَهَا نِصْفَ الْكُلِّ بَعْدَ نَصِيبِ الْجَدِّ فَإِنْ بَقِيَ شَيْءٌ فَلِبَنِي الْعَلَّاتِ وَإِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُمْ، كَجَدٍّ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَأُخْتَيْنِ لِأَبٍ، فَبَقِيَ لِأُخْتَيْنِ لِأَبٍ عُشْرُ الْمَالِ، وَتَصِحُّ مِنْ عِشْرِينَ. وَلَوْ كَانَتْ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ أُخْتٌ لِأَبٍ لَمْ يَبْقَ لَهَا شَيْءٌ.

ترجمہ:- لیکن اگر حقیقی بھائی بہنوں میں سے ایک بہن ہو، تو جس وقت دادا کے حصہ لینے کے بعد وہ اپنا حصہ (نصف الکل) لے لے گی، پھر اگر کچھ باقی بچتا

ہے تو وہ علاتی بھائی بہنوں کو مل جائے گا، ورنہ اُنہیں کچھ نہیں ملے گا۔ جیسے: دادا، حقیقی بہن اور ۲/ علاتی بہن۔ تو علاتی بہنوں کے لئے دسواں حصہ ہوگا، اور مسئلہ کی تصحیح ۲۰ سے ہوگی۔ اور اگر اِسی مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو، تو اُس کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

دادا اور بھائی بہنوں کے ساتھ دیگر ذوی الفروض کا اختلاط

(۴) اور اگر وارثین میں دادا کے ساتھ بھائی بہنوں کے علاوہ کوئی اور ذوی الفروض بھی موجود ہوں، تو اَب مقاسمہ اور مابقیہ کے تہائی اور کل مال کے سدس میں جو زیادہ بیٹھ رہا ہو، وہ دادا کو دیا جائے گا۔ اِس کو بالترتیب مثالوں سے سمجھئے:

مقاسمہ اَفضل ہونے کی مثال:

کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر، دادا اور بھائی کو چھوڑا، تو اِس صورت میں اگر سدس کل کے مطابق تقسیم کی جائے تو ۶/ سے مسئلہ بنے گا، جس میں سے نصف یعنی ۳/ شوہر کو اور سدس یعنی ایک دادا کو اور مابقیہ ۲/ بھائی کو ملے گا۔

اِسی طرح اگر شوہر کو دینے کے بعد مابقیہ میں سے ثلث دادا کو دیا جائے تو بھی اُس کو ۶/ میں سے ایک ہی حصہ ملے گا؛ لیکن اگر اِس کے بجائے مقاسمہ کا راستہ اپناتے ہوئے دادا کو بھائی کے درجہ میں رکھا جائے، تو اَولاً مسئلہ ۲/ سے بنے گا، جس میں سے ایک شوہر کو دے دیا جائے گا، اور ایک جو باقی بچے گا، اُس میں دادا اور بھائی برابر کے شریک ہوں گے: لہٰذا کسر کو دور کرنے کے لئے اصل مسئلہ کو ۲/ سے ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۴/ سے ہوگی، جس میں سے ۲/ شوہر کو اور ۱-۱/ دادا اور بھائی کو ملے گا، تو گویا کہ دادا کا حصہ $\frac{1}{4}$ ہے، جو $\frac{1}{6}$ سے زائد ہے، پس اِسی صورت کو اپنایا جائے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۲، تصـ: ۴

میتـ

زوج	جد	اخ لاب وام
۱	۱	
۲	۱	۱

سدسِ کل

مسئلہ: ٦
میت

زوج	جد	اخ لاب وام
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

ثلث مابقی

مسئلہ: ٦
میت

زوج	جد	اخ لاب وام
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

ثلث مابقی کے اَفضل ہونے کی مثال:

اگر کسی کا انتقال ہوا، اُس نے دادی دادا اور ۲؍حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی، تو اس مسئلہ میں اگر دادا کو بھائی فرض کیا جائے، تو مجموعی طور پر اُس کا حصہ کم ہوجائے گا۔ اِسی طرح اگر سدس الکل دیا جائے تو بھی کم رہے گا؛ البتہ اگر ثلث مابقی کی راہ اپنائی جائے، تو حصہ بڑھ جائے گا؛ لہٰذا اُس کی ترتیب یہ ہوگی کہ اصل مسئلہ ٦؍ سے بنے گا، جس میں سے دادی کو ایک دے دیا جائے گا، تو بقیہ ۵؍بچیں گے، اور ۵؍ایسا عدد ہے جس سے تہائی نہیں نکالا جاسکتا، تو اَولاً ثلث کے مخرج ۳؍کو اصل مسئلہ ٦؍ میں ضرب دیں گے، تو مبلغ ۱۸؍ نکلے گا، جس میں سے ۳؍دادی کو دے دیۓ جائیں گے، اَب ۱۵؍ باقی بچیں گے، اور ۱۵؍کا ثلث ۵؍ ہے، پس ثلث مابقی کے طور پر یہ ۵؍دادا کو دے دیۓ جائیں گے، اور جو ۱۰؍بچیں گے اُن میں سے ۴-۴ ہر بھائی

کو اور ۲؍ ہر بہن کو دیا جائے گا، تو گویا کہ ۱۸؍ میں سے دادا کو ۵؍ ملیں گے، اور اگر سدس کی صورت ہوتی تو ۳۰؍ میں سے کل ۵؍ ملتے، اور مقاسمہ کی صورت میں ۴۲؍ میں سے کل ۱۰؍ ملتے، اِسی لئے ثلث مابقی کی صورت اپنائی گئی۔ نقشہ اِس طرح بنے گا:

ثلث مابقی

مسئلہ: ۶، تصـ: ۱۸ مضـ: ۳ معمول بہ

میت

جدۃ	جد	۲؍اخ لاب وام	۱؍اخت لاب وام
سدس	ثلث مابقی	عصبہ	
۱	$\frac{۵}{۱۵}$		
۳	۵	۸/۴	۲

سدس کے بہتر ہونے کی مثال:

اگر وارثین میں بیٹی، دادی، دادا اور دو بھائی ہوں، تو ایسی صورت میں مسئلہ ۶؍ سے بنے گا، جس میں سے نصف یعنی ۳؍ بیٹی کو ملے گا، اور سدس یعنی ایک دادی کو ملے گا، اور سدس ایک ہی دادا کو دینا بہتر ہوگا، اور مابقی ایک دونوں بھائیوں کو بطور عصبہ دیا جائے گا۔

اور چوں کہ ایک سہام ۲؍ بھائیوں پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوسکتا، اِس لئے اُن کے عددِ رُؤوس ۲؍ کو اصل مسئلہ ۶؍ سے ضرب دیا جائے گا، اَب دادا کا حصہ ۱۲؍ میں سے ۲؍ ہوگا۔

اَب غور فرمایئے کہ اگر مذکورہ بالا مسئلے میں مقاسمہ کی صورت اپنائی جائے، یعنی دادا کو بھائی کے درجہ میں رکھا جائے، تو دادا کے حصے میں ۱۸؍ میں سے ۲؍ سہام آئیں گے۔ اِسی طرح اگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد مابقیہ میں سے ثلث کی صورت اپنائی جاتی، تب بھی دادا کو ۱۸؍ میں سے ۲؍ ہی ملتے؛ جب کہ سدس الکل کی صورت میں ۱۲؍ میں سے ۲؍ سہام مل رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہی زیادہ ہے، اِس لئے یہی تقسیم بہتر قرار پائے گی، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

سدسِ کل

مسئلہ: ۶، تصـ: ۱۲
میت

۱/ بنت	جدۃ	جد	۲/ اخ لاب وام
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱
۶	۲	۲	۲/۱

مقاسمہ

مسئلہ: ۶، تصـ: ۱۸
میت

بنت	جدۃ	جد	۲/ اخ لاب وام
نصف	سدس	عصبہ	
۳	۱	۲/۶	
۹	۳	۲	۲/۴

وَإِن اخْتَلَطَ بِهَا ذُوْ سَهْمٍ فَلِلْجَدِّ هُنَّ أَفْضَلُ الْأُمُوْرِ الثَّلاثَةِ بَعْدَ فَرْضِ ذِيْ سَهْمٍ: إِمَّا الْمُقَاسَمَةُ كَزَوْجٍ وَجَدٍّ وَأَخٍ، وَإِمَّا ثُلُثُ مَا بَقِيَ كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَأَخَوَيْنِ وَأُخْتٍ، وَإِمَّا سُدُسُ جَمِيْعِ الْمَالِ كَجَدٍّ وَجَدَّةٍ وَبِنْتٍ وَأَخَوَيْنِ. وَإِذَا كَانَ ثُلُثُ الْبَاقِيْ خَيْرًا لِلْجَدِّ وَلَيْسَ لِلْبَاقِيْ ثُلُثٌ صَحِيْحٌ فَاضْرِبْ مَخْرَجَ الثُّلُثِ فِيْ أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ.

ترجمہ:- اور اگر حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں اور دادا کے ساتھ کوئی ذوی الفروض بھی ہو، تو اَصحاب الفروض کو حصہ دینے کے بعد دادا کو درج ذیل ۳/ چیزوں میں سے اَفضل دیا جائے گا: یا تو مقاسمہ، جیسے: شوہر، دادا اور بھائی۔ یا مابقیہ کا ثلث، جیسے: دادا، دادی، دو بھائی اور ایک بہن۔ یا کل مال کا سدس، جیسے: دادا، دادی، بیٹی اور ۲/ بھائی۔ اور جس وقت مابقیہ کا ثلث دادا کے لئے بہتر ہوگا، اور اُس مابقیہ کے لئے ثلث صحیح نہ ہو، تو ثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔

سدس کے بہتر ہونے کی ایک اور مثال:

اگر کسی عورت کا انتقال ہوا، اُس نے وارثین میں شوہر، بیٹی، ماں، دادا اور ایک بہن (حقیقی یا علاتی) کو چھوڑا، تو مسئلہ ۱۲/ سے بنے گا، اور ۱۳/ سے عول ہوگا، نصف یعنی ۶/ بیٹی کو، ربع یعنی ۳/ شوہر کو ملے گا، اور سدس یعنی ۲/ ماں کو اور سدس ہی دادا کو ملے گا، اور بہن محروم ہو جائے گی۔

ثلث مابقی

مسئلہ: ۶، تصـ: ۱۸

میت

بنت	جدۃ	جد	۲/ اخ لاب وام
نصف	سدس	ثلث مابقی	عصبہ
۳	۱		۲
۹	۴	۲	۲/۴

تو اِس صورت میں دادا کے لئے سدس ہی بہتر ہے؛ کیوں کہ اگر دادا کو سدس نہ دے کر مقاسمہ کا راستہ اپنایا جائے، تو مسئلہ عائلہ نہ ہوگا، اور دادا بہن کے ساتھ عصبہ بنے گا، اور اُن کے حصہ میں صرف ایک سہام آئے گا، اور کسر کو دور کرتے ہوئے تصحیح ۳۶/ سے ہوگی۔ جس میں سے دادا کو صرف ۲/ ملے گا، اور ثلث مابقی کی صورت میں ۳۶/ میں سے ایک حصہ ملے گا، جب کہ سدس کل کی صورت میں ۱۳/ میں سے ۲/ سہام مل رہے ہیں؛ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ مذکورہ صورت میں سدس ہی دادا کے لئے اَفضل ہے۔ اور نقشے اِس طرح ہیں:

سدسِ کل (معمول بہ)

مسئلہ: ۱۲، عـ: ۱۳

میت

زوج	بنت	ام	جد	۱/ اخت لاب وام
ربع	نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۶	۲	۲	

مقاسمہ (غیر معمول بہ)

مسئلہ: ۱۲، تصـ: ۳۶، مضـ: ۳
میت

زوج	بنت	ام	جد	۱/اخت لاب وام
ربع	نصف	سدس	عصبہ	
۳	۶	۲	۱/۳	
۹	۱۸	۶	۲	۱

ثلث مابقی (غیر معمول بہ)

مسئلہ: ۱۲، تصـ: ۳۶،
میت

زوج	بنت	ام	جد	۱/اخت لاب وام
ربع	نصف	سدس	ثلث مابقی	عصبہ
۳	۶	۲	۱/۳	
۹	۱۸	۶	۱	۲

فَإِنْ تَـرَكَـتْ جَـدًّا وَزَوْجًـا وَبِنْتًا وَأَمًّا وَأُخْتًا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ، فَالسُّدُسُ خَيْرٌ لِلْجَدِّ، وَتَعُوْلُ الْمَسْئَلَةُ إِلَى ثَلاثَةَ عَشَرَ وَلَا شَيْءَ لِلْأُخْتِ.

ترجمہ:- اگر مؤنث میت نے وارثین میں دادا، شوہر، بیٹی، ماں، حقیقی یا علاتی بہن کو چھوڑا تو ایسی صورت میں دادا کے لئے سدس بہتر ہوگا، اور مسئلہ تیرہ سے عول ہوگا، اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

مسئلۂ اَکدریہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مقاسمہ کے مسائل میں بہن کو با قاعدہ ذوی الفروض کے طور پر الگ سے حصہ دینے کے قائل نہیں ہیں؛ بلکہ دادا کے ساتھ ملا کر عصبہ کے طور پر حصہ دیتے ہیں؛ لیکن ایک صورتِ مسئلہ ایسی ہے کہ جس میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ اُصول قائم نہیں رہتا، اور وہ حقیقی بہن کو اس میں با قاعدہ ذوی الفروض کے طور پر شامل کرتے ہیں، اس کے بعد مقاسمہ کا عمل انجام دیا جاتا ہے، اِس صورتِ مسئلہ کو "مسئلہ اکدریہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا انتقال ہوا، اور اُس نے وارثین میں شوہر، ماں، دادا اور ایک حقیقی یا علاتی بہن چھوڑی، تو مسئلہ ۶ ر سے بنے گا، اور ۹ ر سے عول ہوگا۔ شوہر کو نصف یعنی ۳، ماں کو ثلث یعنی ۲، دادا کو سدس یعنی ایک اور بہن کو نصف یعنی ۳ ر ملیں گے۔ اُس کے بعد مقاسمہ کی راہ اپناتے ہوئے دادا اور بہن کے حصوں کو یکجا کر دیا جائے گا، تو اُن کے کل سہام ۴ ر ہو جائیں گے، اور دادا چوں کہ ایک بھائی کے درجے میں ہے، اس لئے بہن کے ساتھ وہ ۲ ر بہنوں کے قائم مقام ہوگا؛ گویا کہ اِن دونوں کے ۳ ر عددِ رُؤوس بنیں گے، اور چوں کہ ۴ ر سہام ۳ ر عددِ رُؤوس پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوں گے، اور ۳ اور ۴ ر میں تباین ہے؛ لہٰذا ۳ ر کو ۹ ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۷ ر نکلے گا، اِسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، پھر شوہر کو ۹، ماں کو ۶، اور دادا اور بہن کو مجموعی طور پر ۱۲ ر حصے ملیں گے، اور ۱۲ ر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ۲ ر حصے یعنی ۸ ر دادا کو اور ایک حصہ یعنی ۴ ر بہن کو ملے گا، اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶، عـ: ۹، تصـ: ۲۷

میت

زوج	ام	جد	اخت لاب وام
نصف	ثلث	سدس	نصف
۳	۲	۱	۳
		۴/۱۲	
۹	۶	۸	۴

فائدہ:- اگر اوپر کے مسئلہ اکدریہ کی مثال میں بہن کی جگہ پر بھائی ہو، یا دو بہنیں ہوں، تو بھائی کی صورت میں چوں کہ دادا کے لئے اُمورِ ثلاثہ میں سے سدسِ کل بہتر ہے؛ لہٰذا وہ عصبہ بن جائے گا۔ اور بقیہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اُس کے لئے کوئی حصہ نہیں بچے گا، اِس صورت میں نہ تو مسئلہ عائلہ ہوگا، اور نہ ہی اکدریہ ہوگا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶

میت

زوج	ام	جد	اخ لاب وام
۳	۲	۱	عصبہ

اور اگر دادا کے ساتھ ۲ر بہنیں ہوں، تو اِس صورت میں چوں کہ دادا کے لئے اُمورِ ثلاثہ میں سے مقاسمہ بہتر ہے؛ لہٰذا یہ ۲ر بہنیں دادا کے ساتھ مل کر عصبہ بنیں گی، اور مسئلہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۶، تصـ: ۲۴

میت

زوج	ام	جد	۲ر اخت لاب وام
۳	۲	۱	
		۱/۴	
۱۲	۸	۲	۲/۱

وَاعْلَمْ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ – رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ – لَا يَجْعَلُ الْأُخْتَ لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ صَاحِبَةَ فَرْضٍ مَعَ الجَدِّ إِلَّا فِي الْمَسْئَلَةِ الْأَكْدَرِيَّةِ،

وَهِيَ زَوْجٌ، وَأُمٌّ، وَجَدٌّ، وَأُخْتٌ لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَلِأَبٍ، فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، ثُمَّ يَضُمُّ الْجَدُّ نَصِيْبَهُ إِلىٰ نَصِيْبِ الْأُخْتِ فَيُقْسَمَانِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ لِأَنَّ الْمُقَاسَمَةَ خَيْرٌ لِلْجَدِّ، أَصْلُهَا مِنْ سِتَّةٍ وَتَعُوْلُ إِلىٰ تِسْعَةٍ، وَتَصِحُّ مِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ، وَسُمِّيَتِ الْأَكْدَرِيَّةُ لِأَنَّهَا وَاقِعَةُ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَكْدَرَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سُمِّيَتْ أَكْدَرِيَّةً لِأَنَّهَا كَدَرَتْ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَذْهَبُهُ، وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الْأُخْتِ أَخٌ أَوْ أُخْتَانِ فَلَا عَوْلَ وَلَا أَكْدَرِيَّةَ.

ترجمہ:- یہ بات علم میں رہنی چاہئے کہ سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقی یا علاتی بہن کو دادا کے ساتھ ذوی الفروض کے طور پر حصہ نہیں دیتے ہیں، سوائے مسئلہ اَکدریہ میں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ وارثین میں شوہر، ماں، دادا، حقیقی یا علاتی بہن ہوں، تو شوہر کو نصف، ماں کو ثلث، دادا کو سدس اور بہن کو نصف ملے گا۔ پھر دادا کے حصہ کو بہن کے حصہ کے ساتھ ملالیا جائے گا، پھر اِن دونوں کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طریقے پر تقسیم ہوگی؛ اِس لئے کہ یہاں مقاسمہ دادا کے لئے بہتر ہے۔ اصل مسئلہ ۶ر سے بنے گا اور ۹ر سے عول ہوگا، اور ۲۷ر سے تصحیح ہوگی۔ اور اِس مسئلہ کو ''اکدریہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ''قبیلہ بنو اکدر'' کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا؛ جب کہ بعض حضرات نے اِس کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ اِس مسئلہ کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب مکدّر ہو جاتا ہے۔ اور اگر بہن کی جگہ بھائی یا ۲ر بہنیں ہوں تو نہ تو مسئلہ عائلہ ہوگا اور نہ اکدریہ۔

تمرین

(۱) مقاسمۃ الجد کی تعریف کیجئے؟

(۲) بہن بھائیوں کے ساتھ دادا کو حصہ دینے کے سلسلے میں کیا اختلاف ہے؟ نیز وجہ

اختلاف بھی ذکر کیجئے؟

(۳) مقاسمۃ الجد کی وضاحت کرتے ہوئے نقشہ بنا کر مسئلہ سمجھائیے؟

(۴) دادا کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہوں تو کیا کریں گے؟

(۵) اُس صورت کو مثال سے واضح کیجئے جس میں دادا کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ وارث بنتے ہیں؟

(۶) اگر دادا اور بھائیوں کے ساتھ دیگر ذوی الفروض بھی ہوں تو دادا کے لئے کون سا حصہ ہوگا؟ نقشہ بنا کر مسئلہ سمجھائیے؟

(۷) ''مسئلہ اکدریہ'' کسے کہتے ہیں؟ مثال سے نقشہ بنا کر واضح کریں؟

مناسخہ کا بیان

(بَابُ المُنَاسَخَةِ)

''مناسخہ'' کے معنی نقل کرنے یا زائل کرنے کے آتے ہیں۔ اور اِصطلاحی طور پر اُس کی تعریف اِس طرح کی جاسکتی ہے کہ ''وہ تقسیم وراثت کا ایسا طریقہ ہے جس میں ترکہ کی تقسیم سے قبل وفات پا جانے والے وارث کا حصہ اُس کے موجود وارثین میں تقسیم کیا جاتا ہے''۔

واضح رہے کہ جب بھی ''مناسخہ'' کا مسئلہ لکھا جائے، تو چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

الف:– ہر وارث کا نام اور ولدیت لکھی جائے۔

ب:– وفات پا جانے والے وارثین کی تاریخ وفات ضرور سامنے رکھی جائے۔

ج:– جس وقت وارث کا انتقال ہوا، تو اُس کے سبھی وارثین کون کون باحیات تھے؟ تحقیق کے ساتھ اُنہیں اُس کے بطن میں لکھا جائے۔

د:– اگر کسی وارث کو متعدد جہات سے سہام مل رہے ہوں، تو اُس کے انتقال کے وقت سب سہام کو جوڑ کر اُس کے مافی الید میں لکھا جائے۔

ہ:– ماقبل میں گذرے ہوئے اُصول وقواعد کو سامنے رکھ کر اَولاً ہر بطن کے مسئلہ کی تخریج کی جائے، اُس کے بعد ہی مناسخہ کی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

و:– جس وارث کا انتقال ہو جائے، اُس کے سہام کو گھیر دیا جائے، یہ گویا کہ قبر کی نشانی ہے۔

مذکورہ بالا اُمور کو سامنے رکھ کر مناسخہ کی کارروائی اِس طرح عمل میں لائی جائے گی کہ اَولاً

پہلے بطن کے مسئلہ کی تصحیح حسب ضابطہ کر کے ہر وارث کو اُس کے سہام دے دئے جائیں گے۔

اُس کے بعد جس وارث کا انتقال ہوا ہے، اُس کے سہام پر قبر کا نشان بنا کر اگلے مسئلے کی بائیں جانب مافی الید لکھ کر اُس کے سہام درج کر دئے جائیں گے۔

پھر دوسرا مسئلہ حسبِ ضابطہ بنایا جائے گا، اور تصحیح مکمل ہونے کے بعد اُس کے مبلغ اور مافی الید کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی۔

پس اگر تماثل کی نسبت ہے، تو مزید کسی کارروائی کی ضرورت نہ ہوگی، اور دونوں مسئلے لکھ کر اخیر میں ''المبلغ'' اور اُس کے بعد ''الاحیاء'' کا عنوان لگا کر وارثین اور اُن کے سہام درج کر دئے جائیں گے۔

اور اگر مبلغ تصحیح اور مافی الید میں توافق ہو، تو تصحیح کے وفق سے پہلے والے مسئلے کو ضرب دیا جائے گا، اور حاصل ضرب سے تصحیح کی جائے گی۔ نیز اُسی عددِ مضروب سے اُوپر کے موجود زندہ وارثین کے عددِ سہام کو بھی ضرب دیا جائے گا، جب کہ دوسرے مسئلے کے وارثین کے سہام کو مافی الید کے وفق سے ضرب دیا جائے گا۔

اور اگر مبلغ تصحیح اور مافی الید کے درمیان تباین کی نسبت ہو، تو پورے مبلغ کو پہلے مسئلے کے کل میں ضرب دیں گے اور نیچے وارثین کے سہام کو مافی الید کے کل میں ضرب دیا جائے گا، اور نیچے والے بطن میں بھی حساب کا یہی طریقہ جاری رہے گا۔

اِس سلسلے میں کتاب میں جو مثال بیان کی گئی ہے، اُس کو نقشے میں سمجھنے کی ضرورت ہے، وہ درج ذیل ہے:

سوال (۱):- راشدہ کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر: راشد، بیٹی: رشدیٰ اور ماں: رشیدہ کو چھوڑا۔

(۲):- اور تقسیم ترکہ سے پہلے شوہر راشد کا انتقال ہوا، اُس نے بیوی: خالدہ، باپ: زید اور ماں: حمیدہ کو چھوڑا۔

(۳):- اُس کے بعد رشدیٰ کا انتقال ہوا، اُس نے دو بیٹے: محمد، احمد اور ایک بیٹی: فاطمہ اور نانی: رشیدہ کو چھوڑا۔

(۴):- اُس کے بعد رشیدہ کا انتقال ہوا، اُس نے شوہر: زاہد، اور دو بھائی: عبداللہ اور عبدالرحمٰن کو چھوڑا۔

اور راشدہ کا ترکہ کل ۱۲۰۰/روپئے ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ اِن وارثین میں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ تو جواب اِس طرح لکھا جائے گا:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- برتقدیر صحت سوال وبعد اَدائے حقوق متقدمہ وعدم موانع اِرث مرحومہ راشدہ کا ترکہ درج ذیل طریقے پر تقسیم ہوگا:

راشدہ میت مسـ: ۴، مبـ: ۳، رد: ۴، تصـ: ۱۶، تصـ: ۳۲، تصـ: ۱۲۸

زوج (راشد)	بنت (رشدیٰ)	اُم (رشیدہ)
ربع	نصف	سدس
۱	۳	۱
۴	۹	۳
		۶

راشد میت مسئلہ: ۴، مبـ: ۳، تماثل مفـ: ۴

زوجہ (خالدہ)	ام (حمیدہ)	اب (زید)
ربع	ثلث مابقی	عصبہ
۱	۱	۲
۲	۲	۴
۸	۸	۱۶

رشدیٰ مسئلہ: ۲/۶ توافق: ۳ مف: ۳/۹

میت

جدۃ (رشیدہ)	ابن (محمد)	ابن (احمد)	بنت (فاطمہ)
سدس		عصبہ	
۱			
۳	۲	۲	۱
	۶	۶	۳
	۲۴	۲۴	۱۲

رشیدہ مسئلہ: ۲، تصـ: ۴ تباین مف: ۹

میت

زوج (زاہد)	اخ لاب وام (عبداللہ)	اخ لاب وام (عبدالرحمٰن)
نصف	عصبہ	
۱	۱	۱
۲	۱	۹
۱۸	۹	

المبلغ: ۸/۱۲۸ توافق بجزء من: ۱۶ ترکہ ۷۵/۱۲۰۰

الأحیـــــاء

ورثہ	سہام	ترکہ
خالدہ	۸	۷۵
حمیدہ	۸	۷۵
زید	۱۶	۱۵۰
محمد	۲۴	۲۲۵
احمد	۲۴	۲۲۵
فاطمہ	۱۲	۱۱۲ $\frac{۴}{۸}$
زاہد	۱۸	۱۶۸ $\frac{۶}{۸}$
عبداللہ	۹	۸۴ $\frac{۳}{۸}$
عبدالرحمٰن	۹	۸۴ $\frac{۳}{۸}$

اِس نقشے پر دوبارہ نظر ڈالیں تو پہلے بطن میں راشدہ کے وارثین میں شوہر: راشد، بیٹی: رشدیٰ اور ماں: رشیدہ ہے، اور یہ مسئلہ ردیہ ہے؛ کیوں کہ اگر حسب ضابطہ ۱۲/ سے مسئلہ بنایا جائے تو ۳/ شوہر کو، ۶/ بیٹی کو، اور ۲/ ماں کو ملے گا، اور ایک حصہ باقی رہ جائے گا؛ لہٰذا رد کے قاعدہ نمبر ۴/ سے ''من لا یرد علیہم'' شوہر کے اقل مخرج ۴/ سے مسئلہ بنائیں گے، اور اقل مخرج ربع یعنی ایک شوہر کو دے کر ۳/ باقی بچیں گے۔ اُس کے بعد ''من یرد علیہم'' بیٹی اور ماں کا مسئلہ حسبِ ضابطہ ۶/ سے بنے گا، جس میں سے ۳/ بیٹی کو اور ایک ماں کو ملے گا؛ گویا کہ ۴/ سے رد ہوگا۔ اور ۴/ اور ''من لا یرد علیہم'' کے مابقیہ ۳/ میں تباین ہے؛ لہٰذا مسئلہ ردیہ ۴/ کو اصل مسئلہ ۴/ سے ضرب دیا جائے گا، تو اِس بطن کی تصحیح ۱۶/ سے ہوگی۔ اور پھر شوہر کے سہام ایک کو ''من یرد علیہ'' کے مسئلہ ۴/ میں ضرب دیں گے، تو اُس کا حصہ ۴/ ہوگا، اور بیٹی کے سہام ۳/ کو مابقیہ میں ضرب دینے کے بعد ۹/ ہو جائیں گے، اور اِسی طرح ضرب کے بعد ماں کا حصہ بھی ۳/ ہو جائے گا۔

اُس کے بعد شوہر: راشد کا انتقال ہوا، تو اُس کا مافی الید ۴/ ہے، اور وارثین میں بیوی، ماں اور باپ ہیں، تو اِس خاص صورت میں چوں کہ ماں کا حصہ ثلث مابقی ہے، اِس لئے اِس مسئلہ میں بھی اختصار کے طور پر اقل مخرج یعنی ۴/ ہی سے مسئلہ بنایا گیا، بیوی کو ربع یعنی ایک، ماں کو ثلث مابقی یعنی ایک، اور بقیہ ۲/ باپ کو دے دیا۔ اَب اصل مسئلہ اور ''مافی الید'' میں نسبت دیکھی گئی تو ''تماثل'' کی نسبت ہے، اِس لئے اِس بطن میں مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے۔

اُس کے بعد رشدیٰ کا انتقال ہوا، اُس کا ''مافی الید'' کل ۹/ ہے، اور اُس نے وارثین میں نانی، دو بیٹے اور ایک بیٹی کو چھوڑا ہے؛ لہٰذا مسئلہ ۶/ سے بنا، نانی کو سدس یعنی ایک، اور مابقیہ ۵/ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر ہر ہر بیٹے کو ۲-۲، اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔ بعد اَزاں ۶/ اور مافی الید ۹/ کے درمیان نسبت دیکھی گئی، تو توافق بالثلث کی نسبت نکلی، ۹/ کا وفق ۳/ اور ۶/ کا وفق ۲/ نکلا، اور ۹/ کا وفق ۳/ اور ۶/ کا وفق ۲/ رہے؛ لہٰذا ۲/ سے پہلے مسئلہ کو ضرب

دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۲ر سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ بعد ازاں اِس بطن سے اُوپر جتنے وارثین باحیات ہیں، اُن کے سہام کو بھی ۲ر سے ضرب دیا جائے گا؛ جب کہ نیچے والے بطن کے وارثین کو ''مافی الید'' کے دخل تین سے ضرب دیا جائے گا۔

اور چوتھے بطن میں رشیدہ کا انتقال ہوا، اُس کا مافی الید ۹ر ہے، اور اُس نے وارثین میں شوہر اور دو بھائیوں کو چھوڑا ہے: لہٰذا مسئلہ ۲ر سے بنے گا، ایک شوہر کو دیا جائے گا، اور مابقیہ ایک دونوں بھائیوں کا حصہ ہوگا۔ پھر عددِ سہام ایک اور دو بھائیوں میں چوں کہ تباین ہے، اِس لئے عددِ رُؤوس ۲ر میں اصل مسئلہ ۲ر کو ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۴ر سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی، جس میں سے ۲ر شوہر کو اور ۱-۱ر ہر بھائی کا حصہ ہوگا۔ اَب اصل مسئلہ ۴ر اور مافی الید ۹ر میں تباین ہے؛ لہٰذا ۴ر سے پہلے بطن کی تصحیح ۳۲ر کو ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۲۸ر نکلے گا۔ بعد ازاں چوتھے بطن سے اُوپر کے تمام باحیات وارثین کے سہام کو ۴ر میں ضرب دیں گے، اور چوتھے بطن کے سہام کو کل مافی الید ۹ر میں ضرب دیں گے؛ جیسا کہ اُوپر کے نقشہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور مسئلہ کا مبلغ ۱۲۸ر ہے، اور ترکہ ۱۲۰۰ر ہے، تو اِن دونوں کے درمیان جب نسبت دیکھی گئی، تو توافق بجزءٍ من ۱۶ر کی نسبت نکلی، اور ۱۲۸ر کا وفق ۸ر ہے، اور ۱۲۰۰ر کا وفق ۷۵ر ہے؛ لہٰذا ہر وارث کے سہام کو ۷۵ر سے ضرب دیا جائے گا، اور پھر حاصل ضرب کو ۸ر میں تقسیم کیا جائے گا، اور جو حاصل قسمت نکلے گا، وہی اُس وارث کا ترکہ میں سے حصہ ہوگا؛ جیسا کہ نقشہ میں بالترتیب لکھ دیا گیا ہے۔

وَلَوْ صَارَ بَعْضُ الْأَنْصِبَاءِ مِيْرَاثًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ – كَزَوْجٍ وَبِنْتٍ وَأُمٍّ – فَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَنِ امْرَأَةٍ وَأَبَوَيْنِ، ثُمَّ مَاتَتِ الْبِنْتُ عَنْ ابْنَيْنِ وَبِنْتٍ وَجَدَّةٍ، ثُمَّ مَاتَتِ الْجَدَّةُ عَنْ زَوْجٍ وَأَخَوَيْنِ – فَالأَصْلُ فِيْهِ: أَنْ تُصَحِّحَ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الْأَوَّلِ، وتُعْطِيَ سِهَامَ كُلِّ وَارِثٍ مِنَ التَصْحِيْحِ، ثُمَّ تُصَحِّحَ مَسْئَلَةَ الْمَيِّتِ الثَّانِيْ، وَتَنْظُرَ بَيْنَ مَا فِيْ يَدِهٖ مِنَ

التَّصُحِيُحِ الْأَوَّلِ وَبَيُنَ تَصُحِيُحِ الثَّانِيُ ثَلاثَةُ أَحُوَالٍ: فَإِنِ اسُتَقَامَ مَا فِيُ يَـدِهٖ مِنَ التَّصُحِيُحِ الْأَوَّلِ عَلَى الثَّانِيُ، فَلا حَاجَةَ إِلَى الضَّرُبِ، وَإِنُ لَمُ يَسُتَـقِمُ، فَانُظُرُ إِنُ كَانَ بَيُنَهُمَا مُوَافَقَةٌ، فَاضُرِبُ وِفُقَ التَّصُحِيُحِ الثَّانِيُ فِيُ التَّصُحِيُحِ الْأَوَّلِ. وَإِنُ كَانَ بَيُنَهُمَا مُبَايَنَةٌ، فَاضُرِبُ كُلَّ التَّصُحِيُحِ الثَّـانِيُ فِـيُ كُلِّ التَّصُحِيُحِ الْأَوَّلِ، فَالُمَبُلَغُ مَخُرَجُ الْمَسُأَلَتَيُنِ، فَسِهَامُ وَرَثَةِ الـمَيِّـتِ الْأَوَّلِ تُـضُـرَبُ فِـيُ الـمِضُرُوُبِ – أَعُنِيُ فِيُ التَّصُحِيُحِ الثَّـانِيُ أَوُ فِيُ وِفُقِهٖ – وَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِيُ تُضُرَبُ فِيُ كِلِّ مَا فِيُ يَـدِهٖ أَوُ فِيُ وِفُقِهٖ. وَإِنُ مَـاتَ ثَـالِـثٌ أَوُ رَابِعٌ أَوُ خَامِسٌ، فَاجُعَلِ الْمَبُلَغَ مَقَامَ الْأُوُلىٰ، وَالثَّالِثَةَ مَـقَامَ الثَّانِيَةِ فِيُ الْعَمَلِ ثُمَّ فِيُ الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ كَذٰلِكَ، إِلىٰ غَيُرِ النِّهَايَةِ.

تـرجـمـہ:- اور اگر کچھ حصے تقسیم سے پہلے قابل میراث ہو چکے ہوں، جیسے: شوہر، بیٹی اور ماں۔ پس تقسیم ترکہ سے پہلے شوہر، بیوی اور ماں باپ کو چھوڑ کر انتقال کر جائے، اُس کے بعد بیٹی، ۲ر بیٹے، ار بیٹی اور ار نانی کو چھوڑ کر انتقال کر جائے، پھر نانی، شوہر اور ۲ر بھائیوں کو چھوڑ کر انتقال کر جائے، تو اِس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ آپ پہلے انتقال کرنے والے شخص کے مسئلہ کی تصحیح کیجئے، اور تصحیح میں سے ہر وارث کو اُس کے سہام دے دیجئے، پھر دوسرے انتقال کرنے والے شخص کے مسئلہ کی تصحیح کیجئے، اور پہلی تصحیح اور دوسری تصحیح کے مافی الید کے درمیان تینوں حالتوں کو سامنے رکھ کر غور کیجئے، پس اگر پہلی تصحیح کا مافی الید دوسری تصحیح پر برابر سرابر تقسیم ہو جائے، تو ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر تقسیم نہ ہو تو غور کیجئے، اگر اُن کے درمیان توافق ہو تو دوسری تصحیح کے وفق کو پہلی تصحیح میں ضرب دیجئے، اور اگر اُن کے درمیان تباین ہو تو دوسری تصحیح کے کل کو پہلی تصحیح کے کل

میں ضرب دیجئے، تو حاصل ضرب دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا۔ اُس کے بعد پہلی میت کے ورثہ کے سہام کو عددِ مضروب (دوسری تصحیح یا اُس کے وفق) میں ضرب دیا جائے، اور دوسری میت کے ورثہ کے سہام کو اُس کے مافی الید یا اُس کے وفق میں ضرب دیا جائے۔ اور اگر تیسرا یا چوتھا یا پانچواں وارث انتقال کر جائے، تو مسئلہ بناتے وقت مبلغ کو پہلے مسئلہ کے قائم مقام اور تیسرے کو دوسرے کے قائم مقام پھر چوتھے اور پانچویں کے قائم مقام بنایا جائے، اِسی طرح آخر تک۔

تمرین

(۱) مناسخہ کسے کہتے ہیں؟

(۲) مناسخہ کا مسئلہ بناتے وقت کن اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟ وضاحت کے ساتھ بیان کریں؟

(۳) مناسخہ بنانے کے اُصول وقواعد زبانی یاد کریں؟

(۴) عبدالسمیع کا انتقال ہوا، اُس نے ورثہ میں ۶ لڑکے: عبدالوصی، عبدالمغیث، محمد شکیل، محمد حنیف، محمد مبین، محمد فرید اور ۳ لڑکیاں: سعیدہ، حسینہ، اور شکیلہ کو چھوڑا۔

پھر اُس کے بعد عبدالوصی کا انتقال ہوگیا، اُس نے ورثہ میں بیوی: شادماں اور مذکورہ بھائی بہنوں کو چھوڑا۔

اُس کے بعد سعیدہ کا انتقال ہوا اُس نے بھی اپنے ورثہ میں مذکورہ بھائی بہنوں کو چھوڑا اور مرحوم کا کل ترکہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپئے ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا ملے گا؟

ذوی الارحام کا بیان

(بَابَ ذَوِي الْأَرْحَامِ)

اَرحام ''رحم'' کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ''بچہ دانی'' کے آتے ہیں؛ چوں کہ یہی عضو دنیا میں ساری قرابت اور رشتے داری کی بنیاد ہے، اِس لئے اِس لفظ کو ''رشتے داری'' کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

تاہم علمِ فرائض کی اِصطلاح میں ''ذوی الارحام'' کا اِطلاق اُن رشتے داروں پر ہوتا ہے، جن کا نہ تو شریعت میں کوئی حصہ متعین ہے اور نہ وہ عصبات میں داخل ہیں۔

جمہور صحابہ کرامؓ کے نزدیک اگر میت کے وارثین میں ذوی الفروض اور عصبات وغیرہ موجود نہ ہوں، تو ذوی الارحام میں اُس کے ترکہ کی تقسیم کی جائے گی، یہی اَحناف کا قول ہے، جس کی تائید آیت قرآنی: ﴿وَاُوْلُوْ الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ [الأنفال، جزء آيت: ۷۵] (اور اللہ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں) اور حدیث: ''اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ''. (سنن الترمذي ۲/ ۳۰ رقم: ۲۱۰٤) (ماموں اُس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں) سے ہوتی ہے۔

ذُوْ الرَّحِمِ: هُوَ كُلُّ قَرِيْبٍ لَيْسَ بِذِيْ سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ، وَكَانَتْ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَرَوْنَ تَوْرِيْثَ ذَوِي الْأَرْحَامِ، وَبِهٖ قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ:

ترجمہ:- ''ذی رحم'' وہ رشتہ دار کہلاتا ہے جو نہ تو ذوی الفروض میں ہو اور

نہ ہی عصبہ میں۔ اکثر حضرات صحابہؓ ذوی الارحام کو وارث بنانے کے قائل ہیں، اور ہمارے اَصحابِ حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔

اِس کے برخلاف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اگر ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں، تو کل ترکہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا، اور ذوی الارحام کو نہیں دیا جائے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

اِن حضرات کا اِستدلال یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں میراث کے تفصیلی اَحکامات بیان ہوئے ہیں، اُن میں ذوی الارحام کا کوئی ذکر نہیں ہے، پس موقعِ بیان پر سکوت عدم استحقاق کی دلیل ہے۔

نیز مراسیل ابی داؤد میں حضرت عطاء کی ایک مرسل روایت ہے کہ: "**إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ إِلٰى قُبَاءَ لِيَسْتَخِيْرَ فِيْ مِيْرَاثِ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ لَا مِيْرَاثَ لَهُمَا.** (المراسيل لأبي داؤد ص: ۱۱۹ دار القلم بيروت) (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھوپھی اور خالہ کی میراث کے سلسلے میں غور وفکر فرمارہے تھے، اِسی عالم میں آپ قباء تشریف لے گئے، تو آپ پر وحی نازل ہوئی کہ پھوپھی اور خالہ وراثت کی حق دار نہیں ہیں)

جمہور کی طرف سے مذکورہ پہلے اِستدلال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آیت میراث میں ذوی الارحام کا ذکر نہیں ہے؛ لیکن اپنے عموم کے اعتبار سے آیت: ﴿**وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ**﴾ [الأنفال، جزء آیت: ۷۵] میں حسبِ شرائط ذوی الارحام شامل ہیں، اور ایک طرح کے مسائل واَحکام کا قرآنِ کریم میں یکجا طور پر بیان کرنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا اِستدلال تام نہیں ہوا۔

اور دوسرے اِستدلال کا جواب یہ ہے کہ پھوپھی اور خالہ کے مستحق نہ ہونے کی جو بات روایت میں فرمائی گئی، اُس سے مراد یہ ہے کہ وہ باقاعدہ ذوی الفروض میں داخل نہیں ہیں۔ اور ذوی الفروض یا عصبات کے ہوتے ہوئے وہ ترکہ کی مستحق نہ ہوں گی؛ لیکن اُن کی غیر موجودگی

میں ذوی الارحام ہونے کی حیثیت سے مستحق ہونے کی نفی نہیں کی گئی ہے؛ جیسا کہ خود حضرت اِمام ابوداوٗدؒ نے مذکورہ روایت کے بعد یہ تبصرہ فرمایا ہے: **قال أبو داؤد: معناه لا سهم لهما ولكن يورثون للرحم.** (المراسيل لأبي داؤد ص: ۱۱۹ دار القلم بيروت) (یعنی اُن کے لئے مقررہ حصہ نہیں ہے؛ لیکن وہ دونوں ذوات الارحام ہونے کی حیثیت سے وارث بنیں گی)

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مراسیل ابی داوٗد والی روایت ﴿وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلَى بِبَعْضٍ﴾ [الأنفال، جزء آيت: ۷۵] والی آیت کے نزول سے پہلے کی ہو۔

نوٹ:- مذکورہ بالا اختلاف اپنی جگہ ثابت ہے؛ لیکن موجودہ دور میں جب کہ کسی بھی ملک میں باقاعدہ بیت المال کا نظام نافذ نہیں ہے، اِس لئے فقہاء مالکیہ وشافعیہ نے ایسی صورتِ حال میں ذوی الارحام ہی کو ترکہ تقسیم کرنے کی تائید فرمائی ہے۔ بریں بنا عملی طور پر اَب اِس اختلاف کا کوئی اَثر ظاہر نہیں ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَا مِيْرَاثَ لِذَوِي الْأَرْحَامِ، وَيُوْضَعُ الْمَالُ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ، وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.

ترجمہ:- جب کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ ذوی الارحام کو وراثت نہیں ملے گی، اور (ذوی الفروض اور عصبات کو دینے کے بعد مابقیہ) ترکہ بیت المال میں داخل کردیا جائے گا۔ حضرت اِمام مالک اور اِمام شافعی علیہما الرحمہ بھی اِسی کے قائل ہیں۔

ذوی الارحام کی اَصناف

جس طریقے پر عصبہ بنفسہ کی ۴؍ صنفیں ہوتی ہیں، اِسی طرح ذوی الارحام کی بھی ۴؍ اَصناف مقرر ہیں:

صنفِ اَول:- یعنی وہ ذوی الارحام میت کی طرف منسوب ہوں، جیسے: (۱) نواسے اور نواسیاں (۲) پوتیوں کی مذکر اور مؤنث اَولادیں۔

صنفِ دوم:- یعنی وہ ذوی الارحام جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے، جیسے: (۱) اَجدادِ فاسدہ (نانا اور میت کی ماں کا دادا) (۲) جداتِ فاسدہ (میت کی ماں کی دادی وغیرہ)

صنفِ سوم:- یعنی وہ ذوی الارحام جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوں، جیسے: بھانجے، بھانجیاں، بھتیجیاں، ماں شریک بہن بھائیوں کی اَولاد۔

صنفِ چہارم:- یعنی وہ ذوی الارحام جو میت کے نانا، نانی دادا، دادی کی طرف منسوب ہوں، جیسے: (۱) پھوپھیاں (۲) ماں شریک چچا (۳) ماموں (۴) خالائیں وغیرہ۔

وَذَوُو الأَرْحَامِ أَصْنَافٌ أَرْبَعَةٌ: الأَوَّلُ: يَنْتَمِي إِلَى المَيِّتِ، وَهُمْ أَوْلَادُ البَنَاتِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الابْنِ. وَالصِّنْفُ الثَّانِي: يَنْتَمِي إِلَيْهِمُ المَيِّتُ، وَهُمُ الأَجْدَادُ السَّاقِطُونَ وَالجَدَّاتُ السَّاقِطَاتُ. وَالصِّنْفُ الثَّالِثُ: يَنْتَمِي إِلَى أَبَوَيِ المَيِّتِ، وَهُمْ أَوْلَادُ الأَخَوَاتِ وَبَنَاتُ الإِخْوَةِ وَبَنُو الإِخْوَةِ لِأُمٍّ. وَالصِّنْفُ الرَّابِعُ: يَنْتَمِي إِلىٰ جَدَّيِ المَيِّتِ أَوْ جَدَّتَيْهِ، وَهُمُ العَمَّاتُ وَالأَعْمَامُ لِأُمٍّ وَالأَخْوَالُ وَالخَالَاتُ.

ترجمہ:- ''ذوات الارحام'' کی چار اَقسام ہیں: (۱) وہ ذی رحم جو میت کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور وہ نواسے نواسیاں اور پوتی کی اَولاد ہیں (۲) وہ ذی رحم جن کی طرف میت منسوب ہوتی ہے، اور وہ جد فاسد اور جدۂ فاسدہ ہیں (۳) وہ ذی رحم جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور وہ بھتیجے بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں اور اَخیافی بھانجے ہیں (۴) وہ ذی رحم جو میت کے دادا یا دادیوں کی طرف منسوب ہو، اور وہ پھوپھیاں، اَخیافی چچا، ماموں اور خالائیں ہیں۔

اَصنافِ اَربعہ میں ترتیب کی بحث

اَب یہاں یہ بحث ہے کہ مذکورہ اَصناف میں ترکہ کی تقسیم کے وقت کیا ترتیب ملحوظ رکھی جائے؟ تو اِس سلسلے میں تین اَقوال اَحناف کے درمیان معروف ہیں:

(۱) اِمام ابوسلیمان جوز جانیؒ نے حضرت اِمام محمدؒ کے حوالے سے حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کی یہ رائے ذکر فرمائی ہے کہ اُن اَصناف میں سب سے اَقرب صنف صنف ثانی ہے اُوپر تک، اُس کے بعد صنف اَول نیچے تک، پھر صنفِ ثالث اور اَخیر میں صنف رابع۔

(۲) حضرت اِمام اَبویوسفؒ اور حضرت حسن بن زیادؒ نے حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ سے اِسی طرح حضرت محمد بن سماعہؒ نے حضرت اِمام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کے حوالے سے حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کی یہ رائے ذکر کی ہے کہ ذوی الارحام کی اَصناف اَربعہ میں بھی وہی ترتیب ہے جو عصبات میں بیان کی گئی ہے؛ گویا کہ صنف اَول اَقرب ہے، اور اُس کے بعد بالترتیب دیگر اَصناف کا درجہ ہے، اور یہی قول مذہب میں مفتی بہ اور معتمد ہے۔

(۳) حضرات صاحبینؒ کے نزدیک ترتیب اِس طرح ہے کہ صنف اَول اپنی جگہ پر ہے، یعنی سب سے اَقرب ہے، اُس کے بعد صنف ثالث ہے، پھر صنف ثانی ہے، اور اَخیر میں صنف رابع ہے؛ گویا کہ اُنہوں نے اَجداد والی صنف کو بھائیوں والی صنف سے مؤخر کردیا ہے۔

فَهٰؤُلَاءِ وَكُلُّ مَنْ يُدْلىٰ بِهِمْ، مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ. رَوَى أَبُوْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالىٰ، أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ الصِّنْفِ الثَّانِي وَإِنْ عَلَوْا، ثُمَّ الْأَوَّلُ وَإِنْ سَفُلُوْا، ثُمَّ الثَّالِثُ وَإِنْ نَزَلُوْا، ثُمَّ الرَّابِعُ وَإِنْ بَعُدُوْا.

وَرَوَى أَبُوْ يُوْسُفَ وَالحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ حَنِيفَةَ، وَابْنُ سِمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الحَسَنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ – رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – أَنَّ أَقْرَبَ الْأَصْنَافِ الصِّنْفُ الْأَوَّلُ ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ كَتَرْتِيْبِ العَصَبَاتِ وَهُوَ المَأْخُوْذُ بِهٖ.

وَعِنْدَهُمَا الصِّنْفُ الثَّالِثُ مُقَدَّمٌ عَلَى الجَدِّ أَبِ الْأُمِّ؛ لِأَنَّ عِنْدَهُمَا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَوْلىٰ مِنْ فَرْعِهٖ، وَفَرْعُهُ وَإِنْ سَفُلَ أَوْلىٰ مِنْ أَصْلِهٖ.

ترجمہ:- چناں چہ یہ تمام مذکورہ ذوی الارحام اور جو اِن سے منسوب ہیں، اُن کے سلسلے میں حضرت ابوسلیمانؒ نے اِمام محمدؒ کے واسطے سے اِمام اَبوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اِن میں اَقرب ترین قسم "قسم ثانی" ہے، اُوپر تک۔ پھر قسم اَول نیچے تک، پھر قسم ثالث نیچے تک، پھر قسم رابع اخیر تک۔

اور اِمام اَبو یوسفؒ اور اِمام حسن بن زیادؒ نے اِمام اَبوحنیفہؒ سے اور حضرت محمد ابن سماعہؒ نے اِمام محمدؒ کے واسطے سے اِمام اَبوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ اَقسام میں اَقرب ترین صنف: صنفِ اول ہے، اُس کے بعد صنف ثانی، پھر صنف ثالث، پھر صنف رابع، عصبات کی ترتیب کے مطابق، اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک صنفِ ثالث جد (نانا) پر مقدم ہے؛ اِس لئے کہ صاحبینؒ کے نزدیک اِن (تیسری قسم) میں سے ہر ایک اپنی فرع کے مقابلے میں زیادہ اَولیٰ ہے، جب کہ اس (دوسری قسم) کی فرع نیچے تک اپنی اصل کے مقابلے میں زیادہ اَولیٰ ہے۔

نوٹ:- قولہ: لأن عندهما ...... الخ:- یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرات صاحبینؒ نے صنف ثالث کو صنف ثانی پر مقدم کیوں کیا؟ تو اِس کی توجیہ کرتے ہوئے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ صنف ثالث میں اصل یعنی اُوپر کا رشتے دار فرع یعنی نیچے کے رشتے دار کے مقابلے میں ترکے کا مستحق ہوتا ہے، مثلاً: اگر بھانجہ اور بھانجے کا بیٹا موجود ہو تو بھانجے کو حصہ ملے گا، اور اُس کے بیٹے کو نہیں ملے گا (یہ بات اُصول کے موافق ہے) اِس کے برخلاف صنف ثانی میں فرع اپنی اصل کے مقابلے میں ترکے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے، مثلاً: اگر نانا اور پرنانا دونوں موجود ہوں، تو نانا کو حصہ ملے گا اور پرنانا کو نہیں ملے گا۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ فرع کے مقابلے میں اصل کے استحقاق کے اعتبار سے صنف ثالث زیادہ اَقرب معلوم ہوتی ہے، اِس لئے اُسے مقدم کیا گیا ہے۔

اور اِس عبارت میں **"کل واحد منهم"** کی ضمیر مجرور صنفِ ثالث کی طرف راجع ہے، اور **"أولىٰ من فرعه"** کی ضمیر مجرور **"کل واحد"** کی طرف راجع ہے، اور **"وفرعه"** کی ضمیر مجرور صنف ثانی کی طرف راجع ہے، اور **"أولىٰ من أصله"** کی ضمیر مجرور **"وفرعه"** کی طرف راجع ہے۔

نوٹ:- چوں کہ یہ عبارت ضمائر کے انتشار کی وجہ سے کچھ غیر واضح سی ہے، اِس لئے بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ یہ مصنف کی عبارت نہیں، اور قدیم نسخوں میں بھی نہیں ملتی؛ بلکہ کسی کم فہم طالبِ علم نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ (شریفیہ ص:۱۵۰)

تمرین

(۱) ذوی الارحام کی لغوی واصطلاحی وضاحت کیجئے؟

(۲) ذوی الارحام کے وارث بننے کے سلسلے میں کیا اختلاف ہے؟ تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے؟

(۳) ذوی الارحام کی اصنافِ اربعہ بیان کیجئے؟

(۴) اَصنافِ اربعہ کو وراثت دینے کے سلسلے میں کیا ترتیب ملحوظ رکھی جائے گی؟

صنفِ اَول میں تقسیمِ ترکہ کے ضابطے

(فَصْلٌ فِيْ الصِّنْفِ الأَوَّلِ)

ذوی الارحام کی پہلی صنف اَولاد بنات (نواسے نواسیاں نیچے تک) اور اَولادِ بنات الابن (پوتی کی اَولاد نیچے تک) میں منحصر ہے، ان میں سے اگر کوئی ایک ہی فرد ہو، مثلاً صرف نواسی ہو یا صرف نواسہ، یا صرف پوتی کی بیٹی ہو یا بیٹا، تو وہی کل مال کا مستحق ہوگا۔ اور اگر اس صنف کے متعدد رشتے دار موجود ہوں، تو درج ذیل ضابطوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ترکہ کی تقسیم کی جائے گی:

پہلا ضابطہ

اَولاً یہ دیکھا جائے گا کہ میت سے اقرب ترین رشتہ کس کا ہے؟ تو جو اقرب ہوگا اُسے دے کر دیگر کو محروم کر دیا جائے گا، مثلاً: اگر سگی نواسی (بنت البنت) اور پوتی کی بیٹی (بنت بنت الابن) موجود ہو، تو اُسی کو دے کر پوتی کو محروم کر دیا جائے گا؛ اِس لئے کہ نواسی کا میت سے رشتہ صرف ایک واسطے سے ہے، اور پوتی کی بیٹی کا رشتہ ۲/واسطوں سے ہے۔

مسئلہ: ا
میت

بنت البنت	بنت بنت الابن
ا	محروم

مسئلہ: ا
میت

ابن البنت (نواسہ)	بنت بنت الابن (پڑپوتی)
ا	محروم

أَوْلِيٰهُمْ بِالْمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى الْمَيِّتِ، كَبِنْتِ الْبِنْتِ؛ فَإِنَّهَا أَوْلىٰ مِنْ بِنْتِ بِنْتِ الابْنِ.

ترجمہ:- صنف اول کے اَصحاب میں وراثت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو میت سے سب سے زیادہ قریب ہو، جیسے: نواسی؛ اِس لئے کہ وہ پوتی کی بیٹی کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے۔

دوسرا ضابطہ

اور اگر صنفِ اَول میں متعدد رشتے دار ایک ہی درجہ کے ہوں، تو اَب یہ دیکھا جائے گا کہ اُن میں وارث شرعی (ذوی الفروض یا عصبات) کی اَولاد کون ہے؟ پس ذوی الارحام کی اَولاد کے مقابلے میں وارث کی اَولاد کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً: پوتی کی بیٹی اور نواسے کا بیٹا اگر دونوں موجود ہوں، تو پوتی کی بیٹی کو ترجیح ہوگی؛ کیوں کہ پوتی ممکنہ وارثین میں ہے، جب کہ نواسی وارثین میں نہیں ہے۔ نقشہ اِس طرح ہے:

مسئلہ: ا
میت

بنت بنت الابن	ابن بنت البنت
ا	محروم

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الدَّرَجَةِ، فَوَلَدُ الوَارِثِ أَوْلىٰ مِنْ وَلَدِ ذَوِي الْأَرْحَامِ، كَبِنْتِ بِنْتِ الابْنِ فَإِنَّهَا أَوْلىٰ مِنْ ابْنِ بِنْتِ البِنْتِ.

ترجمہ:- اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں، تو وارث کی اَولاد ذوی الارحام کی اَولاد کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگی، جیسے: پوتی کی بیٹی؛ اِس لئے کہ وہ نواسی کے بیٹے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے۔

تیسرا ضابطہ

اگر ذوی الارحام سب درجے اور قرابت میں برابر ہوں، یعنی اُن میں سے کوئی وارث کی اَولاد نہ ہو، یا سب ہی وارث کی اَولاد ہوں، مثلاً: سب پرنواسیاں، یا ایک پوتی کا بیٹا اور ایک پوتی کی بیٹی ہو، یا ایک نواسہ ہو، یا ایک نواسی ہو۔ تو ایسی صورت میں اگر اُصول صفت ذکورت واُنوثت میں متفق ہوں، تو ترکہ کی تقسیم بالاتفاق ابدان فروع یعنی عددِ رُءوس کے اعتبار سے ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر ہوگی۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳

میت

بنت الابن (پوتی)	بنت البنت (نواسی)
۲	۱

چوتھا ضابطہ

اگر صنف اول میں باحیات متعدد رشتے دار قرابت اور درجہ میں برابر ہوں؛ لیکن اُصول اور صفت ذکورت واُنوثت میں مختلف ہوں، تو حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اور حضرت حسن بن زیادؒ اِس صورت میں بھی صرف اَبدانِ فروع کا اعتبار کرتے ہیں؛ گویا کہ اِن حضرات کے نزدیک اُصول کے بجائے صرف موجود زندہ ذوی الارحام کی تعداد کو دیکھا جائے گا، اور اُن کے درمیان

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے ترکہ کی تقسیم ہوگی، اِس قول کے اعتبار سے مسئلہ کی تخریج اگر چہ بہت آسان ہے؛ لیکن یہ قول مفتی بہ نہیں ہے۔

اور اِس صورت میں حضرت اِمام محمدؒ اُصول کو سامنے رکھ کر فروع میں ترکہ کی تقسیم کرتے ہیں؛ چناں چہ اُن کے نزدیک اُصول میں اَولاً جس بطن میں اختلاف ہوگا، ترکہ کی تقسیم اُسی بطن کے موافق کی جائے گی، پھر ہر اصل کا حصہ اُس کی فرع میں حسبِ ضابطہ تقسیم کیا جائے گا۔

مثلاً: اگر کسی شخص نے نواسے کی لڑکی اور نواسی کے لڑکے کو چھوڑا، تو حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک لڑکے کو ثلثان اور لڑکی کو ثلث ملے گا؛ لیکن اِمام محمدؒ کے نزدیک لڑکی کو ثلثان اور لڑکے کو ثلث ملے گا؛ گویا اُن کے اُصول کا حصہ نیچے منتقل ہو جائے گا، حنفیہ کے نزدیک یہی قول مفتی بہ ہے۔ نقشہ سے اِس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ: ۳ عندالامام ابی یوسفؒ
میت

البنت	البنت
ابن	بنت
بنت	ابن
۱	۲

مسئلہ: ۳ عندالامام محمدؒ
میت

البنت		البنت
ابن	۳	بنت
۲		۱
بنت		ابن
۲		۱

وَإِنِ اسْتَوَتْ دَرَجَاتُهُمْ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ وَلَدُ الوَارِثِ أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ يُدْلُوْنَ بِوَارِثٍ: فَعِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ وَالحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ – رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالىٰ – يُعْتَبَرُ أَبْدَانُ الفُرُوْعِ وَيُقْسَمُ المَالُ عَلَيْهِمْ، سَوَاءٌ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الأُصُوْلِ فِي الذُّكُوْرَةِ وَالأُنُوْثَةِ أَوِ اخْتَلَفَتْ.

وَمُحَمَّدٌ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – يَعْتَبِرُ أَبْدَانَ الفُرُوْعِ إِنِ اتَّفَقَتْ صِفَةُ الأُصُوْلِ مُوَافِقًا لَهُمَا، وَيَعْتَبِرُ الأُصُوْلَ إِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَاتُهُمْ وَيُعْطِي الفُرُوْعَ مِيْرَاثَ الأُصُوْلِ مُخَالِفًا لَهُمَا.

كَمَا إِذَا تَرَكَ اِبْنَ بِنْتٍ، وَبِنْتَ بِنْتٍ عِنْدَهُمَا يَكُوْنُ المَالُ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ بِاعْتِبَارِ الأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – كَذٰلِكَ لِأَنَّ صِفَةَ الأُصُوْلِ مُتَّفِقَةٌ.

وَلَوْ تَرَكَ بِنْتَ ابْنِ بِنْتٍ، وَابْنَ بِنْتِ بِنْتٍ عِنْدَهُمَا المَالُ بَيْنَ الفُرُوْعِ أَثْلاثًا بِاعْتِبَارِ الأَبْدَانِ: ثُلُثَانِ لِلذَّكَرِ، وَثُلُثُهُ لِلأُنْثىٰ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – المَالُ بَيْنَ الأُصُوْلِ أَعْنِي فِي البَطْنِ الثَّانِي أَثْلاثًا: ثُلُثَاهُ لِبِنْتِ ابْنِ البِنْتِ نَصِيْبُ أَبِيْهَا وَثُلُثُهُ لِابْنِ بِنْتِ البِنْتِ نَصِيْبُ أُمِّهٖ.

ترجمہ:- اور اگر سب مساوی درجہ کے ہوں، اور اُن میں کوئی وارث کی اَولاد نہ ہو، یا سب کے سب وارث کی طرف منسوب ہوں، تو اِمام اَبو یوسف اور اِمام حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک فروع کا اعتبار کرتے ہوئے اُن کے درمیان ترکہ تقسیم کیا جائے گا؛ خواہ وہ اُصول مذکر اور مؤنث ہونے میں متفق ہوں یا مختلف ہوں۔

اور حضرت اِمام محمدؒ فروع کا اعتبار کرتے ہیں، جب کہ اُصول کی صفت متفق ہو شیخینؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے۔ اور اُصول کا اعتبار کرتے ہیں، جب کہ اُن کی صفات

مختلف ہوں۔اور فروع کو اُصول کی وراثت دیتے ہیں (شیخینؒ کے مسلک کے برخلاف) جیسا کہ میت نے (ایک) بیٹی کا بیٹا اور (دوسری) بیٹی کی بیٹی چھوڑی، تو شیخینؒ کے نزدیک دونوں کے درمیان ترکہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ اور اِمام محمدؒ کے نزدیک بھی اِسی طرح تقسیم ہوگا؛ اِس لئے کہ اُصول کا وصف متفق ہے۔

اور اگر میت نے ایک نواسے کی بیٹی (بنت ابن البنت) اور دوسری نواسی کا بیٹا (ابن بنت البنت) چھوڑا، تو شیخینؒ کے نزدیک اَبدان کا اعتبار کرتے ہوئے فروع کے درمیان ترکہ ''اَثلاثاً'' (۳/تہائی) تقسیم ہوگا۔ ۲/ثلث مذکر کے لئے اور ایک ثلث مؤنث کے لئے؛ جب کہ حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک (اَولاً) ترکہ اُصول کے درمیان (دوسرے بطن میں) اَثلاثاً تقسیم ہوگا، ۲/ثلث نواسے کی بیٹی کو اپنے باپ کا حصہ ملے گا، اور ایک ثلث نواسی کے بیٹے کو اپنی ماں کا حصہ ملے گا۔

ایک مثال کے ذریعہ اِختلاف کی وضاحت

(۴) اگر ایک درجہ کے متعدد ذوی الارحام جمع ہوں، اور اُن کا تعلق مختلف بطون سے ہو، تو حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک اُن بطنوں میں جہاں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اَولاً فرق ہوگا، اُسی کے مطابق مسئلہ بنایا جائے گا، اور پھر اُس بطن کے مذکر اور مؤنث ذوی الارحام کے الگ الگ گروپ بنادئے جائیں گے، اور ہر گروپ کے سہام کو اُن کے فروع میں تقسیم کیا جائے گا، اور اس میں بھی نیچے کے جس بطن میں تذکیر و تانیث میں اختلاف ہوگا، اس میں مذکورہ ضابطے کے موافق ہی الگ الگ گروپ بنا کر تقسیم کا عمل مکمل کیا جائے گا۔

جس کی وضاحت کے لئے صاحب سراجی نے ۶/بطن کی ایک مثال پیش فرمائی ہے، جو درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۱۵، تصـ: ۶۰ مضـ: ۴

میت

(۱) بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن

۹ ۶

۳۶ ۲۴

(۲) بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

(۳) بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن

۱۸ ۱۸ ۱۲ ۱۲

(۴) بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت

۶ ۱۲ ۹ ۹

(۵) بنت بنت ابن بنت ابن ابن بنت بنت بنت بنت ابن بنت

۳ ۳ ۶ ۶ ۴ ۸

(۶)	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
الاحیاء	سلیمہ	سلیم	کریمہ	کریم	رشیدہ	راشدہ	رشید	فاطمہ	عائشہ	خالدہ	ماجدہ	سعیدہ
السہام	۱	۲	۳	۴	۲	۶	۶	۳	۹	۴	۸	۱۲

تفصیل:- مذکورہ بالا نقشے میں پہلے بطن میں ۹ ر لڑکیاں اور ۳ ر لڑکے ہیں؛ لہٰذا ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے کل ۱۵ ر سہام ہوتے ہیں، جن میں سے لڑکیوں کے گروپ کے ۹ ر ہیں، اور لڑکوں کے گروپ کے ۶ ر ہیں، تو اصل مسئلہ ۱۵ ر سے بنایا گیا۔

اور دوسرے بطن میں چوں کہ صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں، یعنی ذکور واِناث کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اِس لئے اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

اُس کے بعد تیسرے بطن میں لڑکیوں کے گروپ کے نیچے ۶ ر لڑکیاں اور ۳ ر لڑکے ہیں،

جن کے مجموعی اعداد ۱۲ر ہوتے ہیں، جن کے سہام ۹ر ہیں، پس رُؤوس اور سہام کے مابین نسبت دیکھی گئی، تو توافق بالثلث کی نسبت نکلی؛ لہٰذا ۱۲ر کے وفق ۴ر کو محفوظ کرلیا، بعد اَزاں بطن ثالث میں بطن اَول کے لڑکوں کے گروپ کے نیچے ۲ر لڑکیاں اور ۱ر لڑکا ہے، جن کا مجموعی عددِ رُؤوس ۴ر ہے، اور اُن کے سہام ۶ر ہیں، اُن میں توافق بالنصف کی نسبت ہے: لہٰذا ۴ر کے وفق ۲ر کو محفوظ کرلیا، اَب اَعدادِ محفوظہ ۲ر اور ۴ر کے مابین چوں کہ تداخل ہے؛ اِس لئے بڑے عدد یعنی ۴ر کو اصل مسئلے ۱۵ر میں ضرب دیا، تو تصحیح ۶۰ر سے ہوئی۔ اُس کے بعد ۹ر کو ۴ر میں ضرب دیا تو ۳۶ر ہو گئے، اور اُن کو جب بطن ثالث میں اُتارا گیا تو ۶ر لڑکیوں کے گروپ کو ۱۸ر اور تین لڑکوں کے گروپ کو بھی ۱۸ر ملے۔

دوسری طرف بطن اول کے لڑکوں کے گروپ کے سہام ۶ر کو بھی ۴ر میں ضرب دیا تو وہ ۲۴ر ہو گئے، اور جب ۲۴ر کو اُن میں تقسیم کیا گیا، تو لڑکیوں کے گروپ کو ۱۲ر اور ایک لڑکے کو ۱۲ر دے دیا گیا۔

یہاں تک تقسیم مکمل ہونے کے بعد لڑکیوں کے گروپ میں بطن ثالث میں جو الگ گروپ ۶ر لڑکیوں کا بنایا گیا تھا، اُس کے ۱۸ر سہام کو بطن رابع میں موجود ۳ر لڑکیوں اور تین لڑکوں کے درمیان اِس طرح تقسیم کیا کہ لڑکیوں کا الگ گروپ بنا کر ۶ر دئے گئے، اور لڑکوں کا الگ گروپ بنا کر ۱۲ر دئے گئے۔

پھر بطن رابع کی ۳ر لڑکیوں کے گروپ کو جو ۶ر سہام ملے وہ بطن خامس میں ۲ر لڑکیوں اور ایک لڑکے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کئے گئے؛ گویا بطن خامس میں ۲ر لڑکیوں کو ۳ اور لڑکے کو بھی ۳ر ملے۔

پھر بطن خامس کی دو لڑکیوں کے گروپ کو جو ۳ر سہام ملے تھے، وہ بطن سادس کی ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے درمیان اثلاثاً تقسیم ہوئے، تو لڑکی سلیمہ کو ایک اور لڑکے سلیم کو ۲ر ملے، اور بطن خامس میں لڑکے کو جو ۳ر ملے تھے، وہ اس کی بیٹی کریمہ کو پورے کے پورے دے دئے گئے۔

اُس کے بعد بطن رابع میں لڑکوں کے گروپ کو جو ۱۲ر سہام ملے تھے، وہ بطن خامس میں

۲/لڑکی اور ایک لڑکے کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوئے، تو بطن خامس میں دونوں لڑکیوں کا گروپ بنا کر ۶، اور لڑکے کو ۶/سہام دئے۔

اَب بطن خامس کی جن لڑکیوں کے گروپ کو جو ۶/سہام ملے تھے، وہ بطن سادس میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کے درمیان اَثلاثاً تقسیم ہوں گے؛ چناں چہ لڑکے کریم کو ۴/اور لڑکی رشیدہ کو ۲/ ملے، اور بطن خامس میں اُس کے برابر والے لڑکے کو جو ۶/سہام ملے تھے، وہ اس کی بیٹی راشدہ کو پورے منتقل ہو جائیں گے۔ (یہ بطن ثالث کی لڑکیوں کے سہام کی تقسیم مکمل ہوئی)

پھر بطن ثالث میں لڑکوں کے گروپ کو جو ۱۸/سہام ملے تھے، انہیں بطن رابع میں ۲/ لڑکیوں اور ایک لڑکے کے درمیان تقسیم کیا گیا، تو لڑکیوں کے گروپ کو ۹/اور ایک لڑکے کو بھی ۹/ ملے، اب اس بطن کے نیچے بطن خامس میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ لہٰذا اُسے چھوڑتے ہوئے اُن کا حصہ براہ راست بطن سادس والے زندہ وارثین کی طرف منتقل ہوگا، پس ۲/لڑکیوں کو جو ۹/سہام ملے ہیں، وہ بطن سادس میں ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے درمیان اثلاثا تقسیم ہوں گے، لڑکے رشید کو ۶/اور لڑکی فاطمہ کو ۳/ملیں گے۔ اور بطن رابع میں لڑکے کو جو ۹/ ملے تھے، وہ براہ راست بطن سادس کی عائشہ کو دئے جائیں گے۔ (اب یہاں تک بطن اول کی لڑکیوں کے گروپ کا حصہ مکمل ہوا)

اَب بطن اول میں ۳/لڑکوں کے گروپ کو جو تصحیح کے بعد سہام ملے تھے، جو بطن ثالث میں دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کے درمیان ۱۲-۱۲/تقسیم کئے گئے تھے، اب اس میں جو لڑکیوں کا گروپ بنا اُس کے نیچے بطن رابع میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے؛ البتہ بطن خامس میں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے؛ لہٰذا اُن کے گروپ کے ۱۲/سہام کو اَثلاثاً تقسیم کرتے ہوئے ۴/بیٹی کو اور ۸/بیٹے کو ملیں گے، اب بیٹی کو جو چار ملے ہیں، وہ براہِ راست بطن سادس میں اُس کی بیٹی خالدہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے، اور بیٹے کو جو ۸/ ملے ہیں، وہ بطن سادس میں اُس کی بیٹی ماجدہ کی طرف منتقل کر دئے جائیں گے۔

اور بطن ثالث میں لڑکوں کے گروپ میں ایک لڑکے کو جو ۱۲؍سہام ملے تھے؛ تو چوں کہ اُس کے نیچے بطن رابع اور خامس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اِس لئے یہ پورے ۱۲؍سہام بطن سادس کی سعیدہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک محض فروع کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ جہاں بھی ذکور واِناث کا اختلاف ہوگا، وہاں سے مسئلہ بنا کر مردوں اور عورتوں کے الگ الگ گروپ بنائے جائیں گے، پھر ہر گروپ کے حاصل شدہ سہام کو اُنہیں کی اَولاد میں تقسیم کیا جائے گا، پھر اُن کی اَولادوں میں جس بطن میں ذکور واِناث کا اختلاف ہوگا وہاں اُوپر ذکر کردہ اُصول کے موافق گروپ بندی کی جائے گی، اور اِس درمیان اگر حاصل شدہ سہام اور وارثین کے عددِ رُؤوس میں تماثل نہ ہو، تو تصحیح کے قواعد کے موافق اصل مسئلہ کی تصحیح ہوگی، یعنی اگر توافق ہو تو عددِ رُؤوس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر تباین ہو تو کل عددِ رُؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی۔

اِس کے برخلاف حضرت اِمام ابو یوسفؒ مذکورہ بالا مسائل میں صرف زندہ وارثین ذوی الارحام کی تعداد کو سامنے رکھ کر ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے ضابطے پر تقسیم کے قائل ہیں؛ چناں چہ مذکورہ بالا مثال میں اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ۱۵؍ سے مسئلہ بنایا جائے گا، اور ہر مؤنث کو ایک ایک اور مذکر کو دو دو ملے گا۔

وَكَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ إِذَا كَانَ فِيْ أَوْلَادِ الْبَنَاتِ بُطُوْنٌ مُخْتَلِفَةٌ يُقْسَمُ الْمَالُ عَلىٰ أَوَّلِ بَطْنٍ اِخْتَلَفَ فِي الْأُصُوْلِ ثُمَّ يُجْعَلُ الذُّكُوْرُ طَائِفَةً وَالْإِنَاثُ طَائِفَةً بَعْدَ الْقِسْمَةِ، فَمَا أَصَابَ الذُّكُوْرَ يُجْمَعُ وَيُقْسَمُ عَلىٰ أَعْلَى الْخِلَافِ الَّذِيْ وَقَعَ فِيْ أَوْلَادِهِمْ، وَكَذٰلِكَ مَا أَصَابَ الْإِنَاثَ وَهٰكَذَا يُعْمَلُ إِلىٰ أَنْ يَنْتَهِيَ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن

بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت

بنت بنت بنت بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن

بنت بنت بنت ابن ابن ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت

بنت بنت ابن بنت ابن بنت بنت بنت بنت بنت ابن بنت

بنت ابن بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت بنت

ترجمہ:- اور اِمام محمدؒ کے نزدیک جب بیٹیوں کی اَولاد میں مختلف بطون ہوں، تو مال سب سے پہلے اُس بطن میں تقسیم کیا جائے گا جس میں اُصول مختلف ہیں۔ پھر تقسیم کے بعد مذکر کو ایک فریق اور مؤنث کو دوسرا فریق بنایا جائے گا۔ اُس کے بعد جو حصہ مذکر کے فریق کو مل رہا ہے، اُس کو جمع کیا جائے گا، اور اُس کو اُن کی اَولاد میں واقع ہونے والے اختلافی بطن پر تقسیم کیا جائے گا۔ پھر اِسی طرح مؤنث کو ملنے والا حصہ (اختلافی بطن پر تقسیم کیا جائے گا) اور یہی عمل درج بالا نقشہ کے مطابق آخر تک کیا جائے گا۔

پانچواں ضابطہ

(۵) اگر ذوی الارحام میں موجود وارثین سب ایک درجے کے ہوں؛ لیکن اختلاف اُصول کے ساتھ ساتھ فروع کی جہات میں تعدد پایا جاتا ہو، یعنی ایک اصل کی متعدد اَولادیں موجود ہوں، تو ایسی صورت میں حضرت اِمام ابو یوسفؒ اپنے سابق قول کے مطابق صرف فروع کو سامنے رکھ کر ترکہ کی تقسیم کریں گے؛ جب کہ حضرت اِمام محمدؒ اِس طرح کی صورت میں اُصول کو سامنے رکھ کر تقسیم کریں گے؛ لیکن تقسیم کرتے ہوئے اُصول میں صفتِ اُصول اور تعددِ فروع کا اعتبار کریں گے، یعنی اُصول میں وہ عدد فرض کریں گے جو اُن کی فرع میں موجود ہے۔ اِس کی وضاحت درج ذیل مثال سے ہوگی:

اگر کسی شخص نے نواسی کے دو نواسے اور دوسری نواسی کی ایک پوتی اور نواسے کی دو

نواسیاں چھوڑیں، تو ایسی صورت میں اَولاً اختلافی بطن ثانی کو سامنے رکھتے ہوئے ایک نواسی کے ۲/عدد فرض کئے جائیں گے؛ کیوں کہ اس کی فرع میں ۲/نواسے ہیں، اور نواسے کے بھی ۲/عدد فرض کئے جائیں گے؛ کیوں کہ اس کی فرع میں ۲/نواسیاں ہیں، اُس کے بعد کل عدد کو جوڑتے ہوئے ۷/سے مسئلہ بنایا جائے گا، جس میں سے ۴/حصے نواسے کو دئے جائیں گے، اور ۳/حصے مابقیہ دونوں نواسیوں کے درمیان مشترک رہیں گے۔ اُس کے بعد نواسیوں کا حصہ جب اُن کی اَولاد میں منتقل ہوگا، تو تیسرے بطن میں ایک بیٹی ہے، جو فروع کے اعتبار سے ۲/بیٹیوں کے قائم مقام ہے، اور ایک بیٹا ہے، جن کے کل رؤوس ۴/ہوئے، ۴/اور ۳/میں تباین ہے؛ لہٰذا ۴/سے اصل مسئلہ ۷/کو ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۲۸/سے ہوگی، پھر ۳/کو ۴/سے ضرب دیا جائے گا، تو ۱۲/سہام آئیں گے، جن میں سے بطن ثالث کی بیٹی اور بیٹے کے درمیان ۶-۶/سہام تقسیم کردئے جائیں گے، اور وہی اُن کی اَولاد کی طرف بطن رابع میں منتقل ہوں گے۔ اور دوسری جانب نواسے کو جو اصل مسئلے میں ۴/ملے تھے، اُنہیں بھی عددِ مضروب ۴/میں ضرب دیا جائے گا، تو کل ۱۶/سہام بنیں گے، یہ سب اُن کی موجود ۲/نواسیوں کے درمیان تقسیم ہوں گے، اور ہر نواسی کو ۸-۸/ملیں گے، اور نقشہ اِس طرح بنایا جائے گا:

مسئلہ: ۷، تصـ: ۲۸

میت

(۱)	بنت			بنت	بنت	
(۲)	بنت (قائم مقام:۲)			بنت	ابن (قائم مقام:۲)	
		۳			۴	
		۱۲			۱۶	
(۳)	بنت (قائم مقام:۲) ۶		ابن ۶		بنت	
(۴)	ابن ۳	ابن ۳	بنت ۶		بنت ۸	بنت ۸ = ۲۸

وَكَذٰلِكَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ يَأْخُذُ الصِّفَةَ مِنَ الأَصْلِ حَالَ القِسْمَةِ عَلَيْهِ، وَالعَدَدَ مِنَ الفُرُوْعِ؛ كَمَا إِذَا تَرَكَ اِبْنَيْ بِنْتِ بِنْتٍ بِنْتٍ، وَبِنْتَ ابْنِ بِنْتِ بِنْتٍ، وَبِنْتَيْ بِنْتِ ابْنِ بِنْتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

مسئلة

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
ابني	بنت	بنتي

عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ يُقْسَمُ المَالُ بَيْنَ الفُرُوْعِ أَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ أَبْدَانِهِمْ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ يُقْسَمُ المَالُ عَلیٰ أَعْلَى الخِلَافِ، أَعْنِيْ فِيْ البَطْنِ الثَّانِيْ أَسْبَاعًا بِاعْتِبَارِ عَدَدِ الفُرُوْعِ فِيْ الأُصُوْلِ: أَرْبَعَةُ أَسْبَاعِهٖ لِبِنْتَيْ بِنْتِ ابْنِ البِنْتِ نَصِيْبُ جَدِّهِمَا، وَثَلَاثَةُ أَسْبَاعِهٖ وَهُوَ نَصِيْبُ البِنْتَيْنِ يُقْسَمُ عَلیٰ وَلَدَيْهِمَا، أَعْنِيْ فِيْ البَطْنِ الثَّالِثِ أَنْصَافًا: نِصْفُهُ لِبِنْتِ ابْنِ بِنْتِ البِنْتِ نَصِيْبُ أَبِيْهِمَا، وَالنِّصْفُ الآخَرُ لِابْنَيْ بِنْتِ بِنْتِ البِنْتِ نَصِيْبُ أُمِّهِمَا، وَتَصِحُّ المَسْئَلَةُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ وَّعِشْرِيْنَ، وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ أَشْهُرِ الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَه اللّٰهُ تَعَالیٰ فِيْ جَمِيْعِ ذَوِي الأَرْحَامِ وَعَلَيْهِ الفَتْویٰ.

ترجمہ:- اور حضرت امام محمدؒ تقسیم کے وقت اُصول کے وصف کو اور فروع کے عدد کو اختیار کرتے ہیں؛ جیسا کہ میت نے ایک نواسی کے دونو اسے، دوسری نواسی کی ایک پوتی، اور تیسرے نواسے کی دونو اسیاں چھوڑی ہوں، درج بالا نقشہ کے مطابق۔

تو حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک ترکہ فروع کے درمیان اُن کے اَبدان کے اعتبار سے سات حصے کرکے تقسیم کیا جائے گا؛ جب کہ حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک ترکہ سات حصے کرکے سب سے پہلے اختلافی بطن (بطن ثانی) پر اُصول میں فروع کے عدد کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم کیا جائے گا؛ چناں چہ ۴ر سبع (ساتویں حصے) نواسے کی ۲ر نواسیوں کو اُن کے دادا کے حصے کے طور پر دیا جائے گا۔ اور ۳ر سبع (ساتویں حصے)- جو بیٹیوں کا حصہ ہے- اُن کے دونوں بیٹوں (بطن ثانی) میں نصفا نصف تقسیم کیا جائے گا۔ ایک نصف نواسی کی پوتی کو اپنے باپ کے حصے کے طور پر اور دوسرا نصف نواسی کے ۲ر نواسوں کو اپنی ماں کے حصے کے طور پر ملے گا۔ اور مسئلہ کی تصحیح ۲۸ر سے ہوگی۔ اور حضرت اِمام محمدؒ کا قول تمام ذوی الارحام کے سلسلے میں اِمام اَبوحنیفہؒ سے دونوں روایتوں میں مشہور ترین روایت ہے، اور اِسی پر فتویٰ ہے۔

تمرین

(۱) ذوی الارحام کی صنف اَول میں ترکہ کی تقسیم کے لئے جو ضابطے بیان کئے گئے ہیں، اُن کو وضاحت کے ساتھ لکھئے؟

(۲) اور ہر ضابطہ کا نقشہ بنا کر اُن پر منطبق کیجئے؟

فصل

(فَصْلٌ)

چھٹا ضابطہ

اگر موجود ذوی الارحام وارثین میں کچھ وارث ایسے ہوں، جن کا میت سے دوہرا رشتہ ہو، تو اُن کے درمیان ترکہ کی تقسیم میں حضرت اِمام اَبو یوسفؒ فروع کو بنیاد بناتے ہوئے اُصول کے اعتبار سے تعدد کے قائل ہیں، جب کہ حضرت اِمام محمدؒ اُصول کو بنیاد بنا کر فروع کی تعداد کے اعتبار سے تعدد مان کر مسئلے کی تخریج کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر زید نے ایک پرنواسے اور دو ایسی پرنواسیوں کو چھوڑا، جو اُس کے نواسے اور نواسی کی مشترکہ اَولاد ہیں، تو اَب اُن پرنواسیوں کا میت سے دو الگ الگ واسطوں سے دوہرا رشتہ ہوگا؛ گویا کہ وہ ۲/ جہتوں سے اُن کا نانا بن رہا ہے، تو حضرت اِمام اَبو یوسفؒ ہر ہر نواسی کو اُن کے اُصول متعدد ہونے کی وجہ سے ۲-۲/ فرض کریں گے، تو یہ سمجھا جائے گا کہ ۴/ پرنواسیاں اور ایک پرنواسہ (جو ۲/ کے قائم مقام ہے) میت نے چھوڑا ہے؛ لہٰذا مسئلہ ۶/ سے بنے گا، ہر ایک پرنواسی کو ۲-۲ اور پرنواسے کو بھی ۲/ ملے گا۔

اور حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کے قول کے مطابق نقشہ اِس طرح بنے گا:

نقشہ برقول حضرت اِمام اَبو یوسفؒ:

مسئلہ: ٦

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
بنت (قائم مقام: ۲)	بنت (قائم مقام: ۲)	ابن
۲	۲	۲

(اور اگر اسے مختصر کیا جائے، تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ۳/ سے مسئلہ بنا کر سب کو ایک ایک دے دیا جائے)

○ اِس کے برخلاف حضرت اِمام محمدؒ کے قول کے مطابق اَولاً اختلافی بطن بطنِ ثانی میں تقسیم اِس طرح ہوگی کہ نواسے اور نواسی جو پرنواسیوں کے ماں باپ ہیں، اُن کو پرنواسیوں کی تعداد کے اعتبار سے ڈبل فرض کیا جائے گا؛ گویا کہ نواسہ ایک نہیں؛ بلکہ ۲/ ہیں، اور نواسی بھی ۲/ ہیں، اور اُس کے بطن میں ایک نواسی اور موجود ہے، تو گویا کہ کل ۷/ رُؤوس ہوگئے، اَب ۷/ سے مسئلہ بنا کر اُن کو طائفہ ذکور اور طائفہ اِناث میں جب تقسیم کیا گیا، تو ۴/ سہام نواسے کو ملے اور ۳/ سہام مشترک طور پر دونوں نواسیوں کو ملے۔

اَب جو ۴/ سہام نواسے کو ملے ہیں، وہ اُس کی بیٹیوں یعنی زید کی پرنواسیوں میں ۲-۲/ کر کے تقسیم ہوسکتے ہیں، اس میں کسر واقع نہیں ہورہا؛ لیکن بطن ثانی کی دونوں نواسیوں کو جو مشترک طور پر ۳/ سہام ملے تھے، اُن کو جب اُن کی اَولاد میں تقسیم کیا جائے گا، تو عددِ رُؤوس ۴/ بیٹھیں گے، اور ۳/ اور ۴/ میں تباین ہے؛ لہٰذا عددِ رُؤوس ۴/ سے اصل مسئلہ ۷/ کو ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۲۸/ سے ہوگی؛ لہٰذا نواسے کو ملے ہوئے ۴/ سہام کو جب ۴/ سے ضرب دیں گے، تو حاصل ۱٦/ نکلے گا، یہ دونوں پرنواسیوں کو ۸-۸/ باپ کے حصے سے ملے گا، اور طائفہ اِناث کے ۳/ سہام کو جب ۴/ سے ضرب دیں گے، تو ۱۲/ نکلے گا، اور ۱۲/ کو جب ۴/ میں تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک پرنواسی کو ۳-۳/ اور پرنواسے کو ٦/ ملے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

نقشہ بر قول حضرت اِمام محمدؒ:

مسئلہ:۷، تصـ:۲۸

میتـــ

بنت بنت بنت

ابن = (قائم مقام:۲) بنت = (قائم مقام:۲) بنت

$\frac{۴}{۱۶}$ $\frac{۳}{۱۲}$

بنت بنت ابن

۸+۳=۱۱ ۸+۳=۱۱ ۶

عُلَمَاؤُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَعْتَبِرُوْنَ الجِهَاتِ فِيْ التَّوْرِيْثِ غَيْرَ أَنَّ أَبَا يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَعْتَبِرُ الجِهَاتِ فِيْ أَبْدَانِ الفُرُوْعِ، وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَعْتَبِرُ الجِهَاتِ فِيْ الْأُصُوْلِ، كَمَا إِذَا تَرَكَ بِنْتَيْ بِنْتِ بِنْتٍ، وَهُمَا أَيْضًا بِنْتَا اِبْنِ بِنْتٍ، وَابْنَ بِنْتِ بِنْتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

الــميـــــــــــــــــــت

بنت بنت بنت

بنت ابن بنت

بنتي ابن

عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَكُوْنُ المَالُ بَيْنَهُمَا أَثْلاثًا، وَصَارَ كَأَنَّهُ تَرَكَ أَرْبَعَ بَنَاتٍ وَابْنًا، ثُلُثَاهُ لِبِنْتَيْنِ وَثُلُثُهُ لِلِابْنِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يُقْسَمُ المَالُ بَيْنَهُمْ عَلىٰ ثَمَانِيَةٍ وَّعِشْرِيْنَ سَهْمًا لِلْبِنْتَيْنِ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ سَهْمًا سِتَّةَ عَشَرَ سَهْمًا مِنْ قِبَلِ أَبِيْهَا، وَسِتَّةُ أَسْهُمٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهَا، وَلِلِابْنِ سِتَّةٌ مِنْ قِبَلِ أُمِّهٖ.

ترجمہ:- ہمارے اَصحابِ حنفیہ (ذوی الارحام) کو وارث بنانے کے سلسلے میں جہات (متعدد رشتوں) کا اعتبار کرتے ہیں؛ مگر حضرت اِمام اَبو یوسفؒ جہات کا اعتبار فروع کے اَبدان میں کرتے ہیں، حضرت اِمام محمدؒ اُصول میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں، جیسا کہ میت نے نواسی کی ۲/بیٹیاں چھوڑی ہوں، جو دونوں نواسے کی بھی بیٹیاں ہوں اور نواسی کا ایک بیٹا چھوڑا ہو، درج بالا نقشہ کے مطابق۔ حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک اُن کے درمیان ''اَثلاثاً'' (۳/تہائی) تقسیم ہوگا، اور یہ گویا کہ ایسا ہو جائے گا کہ میت نے ۴/بیٹیاں اور ۱/بیٹا چھوڑا ہو، تو ۲/ثلث بیٹیوں کو اور ۱/ثلث بیٹے کو ملے گا۔ اور حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک اُن کے درمیان ترکہ ۲۸/حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ بیٹیوں کے لئے ۲۲/حصے، جن میں سے ۱۶/حصے باپ کی جانب سے اور ۶/حصے ماں کی جانب سے، اور بیٹے کے لئے ۶/حصے ماں کی جانب سے ہوں گے۔

تمرین

(۱) متعدد جہات کی صورت میں حضرت اِمام اَبو یوسف اور حضرت اِمام محمد رحمہما اللہ کے درمیان تقسیم ترکہ میں کیا اختلاف ہے؟ اُس کو سمجھ کر مثالوں سمیت کاپی میں نوٹ کریں۔

ذوی الارحام کی صنفِ ثانی کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الصِّنْفِ الثَّانِيْ)

ذوی الارحام کی دوسری صنف جو ۴ رصورتوں پر منحصر ہے، یعنی اَجدادِ فاسدہ (جن کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی مؤنث کا واسطہ آتا ہو، جیسے: میت کا نانا، میت کے باپ کا نانا) اور جداتِ فاسدہ (جن کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی جد فاسد کا واسطہ آتا ہو، جیسے: میت کی ماں کی دادی، یا دادی کی دادی) تو اُن کے متعلق ترکہ کی تقسیم کے بارے میں درج ذیل ضابطے پیش نظر رہنے چاہئیں:

ضابطہ (۱)

اگر ذوی الارحام کی صنف اَول (فروع میت) میں سے کوئی موجود نہ ہو، اور صنف ثانی کے ذوی الارحام مختلف درجے کے پائے جائیں، تو جس ذی رحم کا رشتہ میت سے اَقرب ہوگا، اُسے حصہ دے کر اَبعد کو محروم کر دیا جائے گا۔

مثلاً: نانا کی موجودگی میں دادی کا باپ محروم ہوگا؛ اِس لئے کہ نانا کا رشتہ دادی کے باپ کے مقابلے میں اَقرب ہے، اور اِس اَقربیت میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کون وارث کا رشتہ دار ہے اور کون نہیں؟ بلکہ مطلقاً رشتے کا تناسب پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً: دادی کا باپ، اور نانا کا پردادا، تو اِس میں دادی کے باپ کو ترجیح ہوگی؛ اِس لئے کہ اُس کا رشتہ اَقرب ہے، وغیرہ۔

أَوْلٰهُمْ بِالمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى المَيِّتِ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَ.

ترجمہ:- صنف ثانی میں وراثت کا زیادہ حق دار کسی بھی جہت سے میت سے قریب ترین ذی رحم ہوگا۔

ضابطہ (۲)

اور اگر صنف ثانی کے موجود ذوی الارحام میں درجے کے اعتبار سے برابری پائی جائے، مثلاً: ایک طرف نانی کا باپ ہو اور دوسری طرف نانا کا باپ ہو، تو ایسی صورت میں اِمام اَبوسہل الفرائضیؒ، اِمام اَبوفضل الخصافؒ اور علی بن عیسی البصریؒ کے نزدیک جس کی نسبت وارث کی طرف ہوگی، جیسے: مذکورہ مثال میں نانی کا باپ اُسے ترجیح دے کر غیر وارث کی طرف نسبت رکھنے والے رشتے دار یعنی نانا کے باپ کو محروم کر دیا جائے گا۔

لیکن اِمام اَبوسلیمان الجوزجانیؒ اور اِمام ابوعلی البُستیؒ کے نزدیک کسی کو محروم نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اُصول کو پیش نظر رکھ کر مذکورہ مثال میں تین سے مسئلہ بنا کر نانا کے باپ کو دو اور نانی کے باپ کو ایک حصہ دیا جائے گا؛ گویا اصل تقسیم اُس بطن میں ہوگی جہاں پہلی مرتبہ تذکیر وتانیث کا اختلاف ہو رہا ہے، پھر وہی حصہ اُن کے موجود زندہ وارثین کی طرف منتقل ہوگا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳
میت

اُم	اُم
اُم	اَب
۱	۲
اَب	اَب
۱	۲

حضرت اِمام جرجانی اور حضرت اِمام بُستی رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہی حنفیہ کے نزدیک اصح اور مفتی بہ ہے۔ (مستفاد: حاشیہ سراجی/لملا نظام الدین کیرانویؒ ص:۶۶ دینی کتاب گھر دیوبند)

وَعِنْدَ الاسْتِوَاءِ فَمَنْ كَانَ يُدْلِىٰ بِوَارِثٍ فَهُوَ أَوْلىٰ كَأَبِ أُمِّ الْأُمِّ أَوْلىٰ مِنْ أَبِ أَبِ الْأُمِّ عِنْدَ أَبِي سَهْلِ الْفَرَائِضِيِّ، وَأَبِي فَضْلٍ الْخَصَّافِ، وَعَلِيِّ بْنِ عِيسىٰ الْبَصَرِيِّ، وَلَا تَفْضِيلَ لَهُ عِنْدَ أَبِي سُلَيْمَانَ الْجُرْجَانِيِّ، وَأَبِي عَلِيِّ الْبُسْتِيِّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ.

ترجمہ:- اور مرتبہ میں برابر ہونے کے وقت جو وارث کی طرف منسوب ہوگا، وہ زیادہ حق دار ہوگا، جیسے: نانی کا باپ نانا کے باپ کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے، یہ اِمام ابوسہل فرائضیؒ اور اِمام ابوفضل خصافؒ اور اِمام علی بن عیسیٰ بصریؒ کے نزدیک ہے۔ اور اِمام ابوسلیمان جرجانیؒ اور امام ابوعلی بستیؒ کے نزدیک نانی کے باپ کو نانا کے باپ پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔

ضابطہ (۳)

اگر صنف ثانی کے موجود ذوی الارحام سب برابر درجے کے ہوں، اور اُن میں سے کوئی بھی وارث کی طرف منسوب نہ ہو (جیسے: نانا کا دادا اور دادی کی دادی) یا سب کے سب وارث کی طرف منسوب ہوں (جیسے: پردادا کی ماں کا باپ، دادی کی نانی کا باپ) اور اُن میں ذکورت واُنوثت کا اختلاف بھی نہ ہو، اور سب کی قرابتیں متحد ہوں، تو ایسی صورت میں ترکہ کی تقسیم موجود وارثین کے درمیان اُن کے اَبدان کے اعتبار سے ہوگی، مثلاً: دادی کے دادا، اور دادی کی دادی کے درمیان تقسیم میں دادا کو دو اور دادی کو ایک دیا جائے گا؛ اِس لئے کہ اُوپر کے درجات میں برابری پائی جارہی ہے، اس کی وضاحت اِس نقشے سے ہوگی:

مسئلہ: ۳

میت

اَب	اَب
اُم	اُم
اَب	اَب
اَب	اُم
۲	۱

وَإِنِ اسْتَوَتْ مَنَازِلُهُمْ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَنْ يُدْلِىٰ بِوَارِثٍ أَوْ كُلُّهُمْ يُدْلَوْنَ بِوَارِثٍ، وَاتَّفَقَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلَوْنَ بِهِمْ، وَاتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ فَالقِسْمَةُ حِينَئِذٍ عَلىٰ أَبْدَانِهِمْ.

ترجمہ:- اور اگر وہ سب مرتبہ میں برابر ہوں، اور اُن میں کوئی وارث کی طرف منسوب ذی رحم نہ ہو، یا سب کے سب وارث کی طرف منسوب ہوں، اور اُن کی صفت ذکورت اور اُنوثت متفق ہو، نیز اُن کی رشتہ داری بھی متحد ہو، تو اُس وقت اُن کے ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگی۔

ضابطہ (۴)

اگر صنف ثانی کے ذوی الارحام کے درجے تو برابر ہوں؛ لیکن اُصول میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو، تو جس پہلے بطن میں اختلاف ہوگا، اُس میں تقسیم کرنے کے بعد نیچے کے ورثہ کو حصہ دیا جائے گا؛ جیسا کہ صنف اَول میں گذر چکا ہے۔

مثال کے طور پر ایک طرف نانی کا باپ ہو، اور دوسری طرف نانا کا باپ ہو؛ تو گویا کہ دوسرے بطن میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہوگا اور وہیں سے اَثلاثاً مسئلہ بنا کر نانا کے باپ کو ۲/اور نانی کے باپ کو ایک ملے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳
میت

اُم	اُم
اُم	اَب
اَب	اَب
۱	۲

وَإِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَةُ مَنْ يُدْلُوْنَ بِهِمْ، يُقْسَمُ المَالُ عَلىٰ أَوَّلِ بَطْنٍ اخْتَلَفَ كَمَا فِي الصِّنْفِ الأَوَّلِ.

ترجمہ:- اور اگر اُن کی صفت (ذکورت واُنوثت) متفق نہ ہو تو ترکہ سب سے پہلے اُس بطن میں تقسیم کیا جائے گا جس میں اختلاف ہو؛ جیسا کہ صنف اول میں گذر چکا ہے۔

ضابطہ (۵)

صنف ثانی کے ذوی الارحام میں اگر درجے کے اعتبار سے یکسانیت ہو؛ لیکن رشتے الگ الگ ہوں، تو ایسی صورت میں کل مال ۳ رحصوں میں تقسیم کرکے ۲ رحصے باپ کے رشتے داروں میں اور ایک حصہ ماں کے رشتے داروں میں تقسیم کیا جائے گا، اور جس فریق کے حصے میں جتنے سہام آئیں گے، وہ ضابطہ ۳ رکے مطابق نیچے تقسیم کئے جائیں گے۔

مثال کے طور پر باپ کی دادی کی دادی اور ماں کے دادا کی دادی اگر زندہ موجود ہوں، تو باپ کی دادی کی دادی کو $\frac{2}{3}$ اور ماں کے دادا کی دادی کو $\frac{1}{3}$ ملے گا، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳
میت

اَب	اُم
اَب	اَب
اُم	اَب
اَب	اَب
اُم	اُم
۲	۱

وَإِنِ اخْتَلَفَتْ قَرَابَتُهُمْ، فَالثُّلُثَانُ لِقَرَابَةِ الْأَبِ – وَهُوَ نَصِيبُ الْأَبِ – وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ – وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ – ثُمَّ مَا أَصَابَ لِكُلِّ فَرِيقٍ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ كَمَا لَوْ اتَّحَدَتْ قَرَابَتُهُمْ.

ترجمہ:- اور اگر اُن کی رشتہ داریاں مختلف ہوں تو دو ثلث باپ کے رشتہ والوں کے لئے (جو کہ باپ کا حصہ ہے) اور ایک ثلث ماں کے رشتہ والوں کے لئے (جو کہ ماں کا حصہ ہے) اُس کے بعد ہر فریق کو جو ملا ہے، وہ اُن رشتے داروں کے درمیان اس طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح اُن کی رشتے داریوں کے متحد ہونے کے وقت تقسیم کیا جاتا ہے۔

نوٹ:- یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ صنف ثانی الخ سے متعلق جو ضابطے ہیں، اُن میں حضرت اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی بطون (اُصول) کا اعتبار کیا جاتا ہے؛ گویا یہ سب ضابطے متفق علیہ ہیں۔ (مستفاد: ردالمحتار، کتاب الفرائض/ باب توریث ذوی الارحام ۱۰/۵۵۰ زکریا)

تمرین

(۱) ذوی الارحام صنف ثانی سے متعلق سبھی ضابطے زبانی یاد کریں۔

(۲) ہر ضابطے سے متعلق نقشہ بنا کر کاپی میں نوٹ کریں۔

ذوی الارحام کی صنفِ ثالث کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الصِّنْفِ الثَّالِثِ)

ذوی الارحام کی تیسری صنف میں عینی، علاتی اور اَخیافی بہنوں کی اَولاد (مذکر ومؤنث) اور ہر طرح کے بھائیوں کی مؤنث اَولاد، اِسی طرح اَخیافی بھائیوں کی اَولادیں شامل ہیں۔

اگر صنف اَول اور صنف ثانی میں سے کوئی ذی رحم موجود نہ ہو، تو صنف ثالث میں ترکہ کی تقسیم میں درج ذیل ضابطوں کو پیش نظر رکھا جائے گا:

ضابطہ (۱)

اگر صنف ثالث کے موجود ذوی الارحام میں درجے کے اعتبار سے فرق پایا جائے، تو اقرب کو ترجیح ہوگی، یعنی جس کا رشتہ میت سے زیادہ قریب ہوگا، اُس کو دے کر اَبعد کو محروم کر دیا جائے گا، مثلاً: اگر بھتیجی موجود ہو اور دوسری طرف بھتیجی کا لڑکا پایا جائے، تو بھتیجی وارث ہوگی، اور اُس کا لڑکا محروم ہوگا۔

اَلْحُكْمُ فِيْهِمْ كَالْحُكْمِ فِيْ الصِّنْفِ الأَوَّلِ، أَعْنِيْ أَوْلٰهُمْ بِالمِيراثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى المَيِّتِ.

ترجمہ:- صنف ثالث کا حکم صنف اَول کی طرح ہے، یعنی میراث کا سب سے زیادہ حق دار میت کا قریب ترین ذی رحم ہوگا۔

ضابطہ (۲)

اگر صنف ثالث کے ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں؛ لیکن اُن میں بعض عصبہ کی اَولاد ہوں، اور بعض ذوی الارحام کی، تو عصبہ کی اَولاد کو دے کر ذوی الارحام کی اَولاد کو محروم کر دیا جائے گا۔

مثال کے طور پر اگر بھتیجے کی بیٹی اور بھتیجی کا بیٹا ہو، خواہ یہ بھائی بہن عینی ہوں یا علاتی، تو ایسی صورت میں بھتیجے کی بیٹی وارث ہوگی؛ کیوں کہ بھتیجہ عصبہ ہے، اور یہ اُس کی اَولاد ہے، اور بھتیجی کا بیٹا وارث نہ ہوگا؛ کیوں کہ بھتیجی ذوی الارحام میں سے ہے۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ فَوَلَدُ الْعَصَبَةِ أَوْلیٰ مِنْ وَلَدِ ذَوِي الْأَرْحَامِ، كَبِنْتِ ابْنِ الْأَخِ وَابْنِ بِنْتِ الْأُخْتِ؛ كِلاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ، أَوْ أَحَدُهِمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ، وَالآخَرُ لِأَبٍ، المَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ ابْنِ الأَخِ لِأَنَّهَا وَلَدُ العَصَبَةِ.

ترجمہ:- اور اگر رشتے میں سب برابر ہوں، تو عصبہ کی اَولاد ذوی الارحام کی اَولاد کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگی۔ جیسے: حقیقی بھتیجے کی بیٹی اور حقیقی بھانجی کا بیٹا، یا ایک حقیقی بھانجے کی بیٹی ہو اور دوسرا حقیقی بھتیجی کا بیٹا ہو، تو ترکہ پورا کا پورا بھتیجے کی بیٹی کو ملے گا؛ کیوں کہ وہ عصبہ کی اَولاد ہے۔

ضابطہ (۳)

اگر صنفِ ثالث کے ذوی الارحام میں ایک طرف اَخیافی بھتیجے کی بیٹی ہو اور دوسری طرف اَخیافی بھانجی کا بیٹا ہو، تو ایسی صورت میں حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک صرف فروع کا اعتبار کرتے ہوئے زندہ موجود ذوی الارحام میں کل ترکہ اَثلاثاً تقسیم کیا جائے گا، اور ۳/ سے مسئلہ بنا کر ۲/ حصے اَخیافی بھانجی کے لڑکے کو اور ایک حصہ بھتیجے کی لڑکی کو ملے گا۔

اِس کے برخلاف حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک اُصول کا اعتبار کرتے ہوئے صرف دو سے مسئلہ بنا کر لڑکے اور لڑکی کو ۱-۱/ دیا جائے گا؛ اِس لئے کہ اَخیافی بھائی بہنوں میں مذکر ومؤنث کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا؛ لہٰذا اَب اِسی اُصول کو یہاں بھی پیش نظر رکھا جائے گا، اِس کی وضاحت اِس نقشے سے ہوگی:

مسئلہ: ۳ عندالامام ابی یوسفؒ، میت	مسئلہ: ۲ عندالامام محمدؒ
الاخ لام (اخیافی بھائی)	الاخت لام (اخیافی بہن)
ابن	بنت
بنت	ابن
۱/ (عندابی یوسفؒ)	۲/ (عندابی یوسفؒ)
۱/ (عندمحمدؒ)	۱/ (عندمحمدؒ)

وَلَوْ كَانَا لِأُمٍّ الْمَالُ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ - بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ - الْمَالُ بَيْنَهُمَا أَنْصَافًا بِاعْتِبَارِ الْأُصُوْلِ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

الميـــــــــــت

الْأَخُ لِأُمٍّ	الْأُخْتُ لِأُمٍّ
اِبْنٌ	بِنْتٌ
بِنْتٌ	اِبْنٌ

ترجمہ:- اور اگر وہ دونوں اَخیافی ہوں تو اُن کے درمیان ترکہ اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک اَبدان کے اعتبار سے ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اور اِمام محمدؒ کے نزدیک ترکہ اُن دونوں کے درمیان اُصول کے مطابق نصفا نصف درج بالا نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

ضابطہ (۴)

اگر صنف ثالث کے ذوی الارحام سب درجے میں برابر ہوں، اور اُن میں کوئی عصبہ کی اَولاد نہ ہو، یا سب کے سب عصبہ کی اَولاد ہوں، یا بعض عصبات کی اَولاد اور بعض ذوی الفرائض کی اَولاد ہوں، تو ایسی صورت میں حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اَقویٰ کا اعتبار کرتے ہیں، مثلاً: عینی بھائی کی اَولاد کے رہتے ہوئے علاتی اور اَخیافی بھائی کی اَولادیں محروم ہوں گی، اور علاتی کی موجودگی میں اَخیافی کو نہیں ملے گا، وغیرہ۔

لیکن اِمام محمدؒ کے نزدیک ترکے کو اُصول کی جہات اور فروع کے اَعداد کو پیش نظر رکھ کر بھائی بہنوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً: اگر کسی شخص نے عینی بھائی کی ایک بیٹی، علاتی بھائی کی ایک بیٹی، اَخیافی بھائی کی ایک بیٹی، عینی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی، علاتی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی، اور اخیافی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی، کل ۹ر ذوی الارحام کو چھوڑا، تو اِمام اَبو یوسفؒ کل ترکہ صرف عینی بھائی بہن کی اَولاد میں فروع کے عدد کے اعتبار سے ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ تقسیم کریں گے؛ لہٰذا عینی بہن کے لڑکے کو ۴ر میں سے ۲، اور عینی بہن کی لڑکی کو ۴ر میں سے ایک، اسی طرح عینی بھائی کی لڑکی کو بھی ایک ملے گا، اور علاتی و اَخیافی بھائی بہنوں کی اَولادیں محروم ہو جائیں گی، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۴ عندالامام ابی یوسفؒ

میت

الاخ لاب وام	الاخت لاب وام	الاخ لاب	الاخت لاب	الاخ لام	الاخت لام
بنت	ابن – بنت	بنت	ابن – بنت	بنت	ابن – بنت
۱	۲ – ۱		م		

اور اِمام محمدؒ کے نزدیک مذکورہ مثال میں اَولاً کل ترکے کے ۳ر حصے کر کے ایک حصہ اَخیافی بھائی بہن کی اَولاد کو دیا جائے گا، اور مابقیہ ۲ر حصے یعنی ثلثان عینی بھائی بہنوں کے درمیان

نصفا نصف تقسیم ہوں گے، اور بہن کو عددِ فروع کے اعتبار سے ۲ر فرض کیا جائے گا، تو اِس طرح عینی بھائی کو ایک اور عینی بہن کو بھی ایک ملے گا۔ اَب جب عینی بہن کے ایک حصے کو اُن کی اَولاد یعنی بیٹے اور بیٹی میں تقسیم کیا جائے گا تو کسر ہوگا، تو اُن کے عددِ رُؤوس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیں گے، تو تصحیح ۹ر سے ہوگی، اور جب سہام کو ۳ر سے ضرب دیں گے تو عینی بھائی کی بیٹی کو ۳ر اور عینی بہن کے بیٹے کو ۲ر اور بیٹی کو ایک، اور اخیافی بھائی بہن کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ایک ایک ملے گا۔ واضح ہو کہ اَخیافی بھائی بہن میں مذکر ومؤنث کا فرق نہیں ہوتا ہے، اور علاتی بھائی بہن محروم ہوں گے۔

مسئلہ: ۳، تصـ: ۹، عند الامام محمدؒ

میت

الاخ لاب وام	الاخت لاب وام	الاخ لاب	الاخت لاب	الاخ لام	الاخ لام
۲				۱	
بنت	ابن–بنت	بنت	ابن–بنت	بنت	ابن–بنت
۱	۱	م	م	۱	۱–۱
۳	۲–۱				

وَإِن اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ، وَلَيْسَ فِيهِمْ وَلَدُ عَصَبَةٍ، أَوْ كَانَ كُلُّهُمْ أَوْلَادَ الْعَصَبَاتِ، أَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْلَادَ الْعَصَبَاتِ، أَوْكَانَ بَعْضُهُمْ أَوْلَادَ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، فَأَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَعْتَبِرُ الْأَقْوَى، وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَقْسِمُ الْمَالَ عَلَى الإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مَعَ اعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِي الْأُصُوْلِ فَمَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيْقٍ يُقْسَمُ بَيْنَ فُرُوْعِهِمْ كَمَا فِي الصِّنْفِ الْأَوَّلِ. كَمَا إِذَا تَرَكَ ثَلَاثَ بَنَاتِ إِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِيْنَ، وَثَلَاثِ بَنِيْنَ، وَثَلَاثِ بَنَاتِ أَخَوَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

المیـــــــــــــــــت

أخٌ لأب وأم أخ لأب أخ لأم أخت لأب وأم أخت لأب أخت لأم

بنت بنت بنت ابن بنت ابن بنت ابن بنت

عِنْدَ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يُقْسَمُ كُلُّ المَالِ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الأَعْيَانِ، ثُمَّ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي العَلَّاتِ، ثُمَّ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِي الأَخْيَافِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ أَرْبَاعًا بِاعْتِبَارِ الأَبْدَانِ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللّٰهُ – يُقْسَمُ ثُلُثُ الْمَالِ بَيْنَ فُرُوْعِ بَنِيْ الْأَخْيَافِ عَلَى السَّوِيَّةِ أَثْلَاثًا لِإِسْتِوَاءِ أُصُوْلِهِمْ فِيْ الْقِسْمَةِ، وَالْبَاقِيْ بَيْنَ الْفُرُوْعِ بَنِيْ الْأَعْيَانِ أَنْصَافًا لِاعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوْعِ فِيْ الْأُصُوْلِ، نِصْفُهُ لِبِنْتِ الْأَخِ نَصِيْبُ أَبِيْهَا، وَالنِّصْفُ الآخَرُ بَيْنَ وَلَدَيْ الْأُخْتِ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ بِاعْتِبَارِ الْأَبْدَانِ، وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ.

ترجمہ:- اور اگر صنف ثالث کے رشتے دار رشتوں میں برابر ہوں، اور اُن میں کوئی عصبہ کی اَولاد نہ ہوں، یا سب عصبہ کی اَولاد ہوں، یا بعض عصبہ کی اَولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی، تو اِمام اَبو یوسفؒ (قرابت میں) قوی کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور حضرت اِمام محمدؒ بھائیوں اور بہنوں کے درمیان فروع کے عدد کا اعتبار کرتے ہیں، اور ساتھ میں اُصول میں عددِ جہات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترکہ کو تقسیم کرتے ہیں۔ پھر ہر فریق کو جو حصہ ملتا ہے اُس کو اُن کے فروع میں اُسی طرح تقسیم کرتے ہیں جس طرح پہلی صنف میں تقسیم کیا تھا۔ جیسے: میت نے مختلف (حقیقی، علاتی اور اَخیافی) قسم کی بھتیجیاں اور تین بیٹے اور مختلف (حقیقی، علاتی اور اَخیافی) قسم کی بھانجیاں چھوڑی ہوں مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق۔ تو حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک ترکہ اَولاً حقیقی

بہن بھائیوں کی فروع میں، اُس کے بعد علاتی بھائی بہنوں کی فروع میں، پھر اَخیافی بھائی بہنوں کی فروع میں اَبدان کے اعتبار سے اَرباعاً (۴ر حصے کر کے) تقسیم کیا جائے گا۔ جب کہ اِمام محمدؒ کے نزدیک ترکہ کے ثلث کو اَخیافی بھائی بہنوں کی فروع کے درمیان برابری کے ساتھ اَثلاثاً (۳ر تہائی) کر کے اُن کے اُصول کے تقسیم میں برابر ہونے کی وجہ سے تقسیم کیا جائے گا۔ اور باقی مال حقیقی بھائی بہنوں کی فروع کے درمیان اُصول میں فروع کے عدد کا اعتبار کرنے کی وجہ سے نصفا نصف تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے نصف (اپنے باپ کا حصہ) بھتیجی کو ملے گا، اور دوسرا نصف بہن کی دونوں اَولادوں کو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ اَبدان کے اعتبار سے ملے گا۔ اور مسئلہ کی تصحیح نو سے ہوگی۔

ضابطہ (۵)

(یہ ضابطہ دراصل ضابطہ نمبر ۲ر کا تتمہ ہے، تسہیل کے لئے اِسے الگ سے بیان کیا جارہا ہے)

اگر ذوی الارحام کی صنف ثالث میں کوئی ایسا ذی رحم پایا جائے جو عصبہ کی اَولاد ہو اور اُس کے بطن میں اُسی درجے میں ایسے ذی رحم پائے جائیں جو عصبہ کی اَولاد نہ بن رہے ہوں، یا ذوی الفروض کی اَولاد میں ہوں، تو ایسی صورت میں بالاتفاق عصبہ کی اَولاد کو ترجیح ہوگی، اور سارا ترکہ صرف عصبہ کی اَولاد کو ہی ملے گا۔

مثال کے طور پر میت نے ایک عینی بھتیجے کی بیٹی، ایک علاتی بھتیجے کی بیٹی، اور ایک اَخیافی بھتیجے کی بیٹی چھوڑی، تو سارا ترکہ عینی بھائی کی پوتی کو ملے گے؛ کیوں کہ وہ عینی بھتیجے عصبہ کی اَولاد ہیں، اور عینی کی موجودگی میں علاتی محروم ہوتے ہیں؛ لہٰذا علاتی بھائی کی پوتی محروم ہوگی۔ نیز اَخیافی بھائی کی پوتی کو بھی کچھ نہیں ملے گا؛ اِس لئے کہ اَخیافی بھائی تو ذوی الفروض میں سے ہے؛ لیکن اس کی اَولاد ذوی الفروض میں نہیں ہے۔

وَلَوْ تَرَکَ ثَلاثَ بَنَاتٍ بَنِي إِخْوَةٍ مُتَفَرِّقِيْنَ بِهٰذِهِ الصُّوْرَةِ:

الميـــــــــــــــــــــــــــت

الأخ لأب وأم الأخ لأب الأخ لأم

ابن ابن ابن

بنت بنت بنت

الْـمَـالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ ابْنِ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ بِالاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَلَهَا أَيْضًا قُوَّةُ الْقَرَابَةِ.

ترجمہ:- اور اگر میت نے مختلف (حقیقی، علاتی اور اَخیافی) بھتیجوں کی تین بیٹیاں درج بالا نقشہ کے مطابق چھوڑی ہوں، تو پورا ترکہ بالاتفاق حقیقی بھتیجے کی بیٹی کو ملے گا؛ اِس لئے کہ وہ عصبہ کی اَولاد ہے، نیز اُس میں قرابت کی قوت بھی ہے۔

تمرین

(۱) ذوی الارحام کی صنف ثالث میں کون کون سے رشتے دار شامل ہیں؟

(۲) صنف ثالث تقسیم ترکہ کے ضابطے زبانی یاد کریں۔

(۳) اِس صنف میں تقسیم ترکہ کے متعلق حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اور حضرت اِمام محمدؒ میں کیا اختلاف ہے؟ اُسے کاپی میں نقشہ بنا کر نوٹ کریں۔

ذوی الارحام کی صنفِ رابع کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الصِّنْفِ الرَّابِعِ)

ذوی الارحام کی چوتھی صنف میں پھوپھیوں، خالاؤں اور اَخیافی چچا اور اُن کی اَولادیں شامل ہیں۔ اِس طرح کے رشتے دار ۱۰/ ہو سکتے ہیں:

(۱) حقیقی پھوپھی۔

(۲) علاتی پھوپھی۔

(۳) اَخیافی پھوپھی۔

(۴) اَخیافی چچا۔

نوٹ:- حقیقی اور علاتی چچا عصبہ میں آتے ہیں۔

یہ ذوی الارحام باپ کے رشتے سے ہیں۔

(۵) حقیقی ماموں۔

(۶) علاتی ماموں۔

(۷) اَخیافی ماموں۔

(۸) حقیقی خالہ۔

(۹) علاتی خالہ۔

(۱۰) اَخیافی خالہ۔

یہ سب رشتے دار ماں کی جانب سے کہلائیں گے۔

اَب صنف رابع کے اِن ذوی الارحام میں ترکہ کی تقسیم کے لئے چار ضابطے ہیں:

ضابطہ (١)

اگر صنف اَول، ثانی اور ثالث میں سے کوئی ذی رحم نہ پایا جائے، اور صنف رابع میں سے صرف ایک ذی رحم زندہ موجود ہو، تو سارا مال اُسی کو دے دیا جائے گا، مثلاً: صنف رابع میں صرف پھوپھی موجود ہو یا صرف خالہ موجود ہو، تو سب مال صرف اُسی کو ملے گا۔

> الحُكْمُ فِيهِمْ أَنَّهُ إِذَا انْفَرَدَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، اِسْتَحَقَّ المَالَ كُلَّهُ لِعَدَمِ المُزَاحِمِ.
>
> **ترجمہ:-** چوتھی صنف کا حکم یہ ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک ہو، تو مقابل کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ پورے مال کا مستحق ہوگا۔

ضابطہ (٢)

اگر صنف رابع کے متعدد ذوی الارحام موجود ہوں، اور میت سے ماں یا باپ کے اعتبار سے اُن کی قرابت متحد ہو، مثلاً: پھوپھیاں اور اَخیافی چچا (یہ باپ کی جانب سے ہیں) یا صرف ماموں اور خالائیں (یہ ماں کے رشتے سے ہیں) تو ایسی صورت میں جن کا رشتہ میت سے مضبوط تر ہوگا، اُنہیں دے کر دوسروں کو محروم کردیا جائے گا۔ مثلاً: حقیقی پھوپھی کی موجودگی میں اَخیافی چچا محروم ہوں گے۔ اِسی طرح حقیقی ماموں یا خالہ کی موجودگی میں علاتی اور اَخیافی خالہ اور ماموں محروم ہوں گے۔

> وَإِذَا اجْتَمَعُوا وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا، كَالعَمَّاتِ وَالأَعْمَامِ لِأُمٍّ، أَوِ الأَخْوَالِ وَالخَالَاتِ: فَالأَقْوَى مِنْهُمْ أَوْلىٰ بِالإِجْمَاعِ، أَعْنِي مَنْ كَانَ لِأَبٍ وَأُمٍّ مِمَّنْ كَانَ لِأَبٍ، وَمَنْ كَانَ لِأَبٍ أَوْلىٰ مِمَّنْ كَانَ لِأُمٍّ ذُكُورًا كَانُوا أَوْ إِنَاثًا.

ترجمہ:- اور اگر (چوتھی صنف کے ذوی الارحام) متعدد ہوں اور اُن کی قرابت کی جہت بھی متحد ہو، جیسے: پھوپھیاں، اَخیافی چچا، ماموں اور خالائیں۔ تو بالاتفاق اُن میں سب سے زیادہ حق دار وہ ہوگا جس کا رشتہ مضبوط ہے، یعنی جو ماں اور باپ میں شریک ہے وہ اُس کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگا جو صرف باپ شریک ہے۔ اور جو صرف باپ شریک ہے وہ اُس کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگا جو صرف ماں شریک ہے؛ خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث۔

ضابطہ (۳)

اگر صنف رابع کے ذوی الارحام کی قرابت یکساں ہو؛ لیکن اُن میں کچھ مذکر ہوں اور کچھ مؤنث، تو ایسی صورت میں موجود ذوی الارحام میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے ضابطے سے تقسیم کی جائے گی، مثلاً: اگر میت نے ایک اَخیافی چچا اور ایک اَخیافی پھوپھی چھوڑی، تو مسئلہ تین سے بنا کر دو سہام چچا کو اور ایک سہام پھوپھی کو دیے جائیں گے۔ یا یکساں درجے کے ماموں اور خالہ کو چھوڑا (خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اَخیافی) تو مسئلہ تین سے بنا کر دو ماموں کو اور ایک خالہ کو دیا جائے گا۔

وَإِنْ كَانُوا ذُكُورًا وَإِنَاثًا وَاسْتَوَتْ قَرَابَتُهُمْ، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، كَعَمٍّ وَعَمَّةٍ كِلَاهُمَا لِأُمٍّ، أَوْ خَالٍ وَخَالَةٍ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ وَلِأُمٍّ.

ترجمہ:- اور اگر وہ (چوتھی صنف کے ذوی الارحام) مذکر اور مؤنث دونوں قسم کے ہوں، اور اُن کی قرابت بھی برابر ہو، تو مذکر کو مؤنث کے مقابلے میں دوگنا ملے گا۔ جیسے: اَخیافی چچا اور پھوپھی، یا حقیقی ماموں اور خالہ، یا علاتی ماموں اور خالہ یا اَخیافی ماموں اور خالہ۔

ضابطہ (۴)

اور اگر صنف رابع کے موجود ذوی الارحام میں ماں اور باپ کی قرابت کے اعتبار سے مختلف رشتے دار موجود ہوں، تو ترکے کی اَولاً تقسیم اِس طرح ہوگی کہ کل مال کے تین حصے کر کے دو تہائی باپ کی قرابت والوں کے لئے خاص کیا جائے گا، اور ایک تہائی ماں کے واسطے سے رشتے داروں کے لئے خاص ہوگا، پھر ہر فریق کے لئے جو حصہ متعین ہوگا اُس کی تقسیم موجود وارثین میں ضابطہ دو کے اعتبار سے ہوگی، یعنی جس کی قرابت اَقوی ہوگی اُس کی طرف وہ حصہ منتقل کر دیا جائے گا، اور اُس قرابت کے مابقیہ اَفراد کو محروم کر دیا جائے گا۔

مثلاً: اگر میت نے ایک حقیقی پھوپھی اور ایک اَخیافی خالہ چھوڑی، تو ۳ر سے مسئلہ بنا کر ثلثان یعنی ۲ر باپ کی قرابت کا حصہ عینی پھوپھی کو دیا جائے گا اور ثلث یعنی ایک ماں کی قرابت کا حصہ اَخیافی خالہ کو ملے گا۔ یا مثلاً: ایک حقیقی خالہ اور ایک اَخیافی پھوپھی چھوڑی، تو بھی ۳ر سے مسئلہ بنا کر ۲ر حصے اَخیافی پھوپھی کو اور ایک حصہ حقیقی خالہ کو ملے گا۔

اور اگر میت نے ایک حقیقی پھوپھی اور ایک علاتی پھوپھی اور ایک اَخیافی پھوپھی چھوڑی اور اُنہیں کے ساتھ ساتھ ایک حقیقی خالہ، ایک علاتی خالہ اور ایک اَخیافی خالہ کو چھوڑا، تو اَولاً تقسیم تین سے کرنے کے بعد پھوپھیوں کے حصے میں دو اور خالاؤں کے حصے میں ایک آئے گا؛ لیکن چوں کہ ضابطہ دو کے اعتبار سے باپ کی قرابت والی پھوپھیوں میں قوت قرابت کے اعتبار سے فرق ہے؛ لہٰذا حقیقی پھوپھی کو پورا حصہ دے کر علاتی اور اَخیافی پھوپھیوں کو محروم کر دیا جائے گا۔

اِسی طرح ماں کی قرابت والے رشتے میں سے صرف حقیقی خالہ کو ملے گا، اور علاتی واَخیافی خالائیں محروم ہو جائیں گی؛ البتہ اگر مذکورہ مثال میں حقیقی پھوپھی یا حقیقی خالہ متعدد ہوں، تو اُن کی قرابت والا حصہ اُن میں برابر تقسیم کیا جائے گا، اور اِسی اعتبار سے مسئلے کی تصحیح ہوگی۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۳، تصـ: ۹

میت

خالۃ لام	خالۃ لاب	۳/خالۃ لاب وام	عمۃ لام	عمۃ لاب	۳/عمۃ لاب وام
م	م	۱	م	م	۲
		۳/۱			۶/۲

وَإِنْ كَـانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُخْتَلِفًا، فَلا اعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ، كَعَمَّةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَخَالَةٍ لِأُمٍّ أَوْ خَالَةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ وَعَمَّةٍ لِأُمٍّ، فَالثُّلُثَانِ لِقَرَابَةِ الْأَبِ – وَهُوَ نَصِيبُ الْأَبِ – وَالثُّلُثُ لِقَرَابَةِ الْأُمِّ – وَهُوَ نَصِيبُ الْأُمِّ، ثُمَّ مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيقٍ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ، كَمَا لَوْ اتَّحَدَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ.

ترجمہ:- اور اگر اُن کی رشتہ داری کی جہت مختلف ہو، تو قوت قرابت کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسے: حقیقی پھوپھی اور اَخیافی خالہ، یا حقیقی خالہ اور اَخیافی پھوپھی، تو (ایسی صورت میں) ثلثان (۲/تہائی) باپ کی قرابت والے کو- باپ کے حصے کے طور پر- ملے گا، اور ایک ثلث ماں کی قرابت والے کو- ماں کے حصے کے طور پر- ملے گا۔ اُس کے بعد ہر فریق کو جو حصہ ملا ہے وہ اُن کے درمیان اُسی طرح تقسیم کیا جائے گا، جس طرح اُن کی قرابت کی جہت متحد ہونے کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

صنفِ رابع کی اَولاد کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ أَوْلَادِهِمْ)

مصنف علیہ الرحمہ نے صنف رابع کی اَولاد کے لئے الگ فصل قائم فرمائی ہے،جس کی وجہ یہ ہے کہ جب صنف رابع کے مستحقین یعنی اَخیافی چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کا نام آتا ہے، تو صراحۃً ذکر کئے بغیر اُن کی اَولاد پر یہ لفظ صادق نہیں آتا۔

اِس کے برخلاف صنف اَول،صنف ثانی اور صنف ثالث کے جو ذوی الارحام ہیں،مثلاً: نواسے، بھانجے یا اَجدادِ فاسدہ؛ اِن میں نیچے اور اُوپر تک وہی لفظ کسی نہ کسی درجہ میں صادق آتا ہے۔ یہ بات علی الاطلاق صنف رابع کی جہات پر منطبق نہیں ہوتی، اِس لئے اسے الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت پیش آئی،تو صنف رابع کی اَولاد کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) اگر صنف رابع کی متعدد اَولاد موجود ہوں،تو اُن میں جو میت سے سب سے زیادہ اَقرب ہوگی، اُسے وراثت ملے گی اور اَبعد محروم ہو جائے گی،خواہ یہ اقربیت باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے۔مثلاً:

الف:- اگر ایک طرف پھوپھی کا بیٹا ہو اور دوسری طرف پھوپھی کا پوتا ہو،تو بیٹا اَقرب ہے؛ لہٰذا وہی ترکے کا مستحق ہوگا۔

ب:- اِسی طرح اگر ایک طرف خالہ کی بیٹی ہو اور دوسری طرف خالہ کی نواسی ہو،تو بیٹی مستحق ہوگی،نواسی نہیں۔

ج:- اِسی طرح اگر ایک طرف پھوپھی کی بیٹی ہو اور دوسری طرف خالہ کی نواسی ہو، تو پھوپھی کی بیٹی مستحق قرار پائے گی۔

> **الحُكْمُ فِيهِمْ كَالحُكْمِ فِي الصِّنْفِ الأَوَّلِ، أَعْنِي أَوْلٰهُمْ بِالمِيْرَاثِ أَقْرَبُهُمْ إِلَى المَيِّتِ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانَ.**
>
> **ترجمہ:-** صنف رابع کی اَولاد کے سلسلے میں وہی حکم ہے جو صنف اَول کے سلسلے میں ہے۔ یعنی وراثت کا سب سے زیادہ حق دار کسی بھی جہت سے میت سے قریب ترین ذی رحم ہوگا۔

(۲) اور اگر صنف رابع کی اَولاد میں موجود ذوی الارحام میت سے رشتے میں واسطوں کے اعتبار سے برابر ہوں، اور اُن کی قرابت بھی ماں یا باپ کے اعتبار سے متحد ہو، تو ترجیح قوتِ قرابت کے اعتبار سے ہوگی، یعنی عینی پھوپھیوں کی اَولاد، علاتی اور اَخیافی پھوپھیوں کی اَولاد پر راجح ہوگی۔ اور اگر عینی پھوپھیوں کی اَولاد نہ ہو، تو علاتی کی اَولاد اَخیافی کی اَولاد پر راجح ہوگی ......الخ۔ اور یہی حکم عینی اور علاتی و اَخیافی ماموؤں اور خالاؤں کی اَولاد کے بارے میں ہوگا۔

> **وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي القُرْبِ وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا، فَمَنْ كَانَتْ لَهُ قُوَّةُ القَرَابَةِ فَهُوَ أَوْلَى بِالإِجْمَاعِ.**
>
> **ترجمہ:-** اور اگر وہ سب رشتے میں برابر ہوں، اور اُن کی قرابت کی جہت بھی متحد ہو، تو جس کی قرابت قوی ہوگی وہ بالاتفاق زیادہ حق دار ہوگا۔

(۳) اور اگر صنف رابع کی اَولاد میں سے موجود ذوی الارحام قرب و قرابت میں بھی برابر ہوں، اور اُن کی قرابت کی جہت بھی ایک ہی ہو، یعنی سب باپ کی طرف سے ہوں، یا سب ماں کی طرف سے ہوں، تو اَب یہ دیکھا جائے گا کہ اُن میں سے کوئی عصبہ کی اَولاد میں سے ہے یا نہیں؟ پس عصبہ کی اَولاد کو ذوی الارحام کی اَولاد پر ترجیح ہوگی، بشرطیکہ دونوں عینی ہوں، مثلاً عینی چچا کی بیٹی اور عینی پھوپھی کا بیٹا ہو، تو کل مال عینی چچا کی بیٹی کو ملے گا؛ اِس لئے کہ چچا عصبات میں داخل ہے، اور پھوپھی ذوی الارحام میں سے ہے۔

اِسی طرح اگر ایک طرف عینی چچا کی بیٹی ہو اور دوسری طرف علاتی چچا کی بیٹی ہو، تو قوتِ قرابت کو دیکھتے ہوئے عینی چچا کی بیٹی کو ترجیح ہوگی، یہی ظاہر الروایہ ہے۔ جو ایک مسئلے پر قیاس سے مستفاد ہے وہ یہ ہے کہ صنف رابع کے بیان میں یہ بات گذر چکی ہے کہ علاتی خالہ باوجود ذی رحم جد فاسد (اَب الام) کی اَولاد ہونے کے اَخیافی خالہ پر راجح ہوتی ہے، باوجودیکہ اَخیافی خالہ جدۂ صحیحہ (اُم الام) کی اَولاد میں ہے، اور ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ جو قوتِ قرابت خود وارث میں پائی جائے، وہ اس قرابت کے مقابلے میں قوی ہوتی ہے، جو نسبت کی بنیاد پر حاصل ہو، پس علاتی خالہ میں نفس وارث میں پائی جانے والی قرابت کی قوت اَخیافی خالہ کے مقابلے میں زیادہ پائی جارہی ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ اگر عینی پھوپھی کا بیٹا اور علاتی چچا کی بیٹی جمع ہوں، تو علاتی چچا کی بیٹی ہی وارث ہوگی؛ کیوں کہ وہ عصبہ کی اَولاد ہے؛ لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

راجح یہی ہے کہ جہاں عینی وعلاتی کا فرق پایا جائے گا، تو وہاں عینی ہی کو ترجیح ہوگی، اور محض عصوبت کو وجہِ ترجیح نہیں بنایا جائے گا۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِي الْقُرْبِ وَالْقَرَابَةِ وَكَانَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ مُتَّحِدًا فَوَلَدُ الْعَصَبَةِ أَوْلیٰ، كَبِنْتِ الْعَمِّ وَابْنِ الْعَمَّةِ كِلَاهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ، الْمَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ الْعَمِّ؛ لِأَنَّهَا وَلَدُ الْعَصَبَةِ.

ترجمہ:- اور اگر وہ سب کے سب درجہ میں اور رشتے میں برابر ہوں، نیز اُن کی قرابت کی جہت بھی متحد ہو، تو عصبہ کی اَولاد زیادہ حق دار ہوگی۔ جیسے: حقیقی یا علاتی چچا کی بیٹی اور حقیقی یا علاتی پھوپھی کا بیٹا، تو ترکہ چچا کی بیٹی کو ملے گا؛ اِس لئے کہ وہ عصبہ کی اَولاد ہے۔

(۴) اگر صنف رابع کے ذوی الارحام میت سے قرب میں برابر ہوں؛ لیکن ماں اور باپ کے اعتبار سے قرابتیں الگ الگ ہوں، تو ایسی صورت میں قوتِ قرابت یا عصبہ کی اَولاد

ہونے کی بنا پر ظاہر الروایہ میں کوئی تفریق نہیں کی جائے گی، یعنی کسی کو حق دار اور کسی کو محروم نہیں قرار دیا جائے گا، یہ حکم اس قیاس پر مبنی ہے کہ اگر ایک طرف عینی پھوپھی ہو اور دوسری طرف عینی خالہ ہو، تو باوجودیکہ عینی پھوپھی باپ اور ماں دونوں کی طرف سے قرابت رکھتی ہے؛ لیکن اُس کو عینی خالہ پر ترجیح نہیں دی جاتی؛ حالاں کہ خالہ کی قرابت صرف ماں کی طرف سے ہے۔

پس اِس سے معلوم ہوا کہ جب جہاتِ قرابت الگ الگ ہوں، تو کسی کو محروم نہیں کیا جائے گا؛ البتہ تقسیم اِس طرح ہوگی کہ ترکے کو ۳/حصوں میں بانٹ کر ۲/حصے یعنی ثلثان باپ کی قرابت والے ذوی الارحام کو دیے جائیں گے، اور ایک حصہ یعنی ثلث ماں کی قرابت والے کو دیا جائے گا، پھر جو حصہ باپ کی قرابت والوں کو مجموعی طور پر ملے گا، اُس کو تقسیم کرنے میں قوتِ قرابت اور عصبہ کی اَولاد ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے اُسی طرح تقسیم ہوگی جیسا کہ ضابطہ نمبر تین میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا لِأَبٍ وَأُمٍّ وَالآخَرُ لِأَبٍ كَانَ المَالُ كُلُّهُ لِمَنْ كَانَ لَهُ قُوَّةُ القَرَابَةِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ قِيَاسًا عَلَى خَالَةٍ لِأَبٍ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدَ ذِيْ رَحِمٍ هِيَ أَوْلَى بِقُوَّةِ القَرَابَةِ مِنَ الخَالَةِ لِأُمٍّ مَعَ كَوْنِهَا وَلَدَ الوَارِثَةِ؛ لِأَنَّ التَّرْجِيحَ لِمَعْنًى فِيْهِ وَهُوَ قُوَّةُ القَرَابَةِ أَوْلَى مِنَ التَّرْجِيحِ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهِ وَهُوَ الإِدْلَاءُ بِالوَارِثِ، وَقَالَ بَعْضُهُمُ المَالُ كُلُّهُ لِبِنْتِ العَمِّ لِأَبٍ لِأَنَّهَا وَلَدُ العَصَبَةِ.

ترجمہ:- اور اگر اُن میں سے ایک حقیقی اور دوسری علاتی ہو، تو پورا کا پورا ترکہ ظاہر الروایہ کے مطابق اُس کو ملے گا جس کی قرابت قوی ہے۔ علاتی خالہ پر قیاس کرتے ہوئے، اِس کے باوجود کہ علاتی خالہ ذی رحم کی اَولاد ہے، تو قوتِ قرابت کی وجہ سے وہ (علاتی خالہ) اَخیافی خالہ کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوگی، باوجودیکہ اَخیافی خالہ وارث کی اَولاد ہے؛ اِس لئے کہ کسی ایسی علت کی وجہ سے ترجیح جو اپنی

ذات میں پائی جائے (یعنی قوتِ قرابت) ایسی علت (وارث کی جانب نسبت) کی وجہ سے ترجیح کے مقابلے میں زیادہ اَولیٰ ہے جو کسی دوسرے کی وجہ سے پائی جائے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ پورا کا پورا مال علاتی چچا کی بیٹی کو ملے گا؛ اِس لئے کہ وہ عصبہ کی اَولاد ہے۔

(۵) اگر صنف رابع کے موجود ذوی الارحام میں بعض کا رشتہ میت سے اِکہرا ہو اور بعض سے دوہرا ہو، اور ذوی الارحام میں ماں اور باپ دونوں کی جہات پائی جائیں، تو اُن کے درمیان ترکے کی تقسیم کے بارے میں حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اور حضرت اِمام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے۔

حضرت اِمام اَبو یوسفؒ فروع کو بنیاد بنا کر رشتوں کے اعتبار سے اُن کی تعداد متعین کرتے ہیں، یعنی جو ذوی رحم دوہری رشتے داری رکھتا ہے، اُس کو دوہرا فرض کر کے اُس کا حصہ متعین کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر میت نے علاتی پھوپھی کی بیٹی کے ۲؍ بیٹے چھوڑے، اور ساتھ میں دوسری علاتی پھوپھی کی ۲؍ پوتیاں چھوڑیں، جو میت کے علاتی چچا کی نواسیاں بھی ہیں۔ اور دوسری طرف علاتی خالہ کی ۲؍ نواسیاں چھوڑیں، اور دوسری علاتی خالہ کے ۲؍ پوتے چھوڑے، جو میت کے علاتی ماموں کے نواسے بھی ہیں، تو حضرت اِمام اَبو یوسفؒ فروع کی تعداد اُن کے رشتوں کو دیکھ کر متعین کریں گے، یعنی علاتی پھوپھی کے ۲؍ نواسوں کو حسب ضابطہ ۴؍ نواسیوں کے درجہ میں رکھا جائے گا، اور دوسری پھوپھی کی ۲؍ پوتیاں جو علاتی چچا کی نواسیاں بھی ہیں، اُن کو ۴؍ لڑکوں کے درجہ میں رکھا جائے گا، تو گویا کہ پھوپھی اور چچا جو باپ کی قرابت والے ہیں، اُن کے فروع کی تعداد ۸؍ بیٹھے گی۔ اِسی طرح ماں کی قرابت والوں میں جو موجود ذوی الارحام ہیں، اُن میں علاتی خالہ کی ۲؍ نواسیاں اِکہرا رشتہ ہونے کی وجہ سے ۲؍ فرض کی جائیں گی؛ لیکن علاتی خالہ کے وہ ۲؍ پوتے جو علاتی ماموں کے نواسے بھی ہیں، اُن کو ہر رشتے کی وجہ سے ۴؍ فرض کیا جائے گا۔

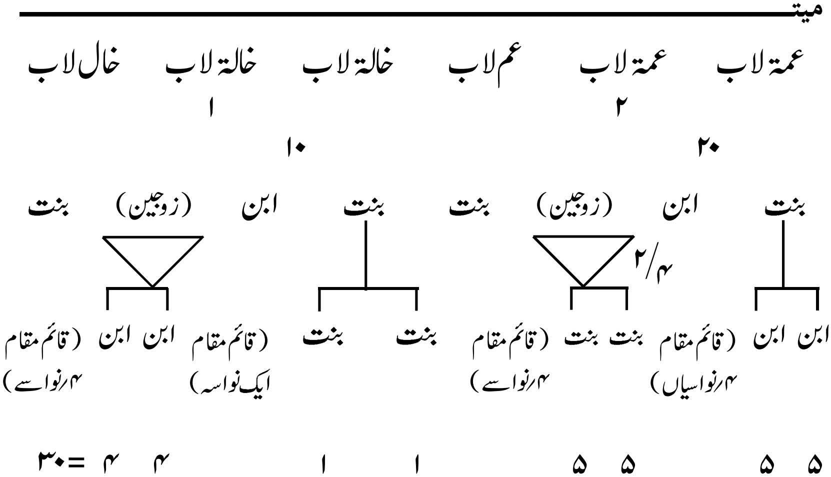
پھر تقسیم کا آغاز اِس طرح ہوگا کہ اَولاً ۳؍ سے مسئلہ بنا کر باپ کی قرابت والوں کو ثلثان

یعنی ۲؍دیا جائے گا، اور ماں کی قرابت والوں کو ایک دیا جائے گا، اَب باپ کی قرابت کے سہام کی جب ہم عددفروع ۸؍ (جسے اختصار کے طور پر چار فرض کیا جائے گا) سے نسبت دیکھیں گے، تو تداخل کی نسبت ہوگی، اور چار کے دخل ۲؍کو محفوظ رکھیں گے۔ اُس کے بعد ماں کی قرابت والے ایک سہام کی نسبت عددفروع یعنی ۵؍سے جب دیکھی جائے گی، تو تباین کی نسبت نکلے گی، اُس کے بعد عدد ِرُؤس ۵؍کو محفوظ کرلیں گے، پھر حسبِ ضابطہ عدد محفوظ ۲؍کو ۵؍میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ ۳؍سے ضرب دیا جائے گا، تو ۳۰؍سے تصحیح ہوگی، پھر باپ کی قرابت کے سہام ۲؍کو جب ۱۰؍سے ضرب دیں گے، تو ان کا حصہ ۲۰؍نکلے گا، جو ہر فرع میں ۵-۵؍کے حساب سے تقسیم ہوجائے گا، اور ماں کی جہت والے ذوی الارحام کا حصہ ضرب دینے کے بعد ۱۰؍ہوجائے گا، جس میں سے ۱-۱؍علاتی خالہ کی دونوں نواسیوں کو اور ۴-۴؍علاتی دوسری خالہ کے دو پوتوں یعنی علاتی ماموں کے ۲؍نواسوں کو ملے گا، جس کی اچھی طرح وضاحت درج ذیل نقشے سے ہوگی:

نقشہ برقول اِمام اَبو یوسفؒ:

مسئلہ: ۳، تصـ: ۳۰

میتـ



اور مذکورہ صورت میں حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک تقسیم کا عمل اُصول سے شروع ہوگا، اور

فروع کے عدد کا اعتبار کرتے ہوئے اُصول کی تعداد متعین کی جائے گی، اور پھر جس پہلے بطن میں تذکیر وتانیث کا اختلاف ہوگا، تو اُن میں صنف اول کے ضابطے کے مطابق الگ الگ گروپ بنا کر تقسیم کیا جائے گا، اور ہر گروپ کے حاصل کردہ سہام اُن کے فروع میں تقسیم ہوں گے۔

مثال کے طور پر اُوپر ذکر کردہ نقشے میں حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اَولاً تین سے مسئلہ بنا کر دو حصے باپ کی قرابت والے اَخیافی چچا اور پھوپھیوں کو دیے جائیں گے، اور ایک حصہ ماں کی قرابت والے خالاؤں اور ماموؤں کو ملے گا۔

بعد اَزاں ہر پھوپھی کو عدد فروع کے اعتبار سے ۲-۲/ فرض کیا جائے گا، اور اَخیافی چچا کو بھی فروع کی بنیاد پر ۲/ قرار دیں گے، جو ۴/ پھوپھیوں کے قائم مقام ہوگا، تو گویا کہ کل عددِ رُؤوس آٹھ ہوئے، اَب اِس آٹھ کے عدد کو اگر مختصر کیا جائے تو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے؛ گویا کہ دو کا عدد فرض کرلیا جائے، جس میں سے باپ کی قرابت والوں کے حصے میں آئے ہوئے ۲/ سہام میں سے ایک حصہ اَخیافی چچا کو اور مابقیہ ایک حصہ دونوں پھوپھیوں کو دے دیا جائے گا۔ دوسری طرف ماں کی قرابت میں ہر خالہ کو دو خالہ مانا جائے گا؛ کیوں کہ اُن کی فروع میں دو کا عدد موجود ہے، اور ماموں کو دو ماموں برابر چار خالہ کے مانا جائے گا؛ گویا کہ آٹھ عددِ رُؤوس ہوئے، اَب اس کو مختصر کرتے ہوئے دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے، نصف حصہ دونوں خالاؤں کو اور نصف حصہ ماموں کو ملے گا۔ اِس میں چوں کہ کسر واقع ہے، اِس لئے اس فریق کو جو پہلے بطن میں ایک ملا تھا، اُس میں اور عددِ رُؤوس میں تباین کی وجہ سے عددِ رُؤوس ۲/ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے، تو پہلی تصحیح ۶/ سے ہوگی، اَب گویا کہ باپ کے فریق کو جو ۲/ ملے تھے، وہ ۴/ ہوگئے، اور ماں کے فریق کو جو ایک ملا تھا، وہ ۲/ ہوگئے، اِس دو میں سے ایک حصہ ماموں کے لئے ہوا اور ایک حصہ مجموعی طور پر دونوں خالاؤں کے لئے ہوا، اور باپ کے فریق میں جو ۴/ حصے تھے، اُس میں سے ۲/ حصے اَخیافی چچا کے لئے اور ایک ایک حصہ پھوپھی کے لئے ہوا۔

اَب اِس کے بعد فروع میں تقسیم کرنا ہے، تو پھوپھیوں کے گروپ میں بطن ثانی میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے، اور فروع کے عدد کو دیکھتے ہوئے یہ بیٹی ۲/ کے قائم مقام ہے، اور بیٹا بھی

۲ر کے مقام مقام ہے، اِس طرح کل عدد رُؤوس ۶ر ہوئے، اَب اس کو مختصر کیا جائے تو تین مانا جائے گا، اور بطن اول میں پھوپھیوں کا حصہ ۲ر عدد تھا، اور فروع میں عدد رُؤوس تین ہوئے، تو تباین پایا گیا؛ لہٰذا تین کو محفوظ کرلیا جائے گا، اور چچا کا جو حصہ ہے، تو چوں کہ بطن ثانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اِس لئے وہ براہِ راست بطن ثالث میں برابر تقسیم ہو جائے گا، یعنی ۲ر میں سے ایک ایک ان کی ہر بیٹی کو دے دیا جائے گا۔

اُس کے بعد ماں کی قرابت میں مجموعی حصہ دو تھا، جن میں سے ایک دونوں خالاؤں کو ملا تھا، اور ایک ماموں کو ملا تھا، اب ماموں کو جو ایک حصہ ملا ہے، وہ اُن کے دونواسوں میں برابر تقسیم نہیں ہورہا ہے؛ لہٰذا ۲ر کے عدد کو محفوظ کرلیا جائے گا، اور دونوں خالاؤں کو جو ایک حصہ ملا تھا، وہ بطن ثانی میں ایک بیٹی (جو فروع کے اعتبار سے دو کے برابر ہے) اور ایک بیٹے (جو دو بیٹوں کے برابر ہے) میں تقسیم ہونا ہے، اور یہ ویسے تو عدد رُؤوس چھ ہوتے ہیں؛ لیکن اگر اُنہیں مختصر کیا جائے، تو تین میں کیا جاسکتا ہے، اور خالاؤں کے سہام ایک ایک اور تین میں تباین ہے؛ لہٰذا اس تین کو بھی محفوظ کرلیا جائے گا۔

اب کل عدد محفوظ ۳-۲-۳ر ہوئے، اَب چوں کہ تین اور تین میں تماثل ہے؛ لہٰذا ایک کو دو میں ضرب دیا جائے گا تو حاصل ضرب ۶ر نکلے گا، پھر ۶ر کو اصل مسئلہ ۶ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ۳۶ر نکلے گا، پھر جب نیچے تقسیم کی جائے گی، تو باپ کی قرابت والوں کو ۲۴ر اور ماں کی قرابت والوں کو ۱۲ر ملیں گے۔

اُس کے بعد باپ کی قرابت والوں کو جو ۲۴ر ملے تھے، وہ اَولاً دو حصوں میں کر کے ۱۲ر چچا کو اور ۱۲ر دونوں پھوپھیوں کو ملیں گے، اور چچا کو جو ۱۲ر ملے ہیں وہ بعینہٖ تیسرے بطن میں دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کردئے جائیں گے، اور ہر بیٹی کو ۶-۶ر حصے ملیں گے، اور پھوپھیوں کو جو ۱۲ر ملے تھے، وہ اَولاً دونوں پھوپھیوں میں تقسیم ہوں گے؛ لہٰذا ہر پھوپھی کے حصے میں ۶-۶ر سہام آئیں گے، اب پہلی پھوپھی کے ۶ر سہام، اُس کے فروع میں نصف نصف تقسیم ہو جائیں

گے؛ لہٰذا ہر بیٹے کو ۳-۳/ملیں گے، اور دوسری پھوپھی کو جو ۶/ ملے ہیں، وہ بھی ان کی دونوں پوتیوں میں نصف نصف تقسیم ہوجائیں گے اور ہر بیٹی کو پھوپھی کی طرف سے ۳-۳/ملیں گے۔

اُس کے بعد ماں کی قرابت میں ۳۶/ میں سے ۱۲/ ملے تھے، اُس میں سے ۶/ ماموں کو ملے تھے، جو اُن کے دونوں بیٹوں کے درمیان ۳-۳/ تقسیم ہوں گے، اور ۶/ دونوں خالاؤں کو ملے تھے، جس میں سے ۴/ بیٹے کو اور ۲/ بیٹی کو ملیں گے، اُس کے بعد بطن ثالث میں سے خالہ کی بیٹی کو جو ۲/ ملے تھے، وہ اُن کی بیٹیوں میں ایک ایک تقسیم ہوجائیں گے، اور جو دوسری خالہ کے بیٹوں کو ۴/ ملے تھے، وہ اُن کے بیٹوں کو ۲-۲/ تقسیم ہوجائیں گے، اِس طرح ہر بیٹے کو ۵-۵/ اور ہر بیٹی کو ایک ایک ملے گا۔ اِس کی وضاحت درج ذیل نقشے سے ہوگی:

نقشہ برقول اِمام محمدؒ

مسئلہ: ۳، تصـ: ۶، تصـ: ۳۶،

میتـ

٢/عمۃ لاب	٢/عمۃ لاب	٢/عم لاب	٢/خالۃ لاب	٢/خالۃ لاب	٢/خال لاب
١ ٢		١	١ ١		١
٢ ٤		٢	٢		
٢٤			١٢		

بنت (قائم مقام ٢/نواسے)	ابن (قائم مقام ٢/نواسے)	بنت (قائم مقام ٢/نواسے)	بنت (قائم مقام ٢/نواسے)	ابن (قائم مقام ٢/نواسے)	بنت (قائم مقام ٢/نواسے)
٤	٨				

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	ابن	ابن
٢	٢	٦+٣=٩	٦+٣=٩	١	١	٣+٢=٥	٣+٢=٥=٣٦

نوٹ:- صنف رابع کے ذوی الارحام میں اگر میت کے سگے ماموں یا خالاؤں یا پھوپھیوں اور اَخیافی چچا یا اُن کی اَولادوں میں کوئی موجود نہ ہو، تو یہ دیکھا جائے گا کہ میت کے ماں باپ کے اَخیافی چچا یا پھوپھی یا ماموں اور خالہ اور اُن کی اَولادیں ہیں یا نہیں؟ اگر اُن میں

سے کوئی موجود ہو، تو حسب ضابطہ سابق اُن کے درمیان ترکے کی تقسیم ہوگی، یعنی اگر اُن میں سے کوئی ایک موجود ہو، تو کل ترکہ اُسے دے دیا جائے گا، اور اگر متعدد ہوں، تو اُن میں قوتِ قرابت کو ملحوظ رکھا جائے گا......الخ۔

اور اگر بالفرض باپ کی پھوپھیوں، خالاؤں اور اَخیافی چچاؤں وغیرہ میں کوئی موجود نہ ہوں، تو دادا دادی اور نانا نانی کی اَولادوں میں پھوپھیوں، خالاؤں، ماموؤں اور اَخیافی چچاؤں میں حسب ضابطہ وراثت جاری ہوگی، اور اُن میں بھی عصبات کی طرح ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

وَإِنِ اسْتَوَوْا فِيْ الْقُرْبِ وَلَكِنْ اِخْتَلَفَ حَيِّزُ قَرَابَتِهِمْ فَلا اِعْتِبَارَ لِقُوَّةِ الْقَرَابَةِ وَلَا لِوَلَدِ الْعَصَبَةِ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ قِيَاسًا عَلَى عَمَّةٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ مَعَ كَوْنِهَا ذَاتَ الْقَرَابَتَيْنِ وَوَلَدَ الْوَارِثِ مِنَ الْجِهَتَيْنِ هِيَ لَيْسَتْ بِأَوْلىٰ مِنَ الْخَالَةِ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ؛ لَكِنَّ الثُّلُثَيْنِ لِمَنْ يُدْلِيْ بِقَرَابَةِ الْأَبِ فَتُعْتَبَرُ فِيْهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ ثُمَّ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى – مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيْقٍ يُقْسَمُ عَلىٰ أَبْدَانِ فُرُوْعِهِمْ مَعَ اِعْتِبَارِ عَدَدِ الْجِهَاتِ فِيْ الْفُرُوْعِ. ثُمَّ وَلَدُ الْعَصَبَةِ وَالثُّلُثُ لِمَنْ يُدْلِيْ بِقَرَابَةِ الْأُمِّ وَتُعْتَبَرُ فِيْهِمْ قُوَّةُ الْقَرَابَةِ.

ثُمَّ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – مَا أَصَابَ كُلَّ فَرِيْقٍ يُقْسَمُ عَلَى أَبْدَانِ فُرُوْعِهِمْ مَعَ اِعْتِبَارِ عَدَدِ الْجِهَاتِ فِيْ الْفُرُوْعِ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ – يُقْسَمُ الْمَالُ عَلىٰ أَوَّلِ بَطْنٍ اِخْتَلَفَ مَعَ اِعْتِبَارِ عَدَدِ الْفُرُوْعِ وَالْجِهَاتِ فِيْ الْأُصُوْلِ كَمَا فِيْ الصِّنْفِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ يَنْتَقِلُ هٰذَا الْحُكْمُ إِلَى جِهَةِ عُمُوْمَةِ أَبَوَيْهِ وَخُؤُوْلَتِهِمَا، ثُمَّ إِلَى أَوْلَادِهِمْ، ثُمَّ إِلَى جِهَةِ عُمُوْمَةِ أَبَوَيْ أَبَوَيْهِ وَخُؤُوْلَتِهِمَا، ثُمَّ إِلَى أَوْلَادِهِمْ كَمَا فِيْ الْعَصَبَاتِ.

ترجمہ:- اور اگر وہ سب رشتے میں برابر ہوں؛ لیکن اُن کی قرابت کی

جہت مختلف ہو، تو ظاہر الروایہ کے مطابق نہ تو قوتِ قرابت کا اعتبار ہے اور نہ عصبہ کی اَولاد ہونے کا، حقیقی پھوپھی پر قیاس کرتے ہوئے، اِس کے باوجود کہ حقیقی پھوپھی دوہرے رشتے والی ہے، اور دو جانب سے وارث کی اَولاد ہے، وہ پھوپھی حقیقی یا اَخیافی خالہ کے مقابلے میں زیادہ حق دار نہیں ہے؛ لیکن ۲/۳ ثلث باپ کی قرابت سے منسوب والے کے لئے ہوگا۔ پھر اُن کے درمیان قوتِ قرابت کا اعتبار کیا جائے گا، اُس کے بعد عصبہ کی اَولاد ہونے کا۔ اور ایک ثلث ماں کے رشتے سے منسوب والے کے لئے ہوگا، اور اُن کے درمیان قوتِ قرابت کا اعتبار کیا جائے گا۔

پھر حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کے نزدیک ہر فریق کو جو حصہ ملا ہے، وہ اُن کے فروع کے اَبدان پر فروع میں جہات کے عدد کے اعتبار کرنے کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔ اور حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک ترکہ اُصول میں جہات اور فروع میں عدد کا اعتبار کرنے کے ساتھ سب سے پہلے اُس بطن پر تقسیم ہوگا جس میں اختلاف واقع ہوا ہے، جیسا کہ صنف اَول میں کیا گیا تھا۔ پھر یہی حکم ماں باپ کی پھوپھیوں اور اُن کی خالاؤں کی جانب، پھر اُن کی اَولاد کی جانب، پھر دادا دادی کی پھوپھیوں اور اُن کی خالاؤں پھر اُن کی اَولاد کی جانب منتقل ہوگا؛ جیسا کہ عصبات میں ہوا تھا۔

تمرین

(۱) صنف رابع کی اَولاد میں ترکہ کی تقسیم میں کن اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے گا؟

(۲) اِس کے متعلق حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اور حضرت اِمام محمدؒ کے درمیان اختلاف کی نوعیت کو نقشہ بنا کر واضح کریں۔

خنثیٰ کا بیان

(فَصۡلٌ فِيۡ الۡخُنۡثٰی)

خنثیٰ "خـنـث" سے مشتق ہے، جس کے معنی اعضاء میں نرمی کے آتے ہیں، اور خنثیٰ کو اِسی لئے یہ لقب دیا گیا ہے کہ اُن کی چال ڈھال میں عموماً عورتوں کی طرح لچک پائی جاتی ہے۔

اور اِصطلاحی طور پر خنثیٰ مشکل سے مراد ایسا شخص ہے، جس میں مرد وعورت دونوں کے پوشیدہ اَعضاء پائے جائیں، یا دونوں طرح کے اَعضاء مفقود ہوں، اور کسی بھی نشانی کے ذریعہ یہ فیصلہ نہ کیا جاسکے کہ یہ مرد ہے یا عورت؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر کسی نشانی یا واضح قرینے سے یہ پتہ چل جائے کہ یہ مرد ہے یا عورت؟ تو وہ خنثیٰ مشکل قرار نہیں دیا جائے گا۔

اور بچپن کے اندر یعنی بلوغ سے پہلے پہلے اگر دونوں طرح کے آلے موجود ہوں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ کس آلہ سے پیشاب کرتا ہے، پس اگر ذکر سے پیشاب کرتا ہے تو وہ مرد ہے، اور اگر فرج سے کرتا ہے تو وہ عورت ہے۔ اور اگر دونوں مقام سے پیشاب نکلتا ہے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ پیشاب نکلنے کی ابتداء کس مقام سے ہوئی ہے، اُسی اعتبار سے فیصلہ ہوگا۔

اور بلوغ کے بعد مزید نشانیاں بھی متحقق ہوسکتی ہیں، مثلاً: سینے کا اُبھار، یا ظہور حمل عورت کی نشانی ہوگی، اور انزال اور احبال مرد کی نشانی ہوگی۔ نیز جدید میڈیکل سائنس کی تحقیقات کے ذریعہ بھی جنس کی تعیین کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد: الفرائض والمواریث/للزحیلی ص: ۳۳۳-۳۳۴)

خلاصہ یہ کہ اگر کسی شخص میں دونوں طرح کی نشانیاں جمع ہوجائیں اور اُس کے مرد یا عورت ہونے کا فیصلہ دشوار ہو، تو اُسے "خنثیٰ مشکل" کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

وارثین میں خنثیٰ مشکل کا تصور

واضح ہو کہ "خنثیٰ مشکل" ماں باپ یا دادا دادی میں سے کوئی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ خنثیٰ مشکل سے اَولاد کا تصور ہی نہیں ہے۔ اِسی طرح شوہر یا بیوی میں سے بھی کوئی خنثیٰ مشکل نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اُن کے درمیان شرعاً نکاح ہی درست نہیں ہے۔

البتہ اَولاد، بھائیوں یا چچاؤں میں "خنثیٰ مشکل" متصور ہے۔ اِسی طرح ولاء عتاقہ یا ولاء موالات میں بھی خنثیٰ مشکل ہوسکتا ہے۔ (الفرائض والمواریث/للزحیلی ص:۳۳۴-۳۳۵)

خنثیٰ مشکل کے اَحوال

خنثیٰ مشکل کے کل ۵/اَحوال ہیں، جن میں سے تین متفق علیہ ہیں، اور دو کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

(۱) اگر خنثیٰ مشکل میت کا بھائی ہو، تو وہ میت کے باپ، بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں محروم ہوگا۔ اِسی طرح اگر پوتا خنثیٰ مشکل ہو تو بیٹے کی موجودگی میں محروم ہوگا۔ الغرض حاجب حرمان کے پائے جانے کے وقت خنثیٰ مشکل بھی حسب ضابطہ محجوب رہے گا۔

(۲) اگر میت کا وارث صرف خنثیٰ مشکل ہی بن رہا ہو، اور وہ دوسروں کے لئے حاجبِ حرمان ہو، مثلاً: بیٹا خنثیٰ مشکل ہو، اور اُس کے ساتھ اَخیافی بھائی بہن بھی ہوں، تو وہ بیٹا ہی حسبِ ضابطہ سارے ترکہ کا مستحق ہوجائے گا، اور اَخیافی بھائی بہن محروم ہوں گے۔

(۳) اگر اَخیافی بھائی خنثیٰ مشکل ہو، تو جن صورتوں میں اَخیافی بھائی بہن وارث ہوتے ہیں، اُن میں یہ خنثیٰ مشکل بھی وارث ہوگا۔ اگر تنہا ہے تو سدس کا مستحق ہوگا، اور اگر متعدد ہیں تو سب ثلث میں شریک ہوں گے۔ اِسی طرح اگر میت کی بیٹی کے ساتھ بھائی خنثیٰ مشکل ہو تو وہ حسبِ ضابطہ عصبہ بن کر وراثت کا مستحق ہوگا۔

(مذکورہ بالا تینوں حالتیں متفق علیہ ہیں)

(۴) اگر خنثیٰ مشکل کو مذکر یا مؤنث فرض کرنے میں ایک اعتبار سے وراثت کا استحقاق ہو اور دوسرے اعتبار سے نہ ہو۔

(۵) اگر خنثیٰ مشکل کو مذکر یا مؤنث فرض کرنے میں ایک اعتبار سے حصہ زیادہ بن رہا ہو اور دوسرے اعتبار سے کم بن رہا ہو۔ (الفرائض والمواریث/للزحیلی ص:۳۳۵-۳۳۶)

تو مذکورہ بالا دونوں حالتوں میں اگرچہ ائمہ کی آراء مختلف ہیں؛ تاہم حضرت اِمام ابوحنیفہؒ اور اُن کے شاگردوں اور عام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ ایک مرتبہ خنثیٰ مشکل کو مرد فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا۔ اور ایک مرتبہ عورت فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا، اور دونوں مسئلوں میں سے جس میں خنثیٰ کو کم سے کم مل رہا ہو وہ اُسے دیا جائے گا، یا وہ محروم ہو رہا ہو، تو اُسی اعتبار سے ترکے کی تقسیم کی جائے گی۔

مثال کے طور پر اگر میت نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور ایک خنثیٰ کو چھوڑا، تو اگر خنثیٰ کو لڑکا فرض کریں، تو ۵/ سے مسئلہ بنے گا، اور خنثیٰ کو ۲/۵ ملے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

مسئلہ: ۵

میت

ابن	بنت	خنثیٰ (ابن)
۲	۱	۲

اور اگر خنثیٰ کو لڑکی فرض کریں، تو مسئلہ ۴/ سے بنے گا، اور خنثیٰ کو ۱/۴ ملے گا۔

مسئلہ: ۴

میت

ابن	بنت	خنثیٰ (بنت)
۲	۱	۱

اور ظاہر ہے کہ ۲/۵ کے مقابلے میں ۱/۴ کمتر ہے؛ لہٰذا اُسی اعتبار سے خنثیٰ کو دیا جائے گا۔

لِلْـخُنثَى الْمُشْكِلِ أَقَلُّ النَّصِيبَيْنِ، أَعْنِي أَسْوَءَ الحَالَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَأَصْحَابِهِ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ

تَعَالیٰ عَنْهُمْ وَعَلَیْهِ الفَتْوَیٰ، کَمَا إِذَا تَرَکَ اِبْنًا وَبِنْتًا وَخُنْثیٰ، لِلْخُنْثیٰ نَصِیْبُ بِنْتٍ؛ لِأَنَّهُ مُتَیَقَّنٌ.

ترجمہ:- اِمام اَبوحنیفہ اور اُن کے اَصحاب کے نزدیک خنثیٰ مشکل کو "اقل النصیبین" (کم تر حصہ) ملے گا، اور یہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک ہے، اور اِسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ میت نے ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک خنثیٰ چھوڑا ہو، تو خنثیٰ کو ایک بیٹی کے برابر حصہ ملے گا؛ اِس لئے کہ یہی یقینی ہے۔

"أسوأ الحالین" کا مطلب

نوٹ:- مصنفؒ نے "أقل النصیبین" کی تشریح "أسوأ الحالین" سے فرمائی ہے، اس میں یہ فائدہ پیش نظر ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ خنثیٰ کو مؤنث فرض کرنے میں ہی اُس کا حصہ کم ہوگا؛ بلکہ بعض صورتوں میں مذکر فرض کرنے میں بھی حصہ کم ہوسکتا ہے، پس بہر حال اُسی صورت کو اختیار کیا جائے گا، جس میں خنثیٰ کا حصہ کم سے کم نکل رہا ہو۔

مثال کے طور پر اگر کسی عورت نے اپنی وفات کے بعد ایک شوہر، ایک ماں، ایک اخیافی بہن اور ایک علاتی خنثیٰ چھوڑا، تو ایسی صورت میں اگر علاتی خنثیٰ کو مؤنث فرض کیا جائے گا، تو اُس کا حصہ زیادہ بیٹھے گا؛ کیوں کہ ایسی صورت میں شوہر کو نصف، ماں کو سدس، اَخیافی بہن کو سدس اور خنثیٰ علاتی کو نصف ملے گا، اور مسئلہ ۶ر سے بن کر ۸ر سے عول ہوگا۔

مسئلہ: ۶، عـ: ۸

میتہ راشدہ

زوج	ام	اخت لام	خنثیٰ لاب (مؤنث)
نصف	سدس	سدس	نصف
۳	۱	۱	۳

اِس کے برخلاف اگر خنثیٰ کو مذکر فرض کیا جائے تو وہ عصبہ قرار پائے گا، اور اُسے ۶ر میں سے صرف ایک ملے گا، اور یہی "اسوأ الحالین" ہے، پس اسی کو اختیار کیا جائے گا۔

راشدہ میتہ مسئلہ: ۶

زوج	ام	اخت لام	خنثیٰ لاب (مذکر)
نصف	سدس	سدس	عصبہ
۳	۱	۱	۱

اِسی طرح اگر میت نے شوہر، ایک حقیقی بہن، ایک علاتی خنثیٰ کو چھوڑا، تو یہاں اگر خنثیٰ کو مؤنث فرض کیا جائے گا، تو اُسے تکلمة للثلثین سدس ملے گا، اور مسئلہ ۶ ر سے بن کر ۷ ر سے عول ہوگا، نصف شوہر کو اور نصف حقیقی بہن کو اور ایک علاتی خنثیٰ بہن کو ملے گا۔

خالدہ میتہ مسئلہ: ۶، عـ: ۷

زوج	اخت لاب وام	خنثیٰ لاب (مؤنث)
نصف	نصف	سدس
۳	۳	۱

اِس کے برخلاف اگر خنثیٰ کو مذکر فرض کیا جائے تو وہ محروم ہوگا؛ کیوں کہ ایسی صورت میں وہ عصبہ قرار پائے گا، اور مسئلہ بالا میں شوہر اور حقیقی بہن کو اُن کا حصہ نصف نصف دینے کے بعد کچھ باقی نہیں بچے گا۔

خالدہ میتہ مسئلہ: ۶

زوج	اخت لاب وام	خنثیٰ لاب (مذکر)
نصف	نصف	عصبہ
۳	۳	م

حضرت عامر بن شراحیل الشعبیؒ کا قول اور اُس کی تخریج

خنثیٰ کی توریث کے بارے میں کوفہ کے بڑے تابعی عالم جو کم وبیش ۱۵۰ ر صحابہؓ سے

اَحادیث کی روایت کرتے ہیں، حضرت عامر بن شراحیل الشعبیؒ کا قول یہ ہے کہ خنثیٰ کو مرد وعورت دونوں کے حصے میں سے نصفا نصف دیا جائے گا؛ تا کہ اُس کے اور دیگر وارثین کے درمیان نزاع کو دور کیا جائے؛ کیوں کہ غالب یہ ہے کہ خنثیٰ اپنے مذکر ہونے کا دعویٰ کرے گا؛ تا کہ وہ زیادہ حصہ کا حق دار ہو، اور وارثین اُس کے مؤنث ہونے کا دعویٰ کریں گے، یا اِس کے برخلاف صورت بھی ہوسکتی ہے، یعنی خنثیٰ مؤنث ہونے کا دعویٰ کرے اور وارثین اُس کے مذکر ہونے کے مدعی ہوں، پس اِس ممکنہ اختلاف کو رفع کرنے کے لئے بیچ کا راستہ نکالا گیا کہ اُس کو مذکر یا مؤنث فرض کرنے کے اعتبار سے جو حصے بنتے ہوں، تو ہر ایک میں سے آدھا آدھا دے دیا جائے، تو اِس طرح کی تقسیم سے خنثیٰ کا حصہ مذکر سے گھٹ جائے گا، اور مؤنث سے بڑھ جائے گا، سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اِسی قول کے قائل ہیں۔

وَعِنْدَ الشَّعْبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا لِلْخُنْثَى نِصْفُ نَصِيْبَيْنِ بِالْمُنَازَعَةِ.

ترجمہ:- اور حضرت اِمام شعبیؒ کے نزدیک اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک ہے کہ خنثیٰ کو جھگڑے کی وجہ سے دونوں (مذکر ومؤنث) کے حصہ کا نصف دیا جائے گا۔

حضرت اِمام ابو یوسفؒ کی تخریج

اَب چوں کہ یہ قول قدرے مجمل ہے، اِس لئے اِس کی تطبیق وتخریج میں صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

فرض کیجئے کہ اگر میت نے ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک خنثیٰ کو چھوڑا، تو حضرت اِمام اَبو یوسفؒ اِمام شعبیؒ کے قول پر اُس کی تخریج اِس طرح کریں گے کہ ایک حصہ بیٹے کو دیں گے اور آدھا حصہ بیٹی کو دیں گے، تو یہ کل ملا کر ڈیڑھ ہوئے، پھر اِس ڈیڑھ کا نصف یعنی پون $\frac{3}{4}$ خنثیٰ کو دیں گے، تو کل حصے $2\frac{1}{4}$ بنے، اب اِس کسر کو دور کرنے کے لئے کسر کے مخرج یعنی ۴ رسے کل کو

ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۹ر نکلے گا، اُس کے بعد ہر ایک کو جو حصہ مل رہا تھا، اُس کو بھی ۴ر میں ضرب دیں گے، تو نتیجے میں بیٹے کو ۴، بیٹی کو ۲ اور خنثیٰ کو ۳ر ملیں گے۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

زید میت مسئلہ: ۲ ۱/۴، تصـ: ۹، مضـ: ۴

خنثیٰ	بنت	ابن
۳/۴	۱/۲	۱
۳	۲	۴

وَاخْتَلَفَا فِيْ تَخْرِيْجِ قَوْلِ الشَّعْبِيْ: قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَه اللّٰهُ تَعَالىٰ لِلِابْنِ سَهْمٌ وَلِلْبِنْتِ نِصْفُ سَهْمٍ، وَلِلْخُنْثَى ثَلاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ؛ لِأَنَّ الْخُنْثٰى يَسْتَحِقُّ سَهْمًا إِنْ كَانَ ذَكَرًا أَوْ نِصْفَ سَهْمٍ إِنْ كَانَ أُنْثىٰ، وَهٰذَا مُتَيَقَّنٌ، فَيَأْخُذُ نِصْفَ النَّصِيْبَيْنِ، أَوِ النِّصْفَ الْمُتَيَقَّنَ مَعَ نِصْفِ النِّصْفِ الْمُتَنَازَعِ فَصَارَ لَهُ ثَلاثَةُ أَرْبَاعِ سَهْمٍ، وَمَجْمُوْعُ الْأَنْصِبَاءِ سَهْمَانِ وَرُبُعُ سَهْمٍ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَبِرُ السِّهَامَ وَالعَوْلَ وَتَصِحُّ مِنْ تِسْعَةٍ.

ترجمہ:- اورحضرت اِمام شعبیؒ کے قول کی تخریج میں حضرات صاحبینؒ کے نزدیک اختلاف ہے؛ چناں چہ اِمام اَبو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بیٹے کو ایک حصہ اور بیٹی کو آدھا حصہ اور خنثیٰ کو تین چوتھائی حصہ ملے گا؛ اِس لئے کہ خنثیٰ اگر مذکر ہوتا تو ایک حصہ کا مستحق ہوتا، اور اگر مؤنث ہوتا تو آدھے حصہ کا مستحق ہوتا، اور یہ یقینی ہے؛ لہٰذا خنثیٰ دونوں کے حصہ کا نصف یا یقینی نصف اور مختلف فیہ نصف کا نصف لے گا؛ چناں چہ خنثیٰ کے لئے تین چوتھائی حصے ہوجائیں گے، اور مجموعی حصے سوا دو ہوجائیں گے؛ اِس لئے کہ اِمام اَبو یوسفؒ سہام اور عول دونوں کا اعتبار کرتے ہیں، اور مسئلہ کی تصحیح نو سے ہوگی۔

اور اِمام اَبو یوسفؒ کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ صورتِ مسئلہ میں اَولاً بیٹے کو ۲ر دئے جائیں اور بیٹی کو ایک، تو ان دونوں کے حصے کل ۳ر ہوئے؛ لہٰذا اُن کا نصف ڈیڑھ خنثیٰ کو دے دیا

جائے، تو سب کے حصے ملا کر ساڑھے چار ہوں گے، اب کسر کو دور کرنے کے لئے کسر کے مخرج ۲؍کو اصل مسئلہ ۴ ½ میں ضرب دے دیا جائے، تو بھی تصحیح ۹؍سے ہوگی، اور نتیجہ وہی نکلے گا، جو پہلی تعبیر میں نکلا، یعنی بیٹے کو ۴، بیٹی کو ۲، اور خنثیٰ کو ۳؍ملیں گے۔

مسئلہ: ۴ ½، تصـ: ۹، مضـ: ۲

میتـــــــــــــــ

ابن	بنت	خنثیٰ
۲	۱	۱ ½
۴	۲	۳

أَوْ نَقُولُ لِلِابْنِ سَهْمَانِ، وَلِلْبِنْتِ سَهْمٌ، وَلِلْخُنْثَى نِصْفُ النَّصِيْبَيْنِ وَهُوَ سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ.

ترجمہ:- یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیٹے کے لئے دو حصے ہوں گے، اور بیٹی کے لئے ایک حصہ ہوگا، اور خنثیٰ کے لئے دونوں کے حصہ کا نصف ہوگا، اور وہ ڈیڑھ حصہ ہے۔

حضرت اِمام محمدؒ کی تخریج

اگر وارثین میں ایک بیٹی ایک بیٹا اور ایک خنثیٰ ہو، تو حضرت اِمام محمدؒ حضرت اِمام شعبیؒ کے قول کی تخریج اِس طرح فرماتے ہیں کہ اَولاً خنثیٰ کو مذکر اور مؤنث فرض کر کے الگ الگ مسئلے بنائے جائیں گے، پھر دونوں مسئلوں کے مابین نسبت دیکھ کر ایک کو دوسرے میں ضرب دیں گے، یعنی تباین کی صورت میں ہر ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں اور توافق کی صورت میں ہر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے، اور مسئلے کے سہام کو عددِ مضروب میں ضرب دیں گے۔ بعد اَزاں ایک تیسرا مسئلہ بنایا جائے گا، جس میں دونوں مسئلوں کے تصحیح کے عدد کو جوڑ کر تصحیح کی جگہ رکھا جائے گا، اور دونوں مسئلوں میں سے ہر وارث کے سہام کو جوڑ کر تیسرے مسئلے کے ہر وارث کو دیا جائے گا، جس کی وضاحت درج ذیل نقشوں سے ہوگی:

مسئلہ: ۵، تصـ: ۲۰، مضـ: ۴
میت

خنثیٰ (ابن)	بنت	ابن
۲	۱	۲
۸	۴	۸

مسئلہ: ۴، تصـ: ۲۰، مضـ: ۵
میت

خنثیٰ (بنت)	بنت	ابن
۱	۱	۲
۵	۵	۱۰

مسئلہ: ۴۰
میت

خنثیٰ	بنت	ابن
۱۳	۹	۱۸

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ: يَأْخُذُ الخُنْثیٰ خُمُسَي المَالِ إِنْ كَانَ ذَكَرًا، وَرُبُعَ الْمَالِ إِنْ كَانَ أُنْثَى فَيَأْخُذُ نِصْفَ النَّصِيْبَيْنِ وَذٰلِكَ خُمُسٌ وَثُمُنٌ بِاعْتِبَارِ الحَالَيْنِ، وَتَصِحُّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ، وَهُوَ الْمُجْتَمَعُ مِنْ ضَرْبِ إِحْدَى الْمَسْأَلَتَيْنِ - وَهِيَ الْأَرْبَعَةُ - فِيْ الْأُخْرَى - وَهِيَ الخَمْسَةُ - ثُمَّ فِيْ الحَالَتَيْنِ فَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الخَمْسَةِ فَمَضْرُوْبٌ فِيْ الْأَرْبَعَةِ، وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْبَعَةِ فَمَضْرُوْبٌ فِيْ الخَمْسَةِ، فَصَارَتْ لِلْخُنْثیٰ مِنَ الضَّرْبَيْنِ ثَلاثَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَلِلِابْنِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَلِلْبِنْتِ تِسْعَةُ أَسْهُمٍ.

ترجمہ:- اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر خنثیٰ مذکر ہے تو ترکہ کا ۲ خمس (پانچواں حصہ) لے گا، اور اگر مؤنث ہے تو ترکہ کا ایک ربع (چوتھائی) لے گا؛ چناں چہ خنثیٰ دونوں حصوں کا نصف لے گا، اور یہ دونوں حالتوں کے اعتبار سے پانچواں اور

آٹھواں حصہ ہوگا، اور مسئلہ کی تصحیح ۴۰/ سے ہوگی۔ اور وہ دونوں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ (۴/والے) کو دوسرے مسئلے (۵/والے) میں اور اُس کو دونوں (مذکر اور مؤنث) ہونے کی حالت میں ضرب دینے سے حاصل ہوگا؛ چناں چہ ۵/میں سے ملے ہوئے اَصحاب الفروض ۴/والے (مسئلہ) کا مضروب ہوں گے، اور ۴/میں سے ملے ہوئے اَصحاب الفروض ۵/والے مسئلہ کا مضروب ہوں گے، بالآخر خنثیٰ کے لئے دونوں ضرب سے ۱۳/ حصے، بیٹے کے لئے ۱۸/ حصے اور بیٹی کے لئے ۹/ حصے ہو جائیں گے۔

تمرین

(۱) خنثیٰ مشکل کی تعریف بیان کریں۔

(۲) خنثیٰ مشکل کو پہچاننے کے لئے کن باتوں کو سامنے رکھا جائے گا؟

(۳) خنثیٰ مشکل کی حالتیں کتنی ہیں؟

(۴) خنثیٰ مشکل کی وراثت کی تقسیم کے بارے میں مفتی بہ رائے کیا ہے؟ اُس کی تفصیل مع نقشہ جات کاپی میں نوٹ کریں۔

(۵) خنثیٰ مشکل کی وراثت کی تقسیم کے بارے میں عامر بن شراحیل الشعبیؒ کی کیا رائے ہے؟ اور اُس کی تطبیق میں ائمہ کے درمیان کیا اختلاف ہے؟ مکمل تفصیل بیان کریں۔

(۶) ”أسوأ الحالین“ کا کیا مطلب ہے؟

❍❖❍

حمل کی وراثت کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الحَمْلِ)

شریعت اِسلامیہ کی نظر میں ماں کے پیٹ میں پلنے والا حمل بھی وارث بن سکتا ہے، خواہ یہ حمل خود مورث کا ہو، مثلاً کسی شخص کا اِس حال میں انتقال ہوا کہ اُس کی بیوی حاملہ تھی، یا یہ حمل مورث کے علاوہ کا ہو، مثلاً: مورث کے انتقال کے وقت اُس کی بہو حاملہ ہو، اور کوئی بیٹا باحیات نہ ہو، وغیرہ۔

حمل کو فرضی طور پر جتنا زیادہ سے زیادہ حصہ مل سکتا ہے، اُس کو موقوف رکھا جائے گا، اور اُس کے ساتھ زندہ موجود وارثین کو اُن کا کم سے کم حصہ دیا جائے گا۔

چناں چہ حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک حمل کو ۴ر بیٹے یا ۴ر بیٹیوں کے برابر فرض کیا جائے گا۔ اور حضرت اِمام محمدؒ کے نزدیک ۳ر بیٹوں یا ۳ر بیٹیوں کے برابر فرض کیا جائے گا، یہی اِمام لیث بن سعدؒ سے بھی منقول ہے۔

اور حضرت اِمام محمدؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حمل کو دو بیٹوں کے درجے میں رکھا جائے گا، یہی حضرت حسن بن زیادؒ کا قول ہے، اور حضرت اِمام اَبویوسفؒ سے ہشام کی روایت ہے۔

جب کہ اِمام خصافؒ نے حضرت اِمام اَبویوسفؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ صرف ایک بیٹے یا ایک بیٹی کے بقدر جو زائد حصہ ہو، اُسے موقوف رکھا جائے گا، اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

اور اِس قول کے اعتبار سے قاضی دیگر وارثین سے اِس بات کی ضمانت لے گا کہ حمل کی پیدائش کے بعد اگر کمی بیشی کرنی پڑے تو سب اِس پر تیار رہیں گے۔

حمل کے وارث ہونے کے لئے متعدد شرائط

الف:- مورث کے انتقال کے وقت استقرار حمل کا یقین۔

ب:- اگر حمل مورث ہی کا ہو، تو اکثر مدتِ حمل (یعنی ۲ر سال حنفیہ کے نزدیک اور ۳ر سال حضرت اِمام لیث بن سعدؒ کے نزدیک اور ۴ر سال حضرت اِمام شافعیؒ کے نزدیک اور ۷ر سال حضرت اِمام زہریؒ کے نزدیک) کے اندر اندر پیدا ہوا ہو، بشرطیکہ متوفی عنہا زوجہا نے اِس دوران عدت پوری ہونے کا اِقرار نہ کیا ہو، پس اگر اُس نے اِقرار کرلیا ہو یا اکثر مدت حمل کے بعد پیدائش ہوئی ہو، تو حمل کے لئے وارث یا مورث ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

ج:- اور اگر حمل غیر مورث کا ہو، تو یہ شرط ہے کہ اُس حمل کی پیدائش میت کے انتقال کے بعد اقل مدت حمل یعنی ۶ر مہینے کے اندر اندر ہونی چاہئے، پس اگر ۶ر مہینے کے بعد پیدائش ہوگی تو وہ حمل وارث نہ ہوگا۔

د:- حمل کے وارث ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ زندہ ہونے کی حالت میں پیدا ہو، پس اگر مردہ بچہ پیدا ہوا، تو اُس کے لئے وراثت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

ہ:- اگر بچہ کا کچھ حصہ ظاہر ہوا تھا، اِسی حالت میں وہ مر گیا تو وہ وارث نہ ہوگا؛ البتہ اگر اکثر حصہ باہر آنے کے بعد انتقال ہوا ہے، تو وہ وارث قرار پائے گا، اور اکثر کا معیار یہ ہے کہ اگر سر کی طرف سے پیدائش ہو رہی ہو، تو پورا سینہ باہر آجائے، اور اگر اُلٹی جانب یعنی پیر کی طرف سے پیدائش ہو رہی ہو، تو ناف کا حصہ باہر آجائے۔

> أَكْثَرُ مُدَّةِ الحَمْلِ سَنَتَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَعِنْدَ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ ثَلاثُ سِنِيْنَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَرْبَعُ سِنِيْنَ، وَعِنْدَ الزُّهْرِيْ سَبْعُ سِنِيْنَ، وَأَقَلُّهَا سِتَّةُ أَشْهُرٍ.
>
> وَيُوْقَفُ لِلْحَمْلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ نَصِيْبُ أَرْبَعَةِ بَنِيْنَ، أَوْ أَرْبَعِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ، وَيُعْطىٰ لِبَقِيَّةِ الوَرَثَةِ أَقَلُّ الأَنْصِبَاءِ،

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يُوْقَفُ نَصِيْبُ ثَلاثَةِ بَنِيْنَ أَوْ ثَلاثِ بَنَاتٍ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ رَوَاهُ لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرٰى نَصِيْبُ ابْنَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الحَسَنِ وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ رَوَاهُ هِشَامٌ، وَرَوَى الخَصَّافُ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَنَّهُ يُوْقَفُ نَصِيْبُ اِبْنٍ وَاحِدٍ أَوْ بِنْتٍ وَاحِدَةٍ، وَعَلَيْهِ الفَتْوَى، وَيُؤْخَذُ الكَفِيْلُ عَلىٰ قَوْلِهِ.

فَإِنْ كَانَ الحَمْلُ مِنَ المَيِّتِ، وَجَاءَتْ بِالوَلَدِ لِتَمَامِ أَكْثَرِ الحَمْلِ أَوْ أَقَلَّ مِنْهَا، وَلَمْ تَكُنْ أَقْرَبُ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ يَرِثُ وَيُوْرَثُ عَنْهُ. وَإِنْ جَائَتْ بِالوَلَدِ مِنْ أَكْثَرِ مُدَّةِ الحَمْلِ، لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ.

وَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ، وَجَاءَتْ بِالوَلَدِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَقَلَّ مِنْهَا يَرِثُ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرَ مِنْ أَقَلِّ مُدَّةِ الحَمْلِ لَا يَرِثُ.

فَإِنْ خَرَجَ أَقَلُّ الْوَلَدِ ثُمَّ مَاتَ لَا يَرِثُ، وَإِنْ خَرَجَ أَكْثَرُهُ ثُمَّ مَاتَ يَرِثُ، فَإِنْ خَرَجَ الوَلَدُ مُسْتَقِيْمًا، فَالمُعْتَبَرُ صَدْرُهُ — يَعْنِي إِذَا خَرَجَ الصَّدْرُ كُلُّهُ، يَرِثُ — وَإِنْ خَرَجَ مَنْكُوْسًا فَالمُعْتَبَرُ سُرَّتُهُ.

ترجمہ:- حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک حمل کی اکثر مدت ۲ر سال ہے اور اِمام لیث بن سعدؒ کے نزدیک ۳ر سال ہے۔ حضرت اِمام شافعیؒ کے نزدیک ۴ر سال ہے، اور اِمام زہریؒ کے نزدیک ۷ر سال ہے۔ اور حمل کی اقل مدت ۶ر مہینے ہے۔ اور حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک حمل کے لئے ۴ر بیٹوں یا ۴ر بیٹیوں کے حصے کے بقدر (اُن میں سے جو زیادہ ہو) موقوف رکھا جائے گا، اور باقی ورثہ کو کمتر حصہ دیا جائے گا؛ جب کہ اِمام محمدؒ کے نزدیک ۳ر بیٹے یا ۳ر بیٹیوں کے حصے کے بقدر (اُن میں سے جو زیادہ ہو) موقوف رکھا جائے گا۔ اِمام لیث بن سعدؒ سے بھی یہی ایک روایت منقول ہے، اور اُن سے دوسری روایت یہ مروی ہے کہ ۲ر بیٹوں کے بقدر (حصہ موقوف رکھا

جائے گا) یہی حسن بن زیادؒ کا قول ہے، اور حضرت اِمام اَبو یوسفؒ کی حضرت ہشامؒ کے واسطے سے ایک روایت ہے۔ جب کہ اِمام خصافؒ نے اِمام اَبو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ صرف ایک بیٹے یا ایک بیٹی کے حصے کے بقدر موقوف رکھا جائے گا، اِسی پر فتویٰ ہے۔ اور اِمام اَبو یوسفؒ کے قول کے مطابق ایک ضامن مقرر کیا جائے گا۔

پھر اگر حمل میت کا ہو، اور عورت اکثر مدتِ حمل یا اَقل مدتِ حمل پر بچہ جنے، اور عدت کے گذرنے کا اقرار نہ کرے تو وہ بچہ وارث ہوگا، اور مورِث بھی ہوگا۔ اور اگر عورت اکثر مدت حمل سے زیادہ پر بچہ جنے تو وہ بچہ نہ تو وارث بنے گا اور نہ مورِث۔

اور اگر حمل میت کا نہ ہو، اور عورت ٦ / مہینے یا اُس سے کم پر بچہ جنے، تو وہ بچہ وارث بنے گا۔ اور اگر اقل مدت حمل سے زیادہ پر بچہ جنے تو وارث نہیں ہوگا۔

اگر مولود (بچہ) کے بدن کا کچھ حصہ باہر آیا، پھر وہ مر گیا تو وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر اکثر حصہ باہر آنے کے بعد مرا تو وارث بنے گا۔ پھر اگر مولود بچہ سیدھا (سر کی جانب سے) نکلے تو اعتبار سینہ کا ہوگا، یعنی اگر پورا سینہ نکل آیا ہے تو وارث ہوگا۔ اور اگر اُلٹا (پیر کی جانب سے) پیدا ہوا ہے تو اعتبار ناف کا ہوگا۔

مسائل حمل کی تخریج کا طریقہ

بہتر تو یہی ہے کہ اگر سب ورثہ راضی ہوں، تو حمل کی پیدائش تک ترکے کی تقسیم کا عمل مؤخر کر دیا جائے گا؛ تاکہ کوئی اشتباہ نہ رہے؛ تاہم اگر وضع حمل میں تاخیر ہو اور تقسیم میں جلدی کرنا مصلحت ہو، تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح گذشتہ باب میں خنثیٰ کی وراثت کے مسئلے میں عامر شعبیؒ کے قول کی حضرت اِمام محمدؒ کی طرف سے تخریج میں مذکر ومؤنث کو فرض کرتے ہوئے الگ الگ دو مسئلے بنائے گئے تھے، اُسی طرح حمل کی صورت میں بھی ایک مسئلہ حمل کو مذکر فرض کر کے بنایا جائے گا، اور دوسرا مسئلہ حمل کو مؤنث فرض کر کے بنایا جائے گا، پھر دونوں مسئلوں کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر توافق کی نسبت ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے

کل میں ضرب دیا جائے گا، اور اگر تباین کی نسبت ہو تو کل کو کل میں ضرب دیا جائے گا، پھر مذکر والے مسئلے کے سہام کو مؤنث والے مسئلے کے وفق یا کل میں ضرب دیا جائے گا، اور مؤنث والے مسئلے کے سہام کو مذکر والے مسئلے کے وفق یا کل میں ضرب دیں گے، پھر دونوں مسئلوں میں وارثین کا جو حصہ نکلے گا تو کمتر حصہ فی الفور اُسے دے دیا جائے گا، اور اکثر اور اقل کے درمیان جتنے سہام کا فرق ہوگا، اُسے موقوف رکھا جائے گا۔

پھر جب بچہ کی پیدائش ہوگی تو دیکھا جائے گا کہ وہ موقوفہ پورے سہام کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر مستحق ہے تو سب موقوفہ سہام اُس کی طرف منتقل کر دئے جائیں گے۔ اور اگر وہ سب کا مستحق نہیں ہے تو ایسی صورت میں موقوفہ سہام اصل وارثوں کو لوٹا دئے جائیں گے، جس کی وضاحت اِس مسئلے سے ہوگی کہ:

اگر میت نے ایک حاملہ بیوی، ماں، باپ اور ایک بیٹی چھوڑی، تو اِس صورت میں اگر حمل کو مذکر فرض کیا جائے تو مسئلہ ۲۴ر سے بنے گا، جس میں سے ۳ر بیوی کو، ۴-۴ر ماں باپ کو اور مابقیہ ۱۳ر عصبہ ہونے کی حیثیت سے بیٹی اور حمل کے لئے رکھے جائیں گے، یہ ایک مسئلہ ہوا۔

اُس کے بعد دوسرا مسئلہ اِسی صورت میں حمل کو مؤنث فرض کر کے بنایا جائے گا، تو مسئلہ ۲۴ر سے بن کر ۲۷ر سے عول ہوگا، جس میں سے بیوی کو ۳، ماں باپ کو ۴-۴، اور بیٹی کو حمل کے ساتھ ثلثان کے طور پر ۱۶ر ملیں گے، یہ دوسرا مسئلہ ہوا۔

اَب ہمیں ۲۴ر اور ۲۷ر میں نسبت دیکھنی ہے، تو معلوم ہوا کہ اُن میں توافق بالثلث ہے، ۲۴ر کا وفق ۸ر ہے، اور ۲۷ر کا وفق ۹ر ہے، اَب اگر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے، تو تصحیح ۲۱۶ر سے ہوگی، اُس کے بعد مذکر والے مسئلے میں بیوی کو جو ۳ر ملے ہیں، اُس کو مؤنث والے مسئلے کے ۹ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۷ر ہوگا۔

اور ماں باپ کو ۴-۴ر ملیں ہیں، اُن کو بھی جب ۹ر میں ضرب دیں گے تو ہر ایک کا حصہ ۳۶-۳۶ر نکلے گا، اور بیٹی کا جو حمل کے ساتھ حصہ تھا، اُس کو جب ۹ر میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب ۱۱۷ر نکلے گا۔

بعد اَزاں مؤنث والے مسئلے میں بیوی کو جو ۳/ ملا ہے، اُس کو مذکر کے مسئلے کے وفق ۸/ میں ضرب دیں گے، تو بیوی کا حصہ ۲۴/ نکلے گا، اور ماں باپ کا حصہ ۳۲/ نکلے گا، اور بیٹی اور حمل کا ۱۲۸/ نکلے گا۔

اَب جب دونوں مسئلوں کو دیکھا جائے تو بیوی اور ماں باپ کو دوسرے مسئلے میں پہلے مسئلے کے مقابلے میں کم مل رہا ہے؛ لہٰذا یہ کم والا حصہ یعنی ۲۴ اور ۳۲/ اُن کو فوراً دے دیا جائے گا، اور اس حصے میں اور پہلے مسئلے کے حصے میں جو فرق ہے، یعنی بیوی کے لئے ۳/ سہام، اور ماں باپ کے لئے ۴-۴/ سہام، اُنہیں موقوف رکھا جائے۔

اَب رہ گیا بیٹی کا معاملہ، تو اُسے ضابطے کے اعتبار سے فی الوقت کم سے کم دینا ہے، اور وہ اِس طرح ہوگا کہ مذکر والے مسئلے میں حمل کو چار بیٹوں کے برابر فرض کر کے بیٹی کے ساتھ شامل کیا جائے گا، تو اِس طرح کل ۹/ حصے ہو جائیں گے، جن میں سے ایک حصہ زندہ موجود بیٹی کو فوراً دے دیا جائے گا، اور بقیہ ۸/ حصے موقوف رکھے جائیں گے۔

پس اِس مسئلے میں بیٹی اور حمل کے مقررہ حصے ۱۱۷/ تھے، اُن کو جب ۹/ سہام میں تقسیم کیا گیا، تو ایک حصہ ۱۳/ سہام کا بیٹھا؛ لہٰذا یہ ۱۳/ سہام بیٹی کو دے کر مابقیہ ۱۰۴/ سہام موقوف رکھے جائیں گے۔

اَب اگر بالفرض وضعِ حمل کے وقت ایک لڑکی یا زیادہ لڑکیاں پیدا ہوئیں، تو ایسی صورت میں جو بیوی اور والدین کے موقوفہ حصے تھے، وہ بیٹیوں کو مل جائیں گے، اور اگر لڑکا پیدا ہوا، تو موقوفہ حصے بیوی اور والدین کو واپس کر دئے جائیں گے، اور بیٹی کو جو ۱۳/ سہام ملے تھے، اُنہیں موقوفہ ۱۰۴/ میں شامل کر کے ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے مطابق تقسیم کی جائے گی، اور نقشے اِس طرح بنیں گے:

مسئلہ: ۲۴، وفق: ۸، تصـ: ۲۱۶

میت

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (مذکر)
۳	۴	۴	۱۳	۱۳
۲۷	۳۶	۳۶	موقوف: ۱۰۴	۱۱۷

مسئلہ: ۲۴، عـ: ۲۷، وفق: ۹، تصـ: ۲۱۶، توافق: ۳

میت

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (مؤنث)
۳	۴	۴	۱۶	
۲۴	۳۲	۳۲	۱۲۸	

میت

مرکزی مسئلہ

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل
۲۴، م: ۳	۳۲، م: ۴	۳۲، م: ۴	۱۳، م: ۱۰۴ = کل موقوفہ: ۱۱۵	

تنقیح مسئلہ بر تقدیر حمل مؤنث:

میت

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (مؤنث)
۲۴	۳۲	۳۲	۱۳+۱۰۴+۱۱ = ۱۲۸	
			۶۴	۶۴

تنقیح مسئلہ بر تقدیر حمل مذکر:

میت

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (مذکر)
۲۴+۳ = ۲۷	۳۲+۴ = ۳۶	۳۲+۴ = ۳۶	۱۳+۱۰۴ = ۱۱۷	
			۳۹	۷۸

اور اگر بالفرض حمل مردہ پیدا ہوا، تو ایسی صورت میں موقوفہ حصہ بیوی اور والدین کو واپس کردیا جائے گا، اور بیٹی کو حسب ضابطہ نصف ملے گا، اور مذکورہ مسئلہ میں ۲۱۶/ کا نصف ۱۰۸/ بیٹی کا حصہ ہوگا، اور ۹/ زائد حصے جو ۱۱۷/ میں اُس کی طرف موقوف رکھے گئے تھے، وہ والد کو فرض مع التعصیب کے اُصول پر دے دئے جائیں گے۔

میت

زوجہ	ام	اب	بنت	حمل (مردہ)
۲۷	۳۶	۳۶+۹ = ۴۵	۱۰۸	

اِس کو آپ مختصراً اِس طرح بھی بنا سکتے ہیں کہ ۲۴/ سے مسئلہ بنا کر ۳/ بیوی کو، ۴/ ماں کو، ۱۲/ بیٹی کو اور مابقیہ ۵/ باپ کو دے دئے جائیں گے۔

اَلأَصْلُ فِي تَصْحِيحِ مَسَائِلِ الحَمْلِ أَنْ تُصَحِّحَ المَسْئَلَةَ عَلىٰ تَقْدِيرَيْنِ – أَعْنِي: عَلىٰ تَقْدِيرِ أَنْ الحَمْلَ ذَكَرٌ، وَعَلىٰ تَقْدِيرِ أَنَّهُ أُنْثىٰ.

ثُمَّ تُنْظَرُ بَيْنَ تَصْحِيحَيِ الْمَسْأَلَتَيْنِ توَافُقًا بِجُزْءٍ، فَاضْرِبْ وِفْقَ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الآخرِ؛ وَإِنْ تَبَايَنَا، فَاضْرِبْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي جَمِيعِ الآخَرِ، فَالحَاصِلُ تَصْحِيحُ المَسْئَلَةِ، ثُمَّ اضْرِبْ نَصِيبَ مَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ مَسْئَلَةِ ذُكُورَتِهِ فِي مَسْئَلَةِ أُنُوثَتِهِ أَوْ فِيْ وِفْقِهَا، وَمَنْ كَانَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ أُنُوثَتِهِ فِي مَسْئَلَةِ ذُكُورَتِهِ أَوْ فِي وِفْقِهَا – كَمَا فِي الخُنْثَى – ثُمَّ انْظُرْ فِي الحَاصِلَيْنِ مِنَ الضَّرْبِ، أَيُّهُمَا أَقَلُّ يُعْطٰى لِذٰلِكَ الوَارِثِ، وَالفَضْلُ الَّذِيْ بَيْنَهُمَا مَوْقُوفٌ مِنْ نَصِيبِ ذٰلِكَ الوَارِثِ.

فَإِذَا ظَهَرَ الحَمْلُ فَإِنْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِجَمِيعِ المَوْقُوفِ، فَبِهَا؛ وَإِنْ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِلْبَعْضِ فَيَأْخُذُ ذٰلِكَ، وَالبَاقِي مَقْسُومٌ بَيْنَ الوَرَثَةِ، فَيُعْطٰى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الوَرَثَةِ مَا كَانَ مَوْقُوفًا مِنْ نَصِيبِهِ.

كَمَا إِذَا تَرَكَ بِنْتًا، وَأَبَوَيْنِ وَامْرَأَةً حَامِلَةً، فَالمَسْئَلَةُ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِيْنَ عَلىٰ تَقْدِيرِ أَنَّ الحَمْلَ ذَكَرٌ، وَمِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ عَلىٰ تَقْدِيرِ أَنَّهُ أُنْثىٰ؛ فَإِذَا ضُرِبَ وِفْقُ أَحَدِهِمَا فِي جَمِيعِ الآخَرِ، صَارَ الحَاصِلُ مِائَتَيْنِ وَسِتَّةَ عَشَرَ؛ إِذْ عَلىٰ تَقْدِيرِ ذُكُورَتِهِ لِلْمَرْأَةِ سَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ، وَلِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ سِتَّةٌ وَّثَلاثُوْنَ، وَعَلى تَقْدِيرِ أُنُوثَتِهِ لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الأَبَوَيْنِ اِثْنَان وَثَلاثُوْنَ، فَتُعْطَى لِلْمَرْأَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ، وَتُوْقَفُ مِنْ نَصِيبِهَا ثَلاثَةُ أَسْهُمٍ وَمِنْ نَصِيبِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الأَبَوَيْنِ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ، وَتُعْطٰى لِلْبِنْتِ ثَلاثَةَ عَشَرَ

سَهْمًا؛ لِأَنَّ الْمَوْقُوْفَ فِيْ حَقِّهَا نَصِيْبُ أَرْبَعَةِ بَنِيْنَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ، وَإِذَا كَانَ الْبَنُوْنَ أَرْبَعَةً فَنَصِيْبُهَا سَهْمٌ وَأَرْبَعَةُ أَتْسَاعِ سَهْمٍ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مَضْرُوْبٌ فِيْ تِسْعَةٍ، فَصَارَ ثَلاثَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَهِيَ لَهَا، وَالْبَاقِيْ مَوْقُوْفٌ – وَهُوَ مِائَةٌ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ سَهْمًا –.

فَإِنْ وَلَدَتْ بِنْتًا وَاحِدَةً أَوْ أَكْثَرَ، فَجَمِيْعُ الْمَوْقُوْفِ لِلْبَنَاتِ، وَإِنْ وَلَدَتْ اِبْنًا وَاحِدًا أَوْ أَكْثَرَ، فَيُعْطٰى لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوْفًا مِنْ نَصِيْبِهِمْ ، فَمَا بَقِيَ تُضَمُّ إِلَيْهِ ثَلاثَةَ عَشَرَ، وَيُقْسَمُ بَيْنَ الْأَوْلَادِ؛ وَإِنْ وَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا، فَيُعْطٰى لِلْمَرْأَةِ وَالْأَبَوَيْنِ مَا كَانَ مَوْقُوْفًا مِنْ نَصِيْبِهِمْ، وَلِلْبِنْتِ إِلَى تَمَامِ النِّصْفِ – وَهُوَ خَمْسَةٌ وَتِسْعُوْنَ سَهْمًا – وَالْبَاقِيْ لِلْأَبِ – وَهُوَ تِسْعَةُ أَسْهُمٍ – لِأَنَّهُ عَصَبَةٌ.

ترجمہ:- حمل کے مسائل کی تخریج کا ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح دونوں صورتوں (حمل کو مذکر فرض کرنے کی صورت اور حمل کو مؤنث فرض کرنے کی صورت) کے مطابق کی جائے، اُس کے بعد دونوں مسئلوں کی دونوں تصحیح میں غور کیا جائے، پھر اگر دونوں تصحیح کے درمیان کسی جزء سے توافق ہو، تو اُن میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دو، اور اگر دونوں تصحیح کے درمیان تباین ہو تو اُن میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کل میں ضرب دو، پھر حاصل مضروب مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ پھر مذکر کی صورت والے مسئلے سے اَصحاب الفروض کے ملے ہوئے سہام کو مؤنث کی صورت والے مسئلہ میں یا اُس کے وفق میں ضرب دو، اور مؤنث کی صورت والے مسئلہ سے اَصحاب الفروض کے ملے ہوئے سہام کو مذکر کی صورت والے مسئلہ میں یا اُس کے وفق میں ضرب دو- جیسا کہ خنثیٰ کے باب میں گذر چکا ہے- اُس کے بعد دونوں حاصل

ضرب میں غور کرو، اُن میں سے جو اقل ترین ہو وہ اُس وارث کو دے دیا جائے، اور اُن دونوں کے درمیان فرق کو اُس وارث کے حصے میں سے موقوف رکھا جائے۔

پھر جب حمل پیدا ہو جائے، تو اگر وہ تمام موقوفہ حصوں کا مستحق ہے تو فبہا (یعنی مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اور اگر وہ بعض حصوں کا مستحق ہے تو وہ اُن کو لے لے گا، اور مابقیہ حصے ورثہ کے درمیان تقسیم کر دئے جائیں گے؛ چناں چہ ورثہ میں سے ہر ایک کو اُس کے حصے میں سے موقوف حصہ دے دیا جائے گا۔

جیسا کہ میت نے ایک بیٹی، ماں باپ اور ایک حاملہ بیوی چھوڑی ہو، تو مسئلہ مذکر فرض کرنے کی صورت میں ۲۴/ سے بنے گا، اور مؤنث فرض کرنے کی صورت میں ۲۷/ سے بنے گا، پھر جب اُن میں سے ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۱۶/ ہوگا؛ اِس لئے کہ حمل کو مذکر فرض کرنے کی صورت میں بیوی کو ۲۷/ حصے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۳۶-۳۶/ حصے ملیں گے۔ اور حمل کو مؤنث فرض کرنے کی صورت میں بیوی کو ۲۴/ حصے اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ۳۲-۳۲/ حصے ملیں گے۔ پھر بیوی کو ۲۴/ حصے دے دئے جائیں گے، اور اُس کے حصے میں سے ۳/ حصے موقوف رکھے جائیں گے، اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے ۴-۴/ حصے موقوف رکھے جائیں گے۔ اور بیٹی کو ۱۳/ حصے دئے جائیں گے؛ اِس لئے کہ اُس کے حق میں اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک ۴/ بیٹوں کے برابر حصہ موقوف ہے۔ اور اگر ۴/ بیٹے ہوتے تو بیٹی کا حصہ ۲۴/ میں سے ایک مکمل اور ۴/ ''اتساع'' (نواں حصہ) ہوگا، جس کو ۹/ میں ضرب دینے سے ۱۳/ حصے ہوں گے جو بیٹی کو ملیں گے اور باقی حصے موقوف رہیں گے، جو ۱۱۵/ ہیں۔ پھر اگر عورت ایک یا ایک سے زائد بیٹی جنے تو تمام موقوفہ حصے بیٹیوں کو دے دئے جائیں گے۔ اور اگر ایک یا ایک سے زائد بیٹے جنے تو بیوی اور ماں باپ کو اُن کے موقوفہ حصے دے دئے جائیں گے۔ اُس کے بعد جو باقی

بچے گا اُس میں ۱۳ر حصے ضم کر کے اَولاد کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر عورت مردہ بچہ جنے تو عورت اور ماں باپ کو اُن کو موقوفہ حصے دے دئے جائیں گے، اور بیٹی کو نصف کے مکمل ہونے تک (جو کہ ۹۵ر حصے ہیں) دے دئے جائیں گے، اور مابقیہ (۹ر حصے) باپ کو دے دئے جائیں گے؛ اِس لئے کہ وہ عصبہ ہے۔

تمرین

(۱) حمل کو کتنے بیٹوں یا بیٹیوں کے درجہ میں رکھا جائے گا؟ اِس بارے میں کتنے اَقوال ہیں؟ اور کون سا قول راجح ہے؟

(۲) حمل کے وارث ہونے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ بالتفصیل بیان کریں۔

(۳) مسائل حمل کی تخریج کا کیا طریقہ ہے؟ ہر صورت کو سمجھ کر کاپی میں نوٹ کریں۔

مفقود کا بیان

(فَصۡلٌ فِيۡ الۡمَفۡقُوۡدِ)

شریعت کی اِصطلاح میں مفقود یعنی گم شدہ کا اِطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جس کے نہ تو جائے قیام کا پتہ ہو اور نہ زندگی اور موت کے بارے میں کوئی علم ہو (پس اگر زندگی کا پتہ ہو؛ لیکن جائے قیام معلوم نہ ہو، تو ایسا شخص شرعاً مفقود نہیں ہے؛ بلکہ اُس کے لئے ''غائب غیر مفقود'' کی اِصطلاح استعمال ہوتی ہے)

مفقود کے بارے میں اُصولی طور پر ۲/ باتیں طے شدہ ہیں:

(۱) جب تک مفقود پر میت ہونے کا حکم نہ لگ جائے، اُس وقت تک اُسے زندہ مانا جائے گا، اور اُس کی وراثت تقسیم نہ ہوگی؛ بلکہ اُس کا متروکہ مال محفوظ رکھا جائے گا۔

اَب سوال یہ ہے کہ مفقود پر میت کا حکم کب سے لگے گا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ:

الف:- اگر شرعی شہادت سے یہ پتہ چل جائے کہ مفقود کا فلاں وقت انتقال ہو چکا ہے تو اُسی وقت سے اُس پر میت کے اَحکامات جاری ہو جائیں گے، ایسی صورت میں گویا وہ مفقود ہی نہیں رہے گا۔

ب:- اگر مفقود کی وفات کی معتبر خبر نہ ملے، تو اتنی مدت انتظار کیا جائے گا جس میں اُس علاقے کے اُس کے ہم عمروں میں کوئی باقی نہ رہے، یہ مدت علاقوں اور خاندانوں کے اعتبار سے الگ الگ ہو سکتی ہے۔ فقہ حنفی میں یہی قول ظاہر الروایۃ ہے۔

ج:- حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت یہ ہے کہ مفقود کی پیدائش سے ۱۲۰؍سال کی مدت تک انتظار کیا جائے گا۔

د:- اور حضرت اِمام محمدؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ ۱۱۰؍سال انتظار کیا جائے گا۔

ہ:- اور حضرت اِمام اَبویوسفؒ نے فرمایا کہ ۱۰۵؍سال تک انتظار کیا جائے گا۔

و:- اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ۹۰؍سال انتظار کیا جائے گا، اور اِسی پر فتویٰ ہے۔

ز:- اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مدت کی تعیین قاضی شریعت کی رائے پر موقوف ہے، یعنی وہ اَحوال وقرائن دیکھ کر جس مدت کا فیصلہ کردے، اُسی پر مدار رکھا جائے گا۔

تتمہ:- موجودہ دور میں اَمانت ودیانت کے فقدان اور اِسلامی نظام نہ ہونے کی بنا پر مذکورہ آخری قول یعنی قاضی کی رائے کو بنیاد بناتے ہوئے اور زوج مفقود کے بارے میں مالکیہ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ مفقود کے گم ہونے کے ۴؍سال بعد محکمہ شرعیہ اگر مناسب سمجھے تو اُس کی موت کا حکم دیتے ہوئے ترکے کی تقسیم کا فیصلہ کردے، واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ:- اگر معتبر دلیل سے مفقود کی موت ثابت ہو، تو اُس کے انتقال کی تاریخ میں اُس کے جو بھی وارثین باحیات ہوں، وہ سب حسبِ حصص شرعیہ ترکہ کے مستحق ہوں گے؛ اگرچہ موت کی اِطلاع سے پہلے اُن کا انتقال ہوچکا ہو۔

اور اگر اُس کی موت کی حتمی اِطلاع نہ ملی ہو؛ بلکہ قاضی نے مدت گذرنے یا قرائن کی بنیاد پر اُس کی موت کا حکم دیا ہو، تو اُسی حکم کے وقت ہی سے میت کی وفات فرض کی جائے گی۔ پس جو وارثین اِس حکم سے پہلے انتقال کرچکے ہوں، وہ مفقود کی وراثت کے حصے دار نہ ہوں گے۔

(۲) اور مفقود غیر کے مال میں سردست میت فرض کیا جاتا ہے، یعنی فی الوقت اُس کو کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا؛ البتہ اگر وہ کسی کا وارث بن رہا ہو، تو اُس کے حصے کو اُس کا حال واضح ہونے تک موقوف رکھا جائے گا، اور جب حال واضح ہوجائے، یا قاضی اُس کی موت کا فیصلہ کردے، تو تقسیم ترکہ کا عمل مکمل ہوگا۔

اَلْمَفْقُوْدُ حَيٌّ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى لَا يَرِثَ مِنْهُ أَحَدٌ، وَمَيِّتٌ فِيْ مَالِ غَيْرِهٖ حَتّٰى لَا يَرِثَ مِنْ أَحَدٍ، وَيُوْقَفُ مَالُهُ حَتّٰى يَصِحَّ مَوْتُهُ أَوْ تَمْضِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ وَاخْتَلَفَ الرِّوَايَاتُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ.

فَفِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْ أَقْرَانِهٖ حُكِمَ بِمَوْتِهٖ، وَرَوَى الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَنَّ تِلْكَ الْمُدَّةِ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ فِيْهِ الْمَفْقُوْدُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ: مِائَةٌ وَّعَشَرَ سِنِيْنَ. وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ: مِائَةٌ وَّخَمْسُ سِنِيْنَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: تِسْعُوْنَ سَنَةً وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَوْقُوْفٌ إِلَى اجْتِهَادِ الْإِمَامِ، وَمَوْقُوْفُ الْحُكْمِ فِيْ حَقِّ غَيْرِهٖ، حَتّٰى يُوْقَفُ نَصِيْبُهُ مِنْ مَالِ مُوْرِثِهٖ، كَمَا فِي الْحَمْلِ.

فَإِذَا مَضَتِ الْمُدَّةِ فَمَالُهُ لِوَرَثَتِهِ الْمَوْجُوْدِيْنَ عِنْدَ الْحُكْمِ بِمَوْتِهٖ، وَمَا كَانَ مَوْقُوْفًا لِأَجْلِهٖ يُرَدُّ إِلىٰ وَارِثِ مُوْرِثِهِ الَّذِيْ وَقَفَ مَالَهُ.

ترجمہ:- مفقود اپنے مال کے سلسلے میں زندہ آدمی کی طرح ہے۔ اُس کا کوئی وارث نہیں بن سکتا، اور دوسرے کے مال کے سلسلے میں میت کے درجہ میں ہے، یعنی وہ دوسرے کا وارث نہیں بن سکتا ہے، اور اُس کے مال کو موقوف رکھا جائے گا؛ یہاں تک کہ اُس کی موت کا ثبوت ہو جائے، یا اِسی (حالت) پر ایک مدت گذر جائے۔ اور اِس مدت کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

چناں چہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ اگر اُس کے معاصرین میں کوئی زندہ نہ بچے، تو اُس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اِمام حسن بن زیادؒ نے اِمام اَبوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ مدت مفقود کی ولادت کے دن سے ۱۲۰؍ سال تک ہوگی۔ اور اِمام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ مدت ۱۱۰؍ سال ہوگی۔ جب کہ اِمام اَبویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ۱۰۵؍ سال

ہوگی۔اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ۹۰ ؍سال ہوگی، اِسی پر فتویٰ ہے۔اور بعض کا قول یہ ہے کہ قاضی کے فیصلے تک مفقود کا مال موقوف رکھا جائے گا۔اور غیر کے حق میں مفقود موقوف الحکم ہے۔(یعنی وراثت کا حکم جاری نہیں ہوگا) چناں چہ مورث کے مال میں سے اُس کا حصہ موقوف رکھا جائے گا؛ جیسا کہ حمل میں باب میں گذر چکا ہے۔

پھر جب مدت گذر جائے تو اُس کا مال اُس کی موت کے فیصلے کے وقت موجود ورثہ کو ملے گا۔اور جو مال اُس کے لئے موقوف رکھا گیا تھا، وہ اُسی مورث کے وارث کی طرف لوٹا دیا جائے گا جس کا مال موقوف رکھا گیا ہے۔

مفقود کے مسئلہ کی تخریج

وارث بننے والے مفقود کے مسئلے کی تخریج اِس طرح ہوگی کہ اَولاً اُس کو زندہ فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا، اُس کے بعد مردہ فرض کر کے مسئلہ بنے گا۔ بعد اَزاں دونوں مسئلوں کے درمیان اِسی طرح نسبتیں دیکھی جائیں گی جیسا کہ حمل کے مسئلے میں گذر چکا ہے، اور تصحیح کے بعد جو سہام موجود وارثین کو ملیں گے، اُن میں سے کم تر حصے فوری طور پر اُنہیں دے دئے جائیں گے اور دونوں مسئلوں کے سہام میں جو فرق ہوگا اُسے محفوظ رکھا جائے گا۔

پھر اگر مفقود کا میت ہونا واضح ہو جائے تو میت والے مسئلے کی تکمیل کر دی جائے گی، یعنی موقوفہ حصے مستحقین کو دے دئے جائیں گے۔اور اگر زندہ ثابت ہو تو پہلے والے مسئلے کے اعتبار سے حصوں کی کمی پوری کر دی جائے گی۔مثلاً درج ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ: ۲، تصـ: ۸، تصـ: ۵۶

میتـ

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخ لاب وام (مفقود زندہ)
۱	۱	۱	۲
۴	۷	۷	۱۴
۲۸			

مسئلہ: ٦، عـ: ٧، تصـ: ٥٦

میـــت

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخ لاب وام (مفقود مردہ)
٣	٤		
٤	٣٢		م
	١٦	١٦	

تنقیح مسئلہ

میت

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخ لاب وام (مفقود)
٢٤	٧م:٩	٧م:٩	١٨/حصص موقوفہ

تنقیح مسئلہ بر مفقود زندہ

میت

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخ لاب وام (م زندہ)
٢٤+٤=٢٨	٧	٧	١٤=٥٦

تنقیح مسئلہ بر مفقود مردہ

میت

زوج	اخت لاب وام	اخت لاب وام	اخ لاب وام (مفقود زندہ)
٢٤	٧+٩=١٦	٧+٩=١٦	٤=٥٦

مذکورہ نقشے میں وارثین: شوہر، ٢/بہنیں اور ایک مفقود بھائی ہے، اَب اگر مفقود بھائی کو زندہ فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا، تو اصل مسئلہ ٢/سے بنے گا، اور بھائی اور بہنوں کے سہام میں کسر کی وجہ سے تصحیح ٨/سے ہوگی۔

اور اگر مفقود کو مردہ فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے، تو اصل مسئلہ ٦ / سے بنے گا، اور عول ۷ / سے ہوگا۔

اَب پہلے اور دوسرے مسئلے کے اَعداد میں نسبت دیکھی جائے گی، تو معلوم ہوگا کہ تباین کی نسبت ہے؛ لٰہذا ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۵٦ / نکلے گا، اِسی سے دونوں مسئلوں کی تصحیح کی جائے گی۔

تصحیح کے عمل کے بعد حاضر وارثین میں دونوں مسئلوں میں جو کم سے کم حصے مل رہے ہوں گے، وہ فی الفور دے دئے جائیں گے، اور ہر وارث کے سہام میں جو فرق آ رہا ہوگا، اُسے محفوظ رکھا جائے گا؛ گویا کہ شوہر کے حصے میں ۴ / حصے موقوف رکھے جائیں گے، اور بہنوں کے حصوں میں سے ۹-۹ / حصے موقوف رکھے جائیں گے۔

پس اگر مفقود زندہ واپس آ جائے، تو موقوفہ حصے شوہر کے جو ۴ / ہیں، اُسے واپس کر دئے جائیں گے، اور مفقود کے جو ۱۴ / حصے موقوف تھے، وہ اُسے واپس لوٹا دئے جائیں گے اور بہنوں کو جو ۷ / ملے تھے، وہ اپنی جگہ رہیں گے۔

اور اگر مفقود کی موت کا علم ہو جائے، تو شوہر کو جو حصہ ملا تھا، اُس میں کوئی اِضافہ نہ ہوگا؛ کیوں کہ مسئلہ عائلہ میں وہ اپنا پورا حصے لے چکا ہے؛ البتہ بہنوں کے جو ۹-۹ / حصے رہ گئے تھے، وہ اُن کو واپس کر دئے جائیں گے؛ لٰہذا اِس صورت میں شوہر کو ۲۴ / اور ہر بہن کو ۱٦-۱٦ / حصے ملیں گے۔

اور اگر دونوں مسئلوں کے درمیان تباین کے بجائے توافق کی نسبت ہو، تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے گا، جیسا کہ خنثیٰ کے مسئلہ میں آ چکا ہے۔

مذکورہ مثال میں اگر موجود وارثین میں ایک بھائی کا اِضافہ کر دیا جائے، تو توافق کی صورت بن سکتی ہے، واللہ اعلم۔

وَالأَصلُ فِي تَصحِيحِ مَسَائِلِ المَفقُودِ أَنْ تُصَحِّحَ المَسْئَلَةَ عَلىٰ تَقْدِيرِ حَيَاتِهٖ، ثُمَّ تُصَحِّحَ عَلىٰ تَقْدِيرِ وَفَاتِهٖ، وَبَاقِي العَمَلِ مَا ذَكَرنَا فِي الحَمْلِ.

ترجمہ:- مفقود کے مسائل کی تخریج کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح (اَولاً) مفقود کو زندہ فرض کرنے کے اعتبار سے کی جائے۔ پھر مفقود کو میت فرض کرنے کے اعتبار سے تصحیح کی جائے، اور باقی اُسی طرح عمل کیا جائے جیسا ہم نے حمل کے باب میں ذکر کیا ہے۔

لاوارث بچہ کی میراث

اگر کسی چھوٹے لاوارث بچے (لقیط) کو کوئی شخص اُٹھائے، پھر وہ اُس کے پاس رہتے ہوئے بڑا ہو جائے اور نکاح کرلے، پھر اُس کی اَولاد ہو جائے، تو اُس کی اَولاد بلاشبہ اُس کی وارث بنے گی۔ اور اگر وفات کے وقت بیوی حیات ہو تو بیوی بھی حصہ پائے گی۔

لیکن اگر وہ لقیط اِس حالت میں وفات پائے کہ ملتقط (اُسے اُٹھانے والے) کے علاوہ اُس کا اور کوئی ولی معلوم نہ ہو، تو عام حالات میں یہ ملتقط اُس لقیط کے مال کا وارث نہ بنے گا؛ بلکہ لقیط کا چھوڑا ہوا مال سب بیت المال (مصارفِ مسلمین) میں جمع کیا جائے گا؛ البتہ اگر قاضی لقیط کے لاوارث ہونے کی بنا پر ''ولاء موالاۃ'' کے طور پر ملتقط کے لقیط کے ولی ہونے کا فیصلہ کردے، تو ایسی صورت میں اُسے لقیط کا وارث قرار دیا جائے گا۔ (مستفاد: الفرائض والمواریث والوصایا/للزحیلی ص: ۲۴۸-۲۴۹)

وإرثه ولو دية في بيت المال كجنايته؛ لأن الغرم بالغنم، ولو قرر القاضي ولاء ه للملتقط صح؛ لأنه قضاء في فصل مجتهد فيه، نعم له بعد بلوغه أن يوالي من شاء ما لم يعقل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب اللقيط ٦/٤٢٤ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان ٢/٢٨٥ مكتبة الإتحاد ديوبند، الفتاوىٰ الهندية ٢/٢٩٥ مكتبة الإتحاد ديوبند)

تمرین

(۱) مفقود کسے کہتے ہیں؟

(۲) مفقود کے مال میں وراثت کب جاری ہوگی؟

(۳) مفقود کے مسائل کی تخریج کس طرح کی جائے گی؟

مرتد کا بیان

(فَصْلٌ فِيْ الْمُرْتَدِّ)

اگر کوئی شخص نعوذ باللہ مرتد ہو جائے، اور اِرتداد ہی کی حالت میں وفات پائے یا قتل کر دیا جائے، یا دارالاسلام سے دارالحرب چلا جائے، اور قاضی کی طرف سے اُس کی دارالاسلام کی شہریت ختم کر دی جائے، اور دارالحرب کی شہریت کو مان لیا جائے، تو اَب اُس کی ملکیت میں جو مال ہے، اُس کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) وہ مال جو اُس نے مسلمان ہونے کی حالت میں کمایا ہو، تو اِس صورت میں اُس مال میں اُس کے مسلمان وارثین حسبِ حصص شرعیہ اُس کے مستحق ہوں گے۔

إِذَا مَـاتَ الْـمُـرْتَـدُّ عَلٰى اِرْتِدَادِهٖ أَوْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ، وَحَـكَـمَ الْقَـاضِـيْ بِـلِحَاقِهٖ، فَمَا اكْتَسَبَ فِيْ حَالِ إِسْلَامِهٖ فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ.   **ترجمہ:-** اگر مرتد اپنے اِرتداد ہی کی حالت میں مر جائے یا قتل کر دیا جائے، یا دارالحرب چلا جائے، اور قاضی اُس کے دارالحرب منتقل ہو جانے کا فیصلہ کر دے، تو اُس نے اپنے مسلمان ہونے کی حالت میں جو مال کمایا تھا تو وہ اُس کے مسلمان ورثہ کو ملے گا۔

(۲) وہ مال اُس نے مرتد ہونے کے بعد وفات سے پہلے کمایا ہے، تو اُس مال کے

بارے میں حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ اُسے بیت المال یعنی سرکاری فنڈ میں داخل کردیا جائے گا، اور اُس پر مالِ فَیٔ کا حکم جاری ہوگا۔

جب کہ حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک یہ مال بھی حسب ضابطہ وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اور حضرت اِمام شافعیؒ کے نزدیک مرتد کا سب مال خواہ وہ اِرتداد سے پہلے کمایا ہوا ہو یا اِرتداد کے بعد حاصل ہوا ہو، وہ سب بیت المال میں داخل کیا جائے گا، وارثین کے درمیان تقسیم نہ ہوگا۔

> وَمَا اكْتَسَبَهُ فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ يُوْضَعُ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رِحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ، وَعِنْدَهُمَا الْكَسْبَانِ جَمِيْعًا لِوَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ الْكَسْبَانِ جَمِيْعًا يُوْضَعَانِ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ.
>
> **ترجمہ:-** اور جو مال اُس نے اِرتداد کی حالت میں کمایا تھا، وہ حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ کے نزدیک بیت المال میں جمع کردیا جائے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کے دونوں طرح کے مال مسلم ورثہ کو ملیں گے؛ جب کہ اِمام شافعیؒ کے نزدیک دونوں قسم کے اَموال بیت المال میں جمع کردئے جائیں گے۔

(۳) وہ مال جو مرتد نے دارالحرب سے ملحق ہونے کے بعد کمایا ہے، وہ بالاجماع بیت المال میں داخل ہوگا، اُس پر مال فَیٔ (بغیر جنگ کے حاصل شدہ مالِ غنیمت) کے اَحکام جاری ہوں گے، اُسے وارثین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

> وَمَا اكْتَسَبَهُ بَعْدَ اللُّحُوْقِ بِدَارِ الْحَرْبِ فَهُوَ فَيْءٌ بِالْإِجْمَاعِ.
>
> **ترجمہ:-** اور مرتد نے جو مال دارالحرب چلے جانے کے بعد کمایا ہے، وہ بالاتفاق ''فَیٔ'' ہوگا۔

مرتدہ کے احکام

اگر کوئی عورت نعوذ باللہ مرتد ہوجائے، تو اُس نے اِرتداد سے پہلے یا اِرتداد کے بعد دارالاسلام میں رہتے ہوئے جو مال کمارکھا ہے، وہ اُس کے مستحق مسلمان وارثین میں تقسیم ہوگا؛ البتہ اُس کا مسلمان شوہر اُس کا وارث نہ بنے گا؛ کیوں کہ اِرتداد کی وجہ سے رشتہ زوجیت باقی نہیں رہا۔ اِسی طرح اگر یہ مرتدہ عورت دارالاسلام چھوڑ کر دارالحرب چلی جائے، تو بھی اُس کا مال کسی بھی وارث میں تقسیم نہ ہوگا۔

نوٹ:- اَحناف کے نزدیک مرتد مرد کو دارالاسلام میں کچھ مہلت دے کر قتل کرنے کا حکم ہے؛ لیکن مرتد عورت اگر اپنی جماعت کی لیڈر نہ ہو، تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ قید میں رکھا جائے گا؛ تا آں کہ وہ دوبارہ اِسلام لے آئے، یا اُس کی موت ہوجائے؛ البتہ اَئمہ ثلاثہ کے نزدیک مرتدہ عورت کو بھی مرتد مرد کی طرح قتل کرنے کا حکم ہے۔ یہ حضرات اُن روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ جب کہ اَحناف فرماتے ہیں کہ اِس حکم سے عام عورتیں مستثنیٰ ہیں؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شرکت نہ کرنے والی عورتوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے۔

وَكَسْبُ الْمُرْتَدَّةِ جَمِيْعًا لِوَرَثَتِهَا الْمُسْلِمِيْنَ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا.

ترجمہ:- اور مرتدہ کا تمام کمایا ہوا مال ہمارے اَصحاب کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے اُس کے مسلمان ورثہ کو ملے گا۔

مرتد وارث نہیں بن سکتا

جو شخص نعوذ باللہ مرتد ہوجائے، وہ کسی مسلمان یا مرتد کا وارث نہیں بن سکتا؛ خواہ مرد ہو یا عورت؛ اِس لئے کہ وہ اپنے پہلے دین پر قائم نہیں رہا۔ اور اَب جس دین پر ہے اُس پر اُسے قائم

رہنے نہیں دیا جائے گا؛ گویا کہ وہ لا مذہب ہوگیا ہے، اور وراثت میں فی الجملہ اتحادِ دین ضروری ہے، جو یہاں مفقود ہے۔

البتہ بالفرض اگر کسی علاقے کی آبادی سب کی سب مرتد ہوجائے، نعوذ باللہ، تو وہ دارالحرب کے حکم میں ہوجائے گا، اور وہاں کے مرتد آپس میں ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں۔

وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَلا يَرِثُ مِنْ أَحَدٍ: لَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍّ مِثْلِهٖ، وَكَذٰلِكَ الْمُرْتَدَّةُ؛ إِلَّا إِذَا ارْتَدَّ أَهْلُ نَاحِيَةٍ بِأَجْمَعِهِمْ فَحِيْنَئِذٍ يَتَوَارَثُوْنَ.

ترجمہ:- مرتد کسی کا وارث نہیں ہوگا، نہ تو مسلمان کا اور نہ اپنی طرح کسی دوسرے مرتد کا، اسی طرح مرتدہ بھی۔ مگر جب کسی علاقہ کے تمام باشندے مرتد ہوجائیں، تو وہ باہم ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔

تمرین

(۱) مرتد کے مال کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) وراثت کے بارے میں مرتدہ کے کیا اَحکامات ہیں؟

قیدی کا بیان

(فَصْلٌ فِي الْأَسِيْرِ)

(۱) اگر دارالاسلام میں کوئی مسلمان قیدی کسی جرم کی بنا پر جیل میں بند ہو، تو اُس کا حکم زندہ مسلمان شخص کی طرح ہے، یعنی اُس کے زندہ رہتے ہوئے اُس کی وراثت تقسیم نہ ہوگی۔

البتہ اگر اُس کا انتقال ہو جائے، تو اُس کا مال حسبِ ضابطہ وارثین میں تقسیم ہوگا۔

اور اگر اُس کا کوئی قریبی عزیز انتقال کر جائے، تو یہ قیدی شخص حسبِ ضابطہ اُس کا وارث بنے گا۔

اِسی طرح محض قیدی ہونے کی وجہ سے اُس کی بیوی بھی بائنہ نہ ہوگی؛ تاہم اگر عمر قید کی شکل ہو اور بیوی کے گزارے کا کوئی انتظام نہ ہو، تو قاضی یا محکمہ شرعیہ تفریق کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۲) اگر کسی مسلمان کو کافر قید کر کے دارالحرب لے جائیں، اور وہ مسلمان اِسلام پر قائم ہو، تو وہ بھی عام مسلمانوں کی طرح وارث ومورث بنے گا؛ اِس لئے کہ اختلافِ دارین مسلمانوں کے حق میں مانع اِرث نہیں ہے۔

(۳) اگر وہ قیدی دارالاسلام میں رہتے ہوئے یا دارالحرب میں جا کر مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) تو اُس پر مرتد کے اَحکام جاری ہوں گے؛ جیسا کہ گذشتہ باب میں ذکر کیا جا چکا۔

(۴) اگر قیدی جیل میں ہو، اور یہ پتہ نہ چل پائے کہ وہ مرتد ہے یا مؤمن؟ زندہ ہے یا

انتقال کر چکا؟ تو اُس پر مفقود کے اَحکام جاری ہوں گے، یعنی اُس کا مال محفوظ رکھا جائے گا؛ تا آں کہ اُس کی موت کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

حُكْمُ الْأَسِيْرِ كَحُكْمِ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ الْمِيْرَاثِ مَا لَمْ يُفَارِقْ دِيْنَهُ، فَإِنْ فَارَقَ دِيْنَهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ فَإِنْ لَمْ تُعْلَمْ رِدَّتُهُ وَلَا حَيَاتُهُ وَلَا مَوْتُهُ فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمَفْقُوْدِ.

ترجمہ:- قیدی کا حکم وراثت کے سلسلے میں تمام مسلمانوں کے حکم کی طرح ہے، جب تک وہ قیدی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ اگر وہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا تو اُس کا حکم مرتد کا ہوگا۔ اگر اُس کا اِرتداد یا اُس کا زندہ ہونا یا اُس کا مر جانا معلوم نہ ہو سکے، تو وہ مفقود کے حکم میں ہوگا۔

تمرین

(۱) قیدی کے مال کی وراثت کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

اِجتماعی حادثوں میں بیک وقت وفات پانے والوں کا حکم

(فَصْلٌ فِيْ الغَرْقٰی وَالحَرْقٰی وَالهَدْمٰی)

اگر کسی ناگہانی حادثے (مثلاً: زلزلہ، سونامی، سیلاب، آگ زنی، یا ایکسیڈنٹ وغیرہ) میں ایک ساتھ بہت سے لوگ مارے جائیں، اور یہ پتہ نہ چل پائے کہ کس کا انتقال پہلے ہوا اور کس کا بعد میں؟ تو اُن سب کو بیک وقت مردہ سمجھا جائے گا، اور اُن میں سے بعض بعض کے وارث نہ بنیں گے؛ بلکہ ہر ایک کے ایک دوسرے کے علاوہ جو زندہ وارث موجود ہوں گے، اُنہیں کے درمیان مال تقسیم کیا جائے گا۔ یہی قول سیدنا حضرت ابوبکر، سیدنا حضرت عمر اور سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک مفتی بہ ہے۔

مثلاً: دو بھائیوں کا کسی حادثہ میں ایک ساتھ انتقال ہوگیا اور اُن میں سے ایک نے ایک بیوی، ایک بیٹی اور ایک علاتی بھائی چھوڑا، اور دوسرے نے صرف علاتی بھائی چھوڑا، تو ایسی صورت میں دونوں مرحوم بھائیوں کا ترکہ الگ الگ اپنے وارثین میں تقسیم ہوگا، مرحومین کے درمیان تقسیم نہ ہوگا۔ پس ایک بھائی کی بیوی کو ثمن، بیٹی کو نصف اور بقیہ بطور عصبہ علاتی بھائی کو ملے گا، جب کہ دوسرے مرحوم بھائی کا کل ترکہ صرف علاتی بھائی کو دیا جائے گا۔

اِسی طرح اگر میاں بیوی دونوں ایک حادثہ میں مارے جائیں، تو اُن کے درمیان وراثت جاری نہ ہوگی؛ بلکہ ہر ایک کے وارثوں کو حسبِ حصصِ شرعیہ مال تقسیم کیا جائے گا۔

اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں اَولاً ہر ایک کو دوسرے کا وارث بنایا جائے گا، پھر مجموعی طور پر جو مال ایک دوسرے کو ملے گا، وہ ہر ایک کے زندہ وارثین میں تقسیم کیا جائے گا۔

مثال کے طور پر اگر زید وعمر دو بھائی ہیں، دونوں ایک حادثے میں انتقال کر گئے، اور ہر ایک نے ایک ماں، ایک بیٹی اور ایک آزاد کرنے والا مولیٰ چھوڑا، اور ہر ایک کا ترکہ ۹۰/روپئے ہے، تو جمہور کے قول کے مطابق مسئلہ ۶/سے بنا کر ایک حصہ ماں کو، ۳/حصے بیٹی کو، اور ۲/حصے مولیٰ کو ملیں گے؛ گویا کہ ۹۰/میں سے ۱۵/روپئے ماں کو اور ۴۵/روپئے بیٹی کو اور ۳۰/روپئے مولیٰ کو دئے جائیں گے، دونوں بھائیوں کا ترکہ اِسی طرح تقسیم ہوگا، اور ایک دوسرے کو وارث نہیں بنایا جائے گا۔ اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

زید وعمر مسئلہ: ۱/۶ تداخل ت: ۱۵/۹۰

میت

ام	بنت	مولیٰ
۱	۳	۲
۱۵	۴۵	۳۰

جب کہ اِسی مسئلہ میں سیدنا حضرت علی اور سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے نزدیک اَولاً چھوٹے بھائی کو زندہ فرض کر کے بڑے بھائی کے ترکے میں سے اُسے حصہ دیا جائے گا، اُس کے بعد بڑے بھائی کو زندہ فرض کر کے چھوٹے بھائی کا ترکہ دیا جائے گا، پھر ہر بھائی کو جو حصہ ملے گا، وہ اُس کے زندہ وارثین یعنی ماں، بیٹی اور مولیٰ میں تقسیم ہوگا، اور اُس کی وضاحت اِس نقشے سے ہوگی:

زید مسئلہ: ۶، دخـ: ۱ تداخل تـ: ۹۰، دخـ: ۱۵
میت

ام	بنت	مولیٰ	اخ صغیر (عمرو)
۱	۳	م	۲
۱۵	۴۵		۳۰

عمرو مسئلہ: ۶ تداخل تـ: ۹۰، دخـ: ۱۵
میت

ام	بنت	مولیٰ	اخ کبیر (زید)
۱	۳	م	۲
۱۵	۴۵		۳۰

تنقیح مسئلہ:

مسئلہ: ۶ مفـ: ۳۰
میت

ماں	بیٹی	مولیٰ
۱	۳	۲
۵+۱۵=۲۰	۱۵+۴۵=۶۰	۱۰=۹۰

إِذَا مَاتَتْ جَمَاعَةٌ وَلَا يُدْرٰى أَيُّهُمْ مَاتَ أَوَّلًا، جَعَلُوْا كَأَنَّهُمْ مَاتُوْا مَعًا، فَمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لِوَرَثَتِهِ الْأَحْيَاءِ، وَلَا يَرِثُ بَعْضُ الْأَمْوَاتِ عَنْ بَعْضٍ، هٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ.

وَقَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَرِثُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ إِلَّا فِيْمَا وَرِثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ صَاحِبِهٖ.

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآبُ.

ترجمہ:- جب پوری جماعت مرجائے، اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے؟ تو اُن سب کو ایک ساتھ مرنے والوں کی طرح قرار دیا جائے گا؛ لہٰذا اُن میں سے ہر ایک کا مال اُس کے زندہ وارثین کو ملے گا، اور مرنے والوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا، یہی مذہب مختار ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مرنے والوں میں سے بعض بعض کے وارث ہوں گے؛ مگر اُس صورت میں جس میں اُن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا وارث ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ درست بات کو جاننے والے ہیں، اور وہی مرجع ہیں اور اُنہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تمرین

(۱) اگر متعدد رشتے دار لوگ ایک ساتھ کسی حادثہ میں انتقال کر جائیں، تو اُن کے درمیان وراثت کی تقسیم کے کیا ضابطے ہیں؟

چند علمی و اِصلاحی کاوشیں

سیرتِ طیبہ:

❍ نعت النبی ﷺ نمبر (ماہنامہ ندائے شاہی)	صفحات: ٦٥٨
❍ شمائلِ رسول ﷺ	صفحات: ٦۴
❍ خطباتِ سیرتِ طیبہؐ	صفحات: ۲۴۰
❍ مسک الختام فی الصلوٰۃ علیٰ خیر الانام	صفحات: ۱۰۴

فقہ وفتاویٰ:

❍ کتاب المسائل (۵؍جلدیں، کتاب الطہارت تا کتاب النفقات)	کل صفحات: ۲۳۱۰
❍ کتاب النوازل (۱۹؍جلد)	کل صفحات: ۱۱۴۲۴
❍ اِرشاد السائلین (۲؍جلدیں)	کل صفحات: ۱۲۲۴
❍ دینی مسائل اور اُن کا حل	صفحات: ۴۱٦
❍ درسی سوال وجواب	صفحات: ۴۰۰
❍ فتویٰ نویسی کے رہنما اُصول	صفحات: ۴۲۹
❍ فتاویٰ شیخ الاسلام	صفحات: ۲۵۱
❍ تحفۂ رمضان	صفحات: ۱۷۲
❍ الفہرس الحاوی علی حاشیۃ الطحطاوی	صفحات: ۲۰۰
❍ حج وزیارت نمبر (ندائے شاہی)	صفحات: ۲۳۲

دعوت واصلاح:

❍ ایک جامع قرآنی وعظ	صفحات: ۷۲۸
❍ رحمٰن کے خاص بندے	صفحات: ۵۱۲
❍ اللہ سے شرم کیجئے	صفحات: ۴۳۲
❍ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز	صفحات: ۱۹۲
❍ علماء اور طلبہ کے لئے فکر انگیز اور کار آمد باتیں	صفحات: ۳۴۴

❍ دعوتِ فکر وعمل	صفحات: ۵۴۰
❍ لمحاتِ فکریہ	صفحات: ۳۲۰
❍ مشعلِ راہ	صفحات: ۴۰۰
❍ کتاب الوعظ والتذکیر (۲ر جلدیں)	کل صفحات: ٦۸۸
❍ نورِ نبوت:	صفحات: ۷۲
❍ درسِ سورۂ فاتحہ	صفحات: ۷۲

سیر وسوانح:

❍ ذکرِ رفتگاں (٦ر جلدیں)	کل صفحات: ۳٦۷۲
❍ تذکرۂ فدائے ملتؒ	صفحات: ۱۲۰۰
❍ فدائے ملتؒ نمبر (ندائے شاہی)	صفحات: ۷۸۸
❍ مشاہدات وتأثرات	صفحات: ۱۰۴
❍ خصوصی ضمیمہ (بروفات: حضرت مولانا سید رشید الدین صاحبؒ)	صفحات: ۱۷٦
❍ تحریک ریشمی رومال؛ ایک مختصر تعارف	صفحات: ۴۱
❍ پیکرِ عزم وہمت، اُستاذ اور شاگرد	صفحات: ۸۰

تاریخ:

❍ تحریک آزادیٔ ہند میں مسلم عوام اور علماء کا کردار	صفحات: ۲۲۸
❍ تاریخ شاہی نمبر (ندائے شاہی)	صفحات: ٦۴۸

رد قادیانیت:

❍ ردِ مرزائیت کے زریں اُصول	صفحات: ۲۱٦
❍ قادیانی مغالطے	صفحات: ۱۲۴
❍ منامی بشارتیں	صفحات: ۲۴۰
❍ مہدیٔ موعود	صفحات: ۱۰۴

رابطہ:

محمد ابوبکر صدیق منصور پوری (مرادآباد) 8791034667 محمد اسجد قاسمی (دیوبند) 9058602750

السراجي في الميراث

''اِسلام کے اَہم امتیازات میں سے ایک اہم اِمتیاز ''علم فرائض'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میت کے متروکہ مال کے وارثین اور اُن کے حصے واضح طور پر متعین فرما دیئے ہیں، اور اپنی حکمتِ بالغہ سے اُن میں ایسا بہترین توازن رکھا ہے جو بے نظیر ہے۔ اور جو شخص بھی اِنصاف کی نظر سے غور کرے گا، وہ یہ گواہی دینے پر مجبور ہوگا کہ اِنسانی معاشرہ کے لئے تقسیم وراثت کا اِس سے مضبوط اور بہتر کوئی نظام متصور نہیں ہوسکتا۔ واللّٰہ هو الولي الحمید۔

علم فرائض کی ضرورت اور اَہمیت کی بنا پر سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو باقاعدہ اُسے پڑھنے اور پڑھانے کی تلقین فرمائی، اور اِس جانب بھی اِشارہ فرمایا کہ یہی علم دنیا سے سب سے پہلے اُٹھایا جائے گا، یعنی اِس کے جاننے والے کم ہوتے چلے جائیں گے۔ تاہم علماء نے ہر دور میں اِس فن کو زندہ رکھنے پر محنتیں فرمائی ہیں۔ درس وتدریس کے علاوہ تحریری شکل میں بھی کافی مواد موجود ہے؛ لیکن اُن میں علامہ سراج الدین السجاوندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''السراجي في المیراث'' کو جو قبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔ یہی کتاب اِس موضوع پر دارالعلوم دیوبند اور اُس سے ملحق اِداروں میں داخل نصاب ہے، اور درجہ ہفتم عربی اور تکمیل اِفتاء میں پڑھائی جاتی ہے''۔ (پیش لفظ سے ماخوذ)